تذکرہ مشاہیر ہند

کاروانِ رفتہ

تالیف

مولانا اسیرادروی

دارُالمؤلفین، دیوبند (یوپی، انڈیا)

تذکرہ مشاہیرِ ہند

کاروانِ رفتہ

تالیف

اسیر ادروی

ناشر

دارالعلوم حیدرآباد، آندھرا پردیش

منتظمِ اشاعت

دارالمؤلفین دیوبند، یوپی، ۲۴۷۵۵۴

جملہ حقوق محفوظ

سلسلۂ تالیفات دار المؤلفین دیوبند ۲۱
سلسلہ مطبوعات دار العلوم حیدر آباد ۴
طبع اوّل ۱۴۱۵ھ - ۱۹۹۴ء
قیمت: ۵۰/= روپے

ملنے کے پتے:
(۱) دار العلوم حیدر آباد۔ شیورام پلی۔ حیدر آباد۔ آندھرا پردیش
(۲) دار المؤلفین دیوبند ۲۴۷۵۵۴ (یوپی)
(۳) کتب خانہ حسینیہ دیوبند ۲۴۷۵۵۴ (یوپی)

جملہ حقوق محفوظ

سلسلۂ تالیفات دارالمؤلفین دیوبند ۲۱
سلسلہ مطبوعات دارالعلوم حیدر آباد ۴
طبع اوّل ۱۴۱۵ھ - ۱۹۹۴ء
قیمت: =/۵۰ روپے

ملنے کے پتے:

(۱) دارالعلوم حیدر آباد - شیورام پلی - حیدر آباد - آندھرا پردیش
(۲) دارالمؤلفین دیوبند ۲۴۷۵۵۴ (یوپی)
(۳) کتب خانہ حسینیہ دیوبند ۲۴۷۵۵۴ (یوپی)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ابتدائیہ

حمد وصلوٰۃ:

"کاروانِ رفتہ" مؤلفہ مولانا اسیر ادروی صاحب استاذ جامعہ اسلامیہ بنارس ورکن مجلس تالیف دارالمؤلفین دیوبند، پانچ سو علماء ومشائخ کی مختصر وجامع سوانحی کتاب ہے۔ جس سے بہت مختصر وقت میں ہندوستان کی بلند پایہ شخصیات سے واقفیت حاصل ہوسکتی ہے۔ اختصار کے باوجود اس کے فوائد اور اس کی ضرورت کو فاضل مؤلف نے اپنے مقدمہ "پیشِ لفظ" میں واضح کردیا ہے یہ کتاب طلبہ، اساتذہ، اربابِ تصنیف وصحافت سب کے لیے یکساں مفید ہے، امید ہے کہ ناظرین کرام سے یہ کتاب انشاء اللہ خراج تحسین حاصل کرے گی۔ واللہ الموفق

رحیم الدین انصاری
معتمد دارالعلوم حیدرآباد
شیورام پلی۔ حیدرآباد۔ آندھرا پردیش

www.kitaab

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

کاروانِ رفتہ

مولانا اسیر ادروی صاحب کی مختصر و جامع مگر انتہائی مفید و معلومات افزا تالیف ہے جس میں دبستان دیوبند کے اکابر علماء و مشائخ کے علاوہ ہندوستان کی دیگر ممتاز شخصیتوں کا سوانحی خاکہ بطور عجالۂ نافعہ ہدیۂ ناظرین ہے۔ انشاء اللہ یہ علمی کاوش علمی حلقوں میں بنظر استحسان دیکھی جائے گی۔

وحید الزماں قاسمی کیرانوی
معتمد دار المؤلفین، دیوبند

pistan.com

پیش لفظ

"کاروانِ رفتہ" ان لوگوں کے لئے مرتب کی گئی ہے جو اہلِ قلم ہیں، اسلامیات پر لکھتے ہیں یا اسلامی ہند کی ملی، تہذیبی، مذہبی اور سیاسی تاریخ ان کا موضوع ہے، اور تصنیف و تالیف کا کام کرتے ہیں۔

اسلامیات یا اسلامی ہند کے جس پہلو پر لکھا جائے اس میں بیشتر شخصیات کا ذکر آتا ہے، ان کے حوالے سے بات کی جاتی ہے، ان شخصیات میں بعض کا نام تائید و موافقت کے موقع پر آتا ہے اور بعض کا نام تردید و مخالفت میں، اہلِ قلم یا مصنف اگر اس شخصیت کے افکار و کردار، علم و کمال، عقیدہ و مسلک، نقطۂ نگاہ و نظریہ، اس کے ماحول اور اس کے گرد و پیش کے حالات اور اس کے زمانہ سے صحیح طور پر واقف نہیں تو اس کو قدم قدم پر ٹھوکریں لگیں گی اور اس سے مضحکہ خیز غلطیوں کا صدور ہو سکتا ہے۔

کتاب میں دبستانِ دیوبند کے ممتاز علماء و مشائخ اور اہم شخصیتوں کا ذکر خصوصیت سے کیا گیا ہے بلکہ ان کا ہی تذکرہ مقصود تھا اس لئے جتنے نام قابلِ ذکر ملے ان کا تعارف پیش کر دیا گیا ہے، ان کو اپنے دائرہ کار میں مخالفتوں سے بھی واسطہ پڑا، بحث و مناظرہ کی بھی نوبت آئی، دوسروں سے قلمی جنگیں بھی ہوئیں نظری و فکری اختلاف کرنے والے بھی ملے تو ان کے ناموں کے ساتھ ان کی مخالفت کرنے والوں کے ناموں کا آنا بھی ناگزیر تھا اس لئے کوشش کی گئی ہے کہ ہر مکتبۂ فکر کے جو نمایاں نام ہیں، ان کا بھی کتاب میں تعارف پیش کر دیا جائے، کتاب میں اولیاءِ کبار اور مشاہیر شیوخِ طریقت کا بھی اس موقع پر ذکر افادیت سے خالی نہیں۔

ولادت و وفات کی تاریخوں کے سلسلہ میں یہ عرض کرنا ہے کہ مختلف ماخذوں میں مختلف تاریخیں ہیں مجھے بہت سے ناموں کی تاریخ میں یہ اختلاف ملا اس اختلاف کے

کئی اسباب ہیں انھیں اسباب میں سے ایک سبب ہجری و عیسوی سالوں کی تطبیق بھی ہے۔
اگر اصل تاریخ ہجری میں ہے تو عیسوی سال معلوم کرنے میں مہینوں کا لحاظ نہیں کیا گیا تو ایک سال کا فرق بالعموم ہو جاتا ہے، پھر ہجری سال ترک کر کے عیسوی سال لکھا جانے لگتا ہے اس لئے دو ماخذوں میں اختلاف پیدا ہو جاتا ہے، میں نے ہجری سال کو بیشتر مقامات پر اصل مانا ہے اور عیسوی سال کی تطبیق خود دی ہے اور امتیاز کے لئے اس کو بریکیٹ میں کر دیا ہے اگر ماخذ میں عیسوی سال ہے تو ہجری سال سے تطبیق دی ہے اور اگر دونوں ایک ساتھ اصل ماخذ میں مل گئے تو ہو بہو وہی لکھ دیا ہے۔
"کاروان رفتہ" کا چونکہ بنیادی مقصد شخصیتوں کا نظریاتی اور فکری تعارف ہے اور ان کے دور اور دائرہ کار کو متعین کرنا ہے اس لئے ان کی ولادت و وفات میں ایک یا دو سال کا فرق کچھ زیادہ اہم نہیں رہ جاتا میں نے کوشش کی ہے کہ شخصیات کو ظاہری و باطنی اعمال و افکار کی روشنی میں پہچان لیا جائے۔ اس لئے شخصیتوں کی تصویر کشی میں اسی رخ کو نمایاں کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔

اسیر ادروی

جامعہ اسلامیہ ریوڑی تالاب بنارس

۲ر فروری ۱۹۹۳ء

باسمہ تعالیٰ

(الف)

علامہ محمد ابراہیم بلیاوی

ولادت قاضی پورہ، بلیا (اترپردیش) ۱۳۰۴ھ

منطق و فلسفہ کے امام، حضرت شیخ الہندؒ کے شاگرد، نصف صدی سے زیادہ عرصہ تک دارالعلوم دیوبند میں استاذ رہے، بعد میں دارالعلوم کے رئیس الاساتذہ ہوئے اور حدیث کا درس دیتے رہے، درسی تقریر مختصر مگر انتہائی جامع، ذہین اور نکتہ آفرین، دارالعلوم کی مسندِ درس سے کئی نسلوں کو پڑھایا، اس لمبی مدت میں ایک بار کچھ دنوں کے لئے دارالعلوم دیوبند سے علٰحدہ ہوئے اور بعض دوسرے مدارس میں فرائض تدریس انجام دیئے لیکن پھر دارالعلوم دیوبند میں آگئے اور یہیں زندگی کے اخیر لمحات تک انتہائی اعزاز و احترام کے ساتھ رہے، اور یہیں سے سفرِ آخرت پر روانہ ہوئے۔

وفات دیوبند، ۱۳۸۷ھ (۱۹۶۷ء)

مولانا محمدؐ ابراہیم آروی۔

ولادت، ۱۲۶۴ھ (۱۸۴۸ء)

مدرسہ احمدیہ آرہ (بہار) کے بانی ہیں، جلیل القدر اور ممتاز علماء میں ان کا شمار تھا، مولانا محمد یعقوب نانوتوی صدر المدرسین دارالعلوم دیوبند اور استاذ العلماء مولانا لطف اللہ علی گڈھی کے تلامذہ میں ہیں، مظاہر علوم سہارنپور میں صحاح ستہ کی کتابیں مشہور محدث حضرت مولانا احمد علی محدث سہارنپوری اور بعض دوسرے اساتذہ سے پڑھ کر سند فراغت حاصل کی، پھر سفرِ حج میں چلے گئے اور وہاں شیخ احمد زینی وحلان شیخ احمد الدہان المکی، مفتی محمد بن عبداللہ، شیخ عبدالغنی ابن ابی سعید الحنفی الدہلوی اور شیخ محمد بن عبدالرحمٰن سہارنپوری اور شیخ عبدالجبار انصاری سے سند و اجازت حدیث حاصل کی، ہندوستان واپسی کے بعد علامہ حسین

بن محسن یمانی اور شیخ نذیر حسین بہاری ثم دہلوی سے سند حدیث لی، پھر رائے بریلی کے شیخ ضیاء النبی سے بیعت ہوئے، ان کے وعظ میں بڑی تاثیر تھی اور قرآن پڑھنے کا انداز بڑا دلکش تھا، مسلکاً اہلحدیث تھے، مولانا امانت اللہ حنفی غازی پوری سے کچھ دنوں ان کے بحث ومباحثے بھی ہوتے رہے اور رسالے لکھے اور دونوں میں ذاتی اختلافات پیدا ہوئے، ندوۃ العلماء کے ایک اجلاس میں دونوں جمع ہوئے تو دوسرے علماء نے درمیان میں پڑ کر بحث ومباحثہ کو ختم کرادیا پھر دونوں نے مصافحہ کرکے آئندہ اس طرح کے اختلافی مسائل سے کنارہ کشی اختیار کرلی۔

اپنے وطن آرہ میں مدرسہ احمدیہ کی ۱۲۹۸ھ میں بنیاد ڈالی تھی جس میں مشہور علماء نے درس دیئے، جو آج بھی قائم ہے، آخر عمر میں آپ حجاز ہجرت کر گئے تھے اور مکہ مکرمہ میں وفات پائی، اسی کی پاک سرزمین میں مدفون ہیں۔

(وفات مکہ مکرمہ ۱۳۱۹ھ ۱۹۰۲ء)

مولانا محمد ابراہیم ندوی

فضلاء ندوہ میں سے تھے، جامعہ عثمانیہ حیدرآباد میں شعبۂ عربی کے صدر تھے، عربی ادب کی خدمات کے صلے میں آپ کو صدر جمہوریہ کی طرف سے ایوارڈ ملا تھا، آخر زندگی تک حیدرآباد میں رہے اور وہیں سے سفر آخرت پر روانہ ہوئے۔

(وفات حیدرآباد جون ۱۹۹۱ء ۱۴۱۲ھ)

مولانا ابوبکر محمد شیث جونپوری

(ولادت محلہ قضیانہ شہر جونپور، ۱۸۸۰ء ۱۲۹۷ھ)

آپ مولانا سخاوت علی جونپوری مشہور شیخ طریقت کے پوتے تھے، علی گڈھ مسلم یونیورسٹی میں صدر شعبۂ دینیات تھے، مولانا حافظ عبداللہ مئوی ثم غازی پوری کے شاگرد تھے، علم الفلکیات میں ماہر تھے، انتہائی نیک، دیندار اور سادہ طبیعت کے مالک تھے، سیاست میں جمعیۃ علماء ہند کے ہم نوا تھے اور اس کے اجلاسوں میں برابر شریک ہوتے تھے اور جماعت کے رہنماؤں سے ان کے اچھے تعلقات تھے۔

وفات جونپور ۲۳ر شعبان ۱۳۵۹ھ ۲۰ر ستمبر ۱۹۴۰ء

شیخ ابو سعید مجددی۔

ولادت رام پور ۱۱۹۶ھ (۱۷۸۲ء)

محدث وقت تھے، مشہور محدث شیخ عبد الغنی مجددی کے والد ہیں۔ شیخ شرف الدین دہلوی اور شاہ رفیع الدین دہلوی سے تعلیم حاصل کی، حدیث کی سند و اجازت حضرت شاہ رفیع الدین کے علاوہ حضرت شاہ عبد العزیز محدث دہلوی سے بھی حاصل تھی، اصلاحِ باطن اور تزکیہ نفس اور باطنی علوم کی تحصیل پہلے اپنے والد شیخ صفی القدر مجددی سے کی، پھر دہلی جاکر شاہ غلام علی دہلوی سے بیعت ہوئے، انھیں سے ان کو اجازت اور خلافت بھی حاصل ہوئی اور جب شیخ کی وفات کا سانحہ پیش آیا تو انھیں کو انھوں نے اپنا قائم مقام اور اپنا جانشین بنایا اور اپنے تمام مسترشدین کو ان سے استفادے کا حکم دیا تھا، ۱۲۴۹ھ میں آپ نے سفرِ حج کیا، وہیں آپ کی طبیعت علیل ہوئی بیماری کی حالت میں ہندوستان واپسی ہوئی، ٹونک میں پہونچے تو حالت زیادہ خراب ہوگئی یہاں تک کہ وہیں حادثۂ وفات پیش آگیا، ان کی نعش دہلی لے جائی گئی اور تدفین دہلی میں ہوئی۔

وفات ٹونک ۱۲۵۰ھ (۱۸۳۳ء) مدفن مرزا مظہر جان جاناں کے مزار کے قریب دہلی۔

ابو الفضل عباسی۔

ولادت چریاکوٹ ضلع اعظم گڈھ۔

علامہ شبلی کے استاذ مولانا محمد فاروق چریاکوٹی کے مخصوص تلامذہ میں سے تھے، یہ اس زمانے میں جب انگریزی تعلیم کی مخالفت میں ایک شور برپا تھا علی گڈھ جاکر اور باقاعدہ داخلہ لے کر تعلیم حاصل کی جب کہ ان کا پورا گھرانہ دینی تعلیم سے بہرہ ور تھا، آپ وکیل تھے۔ اور گورکھپور میں پریکٹس کرتے تھے چونکہ ذہن و مزاج دینی و مذہبی جذبات سے مملو تھا اس لئے اسلامیات سے ان کی دلچسپی برقرار رہی، انھوں نے قرآن پاک کا اردو میں ترجمہ کیا، اور کئی دوسری مذہبی کتابیں ان کے قلم سے نکلیں ان میں۔ الاسلام، "تاریخ الاسلام" اور۔ انگریزی زبان میں قانون محمدی، شامل ہیں، ستر سال کی عمر میں وفات پائی۔

وفات گورکھپور، ۱۰ صفر ۱۳۴۶ھ (اگست ۱۹۲۷ء)

مولانا ابوالکلام آزاد۔

ولادت مکہ مکرمہ ۱۰ر نومبر ۱۸۸۸ء (۱۳۰۶ھ)

ہندوستان کے عظیم المرتبت قائد، مدبر سیاستداں، ادیب و محقق، صاحب طرز اور منفرد انشاء پرداز، مفسر قرآن اور عبقری شخصیت کے مالک تھے، آپ کے والد کا نام مولانا خیرالدین تھا، جو بہت بڑے پیر اور مرشد تھے، آپ کی والدہ شیخ حرم وتری کی صاحبزادی تھیں، آپ کی نشوونما کلکتہ میں ہوئی، بچپن ہی سے انتہائی زیرک و ذہین اور کم عمری ہی سے عقل وشعور کی پختگی نمایاں تھی، ۱۹۰۲ء میں جب کہ آپ کی عمر ۱۴ سال تھی آپ نے ایک رسالہ "الصدق" جاری کیا، ۱۹۰۵ء میں آپ مصر گئے اور دو سال بعد وہاں سے واپس ہوئے، ۱۹۱۲ء میں آپ نے ہفتہ وار "الہلال" جاری کیا جس نے پورے ملک میں دھوم مچادی جس کی شرر افشاں تحریروں نے ہزاروں لاکھوں سینوں میں آزادی وطن کی آگ لگادی، بالآخر برطانوی حکومت نے الہلال اور پریس دونوں ضبط کرلئے، پھر آپ نے "البلاغ" جاری کیا، ایک ہی سال میں حکومت نے اس کا بھی گلا گھونٹ دیا، ۱۹۱۵ء میں آپ کی سیاسی سرگرمیوں کی وجہ سے حکومت بنگال نے آپ کو جلاوطن کردیا، اور ۱۹۱۶ء میں گرفتار کرکے رانچی (بہار) میں نظر بند کردیا، چار سال کی نظر بندی کے بعد ۱۹۲۰ء میں رہا ہوئے، رہائی کے بعد دہلی آئے یہاں گاندھی جی سے ملاقات ہوئی اور عدم تعاون کی تحریک میں سرگرم حصہ لیا جس کی وجہ سے دو سال کے لئے پھر جیل بھیج دیے گئے، ۱۹۲۳ء میں رہائی ملی، اسی سال انڈین نیشنل کانگریس کے سالانہ اجلاس کی صدارت فرمائی ۱۹۳۰ء میں جب آپ قائم مقام صدر تھے پھر گرفتار کرلئے گئے اور ۱۹۳۲ء تک جیل میں رہے ۱۹۴۰ء میں آپ کو کانگریس کا صدر منتخب کیا گیا، آپ کے عہدہ صدارت کی مدت ۱۹۴۶ء تک مسلسل سات سال رہی ۱۹۴۲ء میں "کوئٹ انڈیا" کی تجویز بمبئی میں آپ کی صدارت میں منظور کی گئی اس کے نتیجہ میں جو طوفان آیا اس نے انگریزی حکومت کے تخت اقتدار کو ہلاکر رکھ دیا، آپ تین سال سے زیادہ دوسرے لیڈروں کے ساتھ قلعہ احمد نگر میں نظر بند رہے اسی دوران آپ کی اہلیہ محترمہ کا انتقال ہوگیا۔

کرپس مذاکرات، برطانوی کیبنٹ مشن اور شملہ کانفرنس میں آزادی وطن اور انتقال اختیارات کے سلسلہ میں بحیثیت صدر کانگریس کلیدی رول ادا کیا۔ آزادی سے پہلے جو انٹرم گورنمنٹ بنائی گئی

اس میں آپ وزیر تعلیم رہے، ۱۹۴۷ء میں ملک آزاد ہوا، اور حکومت تشکیل ہوئی اس میں بھی آپ وزیر تعلیم ہی رہے۔

آپ بے مثال صحافی اور مخصوص طرز انشار کے مالک تھے، سیاسی مصروفیتوں کے باوجود آپ کی کئی کتابیں اہل علم کے سامنے آئیں اور ہاتھوں ہاتھ لی گئیں، آپ کی تصانیف میں "تذکرہ"، "ترجمان القرآن"، "انڈیا ونس فریڈم"، "کاروان خیال"، اور "غبار خاطر" مشہور ہیں اور اپنے ادب وانشار کے لحاظ سے بے مثال ہیں، دہلی میں انتقال ہوا، اور دہلی جامع مسجد کے مشرقی جانب کے پارک میں دفن ہوئے، مزار پر چھتری بنی ہوئی ہے۔

وفات دہلی ۲۳ر فروری ۱۹۵۸ء مدفن جانب مشرق مسجد شاہجہانی دہلی۔

مولانا ابواللیث اصلاحی۔

ولادت چاند پٹی ضلع اعظم گڈھ۔

جماعت اسلامی ہند کے ایک عرصہ تک امیر رہے، آپ کی ساری تعلیم مدرسۃ الاصلاح سرائے میر میں ہوئی، فراغت کے بعد اخبار "مدینہ" بجنور کے ادارہ تحریر میں شامل ہو گئے، ابتدا ہی سے جماعتِ اسلامی سے وابستہ تھے، ملک کی تقسیم کے بعد ہندوستانی جماعتِ اسلامی کے امیر بنائے گئے جب کہ حالات انتہائی ناساعد تھے پھر بھی انھوں نے اپنی حکمتِ عملی اور خلوص کی وجہ سے جماعت کو بچایا، امارت سے سبکدوشی کے بعد آپ اپنے وطن چاند پٹی آ گئے تھے، یہیں انتقال کیا۔

وفات چاند پٹی ضلع اعظم گڈھ ۵ر دسمبر ۱۹۹۰ء (۱۴۱۱ھ)

مولانا ابوالاعلیٰ مودودی۔

ولادت اورنگ آباد ۳ر رجب ۱۳۲۱ھ ۲۵ر دسمبر ۱۹۰۳ء)

جماعت اسلامی کے بانی ہیں، حیدرآباد کے رہنے والے اور انگریزی تعلیم یافتہ تھے، مزاج دینی تھا، اس لئے انھوں نے ذاتی مطالعہ سے اسلامیات پر عبور حاصل کیا، تعلیم سے فراغت کے بعد جمعیۃ علمار ہند کے اخبار "الجمعیۃ" کے ایڈیٹر ہوئے، پھر یہاں سے مستعفی ہو کر حیدرآباد چلے گئے اور وہاں سے انھوں نے اپنا رسالہ "ترجمان القرآن" نکالا، اس کے پر مغز مقالات نے بہت جلد اہل علم کی نگاہوں کو اپنی طرف منعطف کر لیا، ۱۹۴۰ء کے آس پاس انھوں نے ایک جماعت کی تشکیل کی

س کا نام انھوں نے جماعتِ اسلامی رکھا، آپ اس جماعت کے اخیر لمحہ تک امیر مطلق رہے، انھوں
نے قرآن کی ایک تفسیر "تفہیم القرآن" کے نام سے لکھی ہے، درجنوں معرکۃ الآرا کتابوں کے مصنف
ہیں، ان کی کتابوں نے جدید تعلیم یافتہ طبقہ میں ایک خاموش انقلاب پیدا کیا، کالجوں اور یونیورسٹیوں
میں پڑھنے والے ذہنی وفکری ارتداد میں مبتلا ہوتے جارہے تھے، آپ کی کتابوں نے ان کو ایک
نیا رخ دیا، ان کے زاویہ نگاہ میں تبدیلی پیدا کرنے میں اہم رول ادا کیا، ان کی تحریر میں شگفتگی اور دلکشی
ہے، ان کی ہر تحریر استدلالی ہوتی ہے اس لئے مؤثر ہوتی ہے۔

جماعتِ اسلامی کے دستور العمل اور بعض کتابوں اور خود ان کی تفسیر میں کچھ ایسی باتیں بھی
دخیل ہوگئیں جن کی وجہ سے "مودودیت" مستقل ایک مکتبۂ فکر بن گئی اور اس کے خلاف بہت سی
کتابیں لکھی گئیں، اور آج بھی یہ سلسلہ بند نہیں ہوا، ان کی جماعت آج بھی ہند و پاک میں سرگرم عمل ہے
اور وہ حکومتِ الٰہیہ قائم کرنے کی مدعی ہے، موصوف جماعتی کاز کے سلسلہ میں یورپ گئے ہوئے تھے
وہیں انتقال ہوا۔

وفات ۲۰/ستمبر ۱۹۷۹ء (۱۴۰۰ھ) مدفن لاہور۔

مولانا ابو العرفان ندوی۔

ولادت پیری، ضلع جون پور

دار العلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ میں شعبۂ دینیات کے صدر تھے، آپ کا وطن موضع پیری ضلع
جون پور ہے، جو کھیتا سرائے کے قریب ایک چھوٹا سا گاؤں ہے، آپ کے والد کا نام مولانا دین محمد تھا،
جو اس دیار کے سربرآوردہ علماء میں سے تھے، انھوں نے شاہ گنج ضلع جون پور میں ایک دینی مدرسہ
بدر الاسلام کے نام سے قائم کیا تھا، جس کو ان کے بھتیجے مولانا جمیل احمد مرحوم نے بہت ترقی دی۔
موصوف کی تعلیم مدرسہ امدادیہ دربھنگہ میں ہوئی، سند فراغت دار العلوم دیوبند سے حاصل کی،
مزید تعلیم ندوہ میں ہوئی، اس لئے ان میں قاسمیت و ندویت دونوں رنگ تھا، تعلیم سے فراغت
کے بعد کچھ عرصہ دار المصنفین اعظم گڈھ میں بحیثیت رفیق رہے اور ان کو سید سلیمان ندوی کی سرپرستی
حاصل رہی، اس لئے ان کا ذہن و مزاج، تصنیف و تالیف کا بن چکا تھا، لیکن جب وہ ندوہ میں
استاذ مقرر ہو گئے اور تدریسی انہماک بڑھا تو تصنیف و تالیف کے لئے وہ وقت نہ نکال سکے

البتہ رسائل و اخبارات میں ان کے مضامین شائع ہوتے رہے، ملک میں ہونے والے سیمینار، میں وہ شرکت کرتے رہے اور مقالے پیش کرتے رہے، مگر مستقل تصنیف دو یا تین ہیں، تقریباً ہم سال وہ ندوۃ العلماء کے تعلیمی و انتظامی نظام سے بھی وابستہ رہے اور ادارہ کی سربلندی کے لیے شب و روز انھوں نے محنت کی، ظریف الطبع اور بذلہ سنج تھے، گفتگو بہت ہی دلچسپ کرتے جس بے تکلف محفل میں وہ ہوتے وہ ان کے لطائف و ظرائف سے قہقہہ زار بن جاتی تھی۔

وفات ۱۷ر نومبر سنہ ۱۹۸۸ء (ربیع الآخر سنہ ۱۴۰۹ھ)

مولانا ابوالمحاسن سجاد بہاری۔

ولادت پنہسا (بہار)

جمعیۃ علماء ہند کی صف اول کے رہنماؤں میں شامل تھے، مدبر، سیاستداں اور نکتہ رس دماغ کے مالک تھے، آپ کی تعلیم کا آغاز مدرسہ اسلامیہ قصبہ بہار سے ہوا، پھر آپ مدرسہ سبحانیہ الٰہ آباد چلے گئے، وہاں آپ تقریباً چھ سال رہے جہاں آپ کے خاص استاد مولانا عبدالکافی تھے، سنہ ۱۳۲۳ھ میں آپ فارغ ہوئے، فراغت کے بعد آپ مدرسہ اسلامیہ بہار میں مدرس ہوگئے جہاں سے آپ نے اپنی تعلیم کا آغاز کیا تھا۔ کچھ عرصہ بعد آپ مدرسہ سبحانیہ الٰہ آباد کے مدرس ہوگئے جہاں آپ سنہ ۱۳۲۹ھ تک رہے، وہاں سے ترک تعلق کرنے کے بعد اسی سال آپ نے شہر گیا (بہار) میں مدرسہ انوارالعلوم قائم کیا اور پھر زندگی بھر اس کی ترقی کے لئے کوشش کرتے رہے۔

سنہ ۱۹۱۹ء میں جمعیۃ علماء ہند قائم ہوئی، اس کے یوم تاسیس ہی سے اس سے وابستہ ہوگئے، اور تحریک آزادی میں قائدانہ رول ادا کیا، تحریکات چلانے، طریقہ کار اور لائحہ عمل مرتب کرنے میں ان کی رائے کو بڑی اہمیت دی جاتی تھی، ہندوستان میں سب سے پہلے امارت شرعیہ کا تصور انھوں نے پیش کیا اور نمونے کی بہار میں امارتِ شرعیہ قائم کی اور پھلواری شریف کے سجادہ نشین کو امیر شریعت بنایا اور خود نائب امیر شریعت رہے۔

بہت ہی متحرک اور فعال عالم تھے، ساری زندگی قوم و ملت کی اصلاح و تنظیم اور آزادی کی جدوجہد میں صرف کردی، معاشی اعتبار سے ہمیشہ غیر مطمئن رہے لیکن ان کے پائے ثبات میں کوئی جنبش نہیں ہوئی، ابتلاء و آزمائش کی خارزار وادیوں سے گذرتے ہوئے راہی ملک بقا ہوگئے۔

وفات ۲۳ر نومبر سنہ ۱۹۴۰ء ۱۷ر شوال سنہ ۱۳۵۹ھ

مولانا ابوالقاسم سیف بنارسی ۔

ولادت محلہ داراتگر بنارس صفر ۱۳۰۷ھ (اگست ۱۸۹۰ء)

اہل حدیث علماء میں ممتاز اور بہت تیز طبع اور بہت متحرک و فعال عالم تھے، یہ ایک نومسلم خاندان سے تعلق رکھتے ہیں ان کے والد مولانا محمد سعید نے سکھ مذہب ترک کر کے اسلام قبول کیا اور بنارس میں سکونت اختیار کر لی تھی، مولانا سیف کی ساری تعلیم بنارس میں ہوئی ان کے والد ہی ان کے استاد بھی تھے، صحاح ستہ انھیں سے پڑھ کر فراغت حاصل کی، تکمیل کے بعد شاہ نذیر حسین بہاری ثم دہلوی اور شیخ حسین بن محسن یمانی مقیم بھوپال اور مولانا شمس الحق ڈیانوی سے بھی سند و اجازتِ حدیث حاصل کی، مسلکاً اہل حدیث تھے اور جماعت کے مشہور مناظر تھے، تصنیف و تالیف کا اچھا ذوق تھا، چھوٹے چھوٹے بہت سے رسالے لکھے ہیں جن کی تعداد چار درجن سے کم نہیں ہے، اچھے مقرر تھے، اس لئے جماعت کے جلسوں میں برابر بلائے جاتے تھے، ابتداءً وہ اہل حدیث کانفرنس کے سفیر و واعظ رہ چکے تھے۔

وفات بنارس ۳ر صفر ۱۳۶۹ھ ۲۵ر نومبر ۱۹۴۹ء

مولانا ابوالقاسم ہسنوی فتح پوری ۔

ولادت نصیر آباد ربیع الاول ۱۲۷۲ھ (اکتوبر ۱۸۵۵ء)

عالم و فاضل اور عابد و زاہد علماء میں سے تھے، صوفی مشرب تھے، آپ ایک علمی خاندان کے فرد تھے، ان کے چچا مولانا عبدالسلام حسینی نقشبندی عالم بھی تھے اور شیخ طریقت بھی، آپ نے انھیں سے ظاہری و باطنی تعلیم حاصل کی، تکمیل تعلیم کے بعد ان سے آپ کو اجازت بھی حاصل ہوئی، ان کے علاوہ کئی دوسرے بزرگوں سے بھی آپ کو اجازت و خلافت حاصل تھی، ان مشائخ طریقت میں قاری عبدالرحمٰن محدث پانی پتی، شیخ امیر الدین الحکیم لکھنوی، اور سید ضیاء النبی حسنی بریلوی شامل ہیں، متعدد بزرگوں سے آپ کا رابطہ تھا اور ان سے خط و کتابت بھی تھی، مولانا رشید احمد گنگوہی اور حضرت حاجی امداد اللہ تھانوی مہاجر مکی کی خدمت میں برابر خطوط لکھتے تھے اور ان حضرات کے جوابات بھی آتے تھے ان تمام جوابات کو بڑی احتیاط کے ساتھ محفوظ رکھتے تھے، ان کو اکابر کے تبرکات اور تحریروں اور خطوط کو جمع کرنے کا انتہائی شوق تھا اور اس کی جستجو میں رہتے تھے، اسی سلسلہ میں انھوں نے حضرت

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی اور شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی اور مولانا شیخ عاشق الٰہی پھلتی کے جو خطوط مولانا شیخ ابوسعید نقشبندی بریلوی کے پاس آئے تھے ان تمام خطوط کو ایک رسالہ میں جمع کیا تھا، جس کا نام انھوں نے "مکتوب المعارف" رکھا تھا، تصنیف و تالیف سے بھی دلچسپی تھی اس لئے اردو زبان میں ان کی کئی کتابیں ہیں، ان کی تالیفات میں شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کی سیرت میں ایک کتاب "سرور المحزون" اس کا ترجمہ "نور علیٰ نور" کے نام سے کیا، دوسری کتابیں "عرض مخلصان" "شعلۂ جاں سوز" مآثر السلام اور برکات احمدیہ ہیں، ان کے علاوہ ان کے فتاویٰ کا ایک مجموعہ بھی ہے،

وفات ۱۲ ربیع الاول ۱۳۲۹ھ (۱۹۱۱ء) مدفن نصیر آباد

مولانا ابوالقاسم شاہجہاں پوری

ولادت شاہ جہاں پور

دارالعلوم دیوبند میں تعلیم حاصل کی، عوامی تحریکات سے ہمیشہ دلچسپی رہی یہ دلچسپی یہاں تک بڑھی کہ انھوں نے اپنی پوری زندگی قومی و ملی خدمات کے لئے وقف کر دی، جمعیۃ علماء اترپردیش کے ایک عرصہ تک ناظم اعلیٰ رہے، انتہائی جری اور بہادر تھے، خطرات سے کھیلنا ان کی ہابی رہی مرعوبیت اور دب کر بات کرنا انھوں نے جانا ہی نہیں، آزادی کی تحریک میں بھرپور حصہ لیا بہت گرم اور پُرجوش تقریریں کرتے تھے جس کے نتیجہ میں ایک بار سیتاپور جیل کے مہمان بھی بنائے جا چکے تھے، گھربار اور وطن سے کوئی تعلق نہیں تھا، دفتر جمعیۃ علماء واقع باغ نواب گونگے لکھنؤ میں مستقل سکونت تھی، دفتر کی عمارت ایک سندھی رفیوجی نے مالک مکان سے خرید لی تھی اور جب سنہ ۱۹۷۲ء میں صوبائی دفتر کا میں سکریٹری بنایا گیا تو اس کے انخلاء کا مسئلہ پیش آگیا میں نے کچہری روڈ پر ایک مکان خرید کر دفتر وہاں منتقل کر دیا تب مولانا موصوف نے وہاں کی سکونت ترک کر دی اور فتح پور کے ایک گاؤں میں چلے گئے جہاں ان کی ایک بیٹی رہتی تھی، کبھی کان پور کبھی لکھنؤ آتے جاتے رہتے تھے سنہ ۱۹۸۰ء میں میری ان سے ملاقات لکھنؤ میں ہوئی تھی، پھر وہ فتح پور چلے گئے، وہیں انتقال کیا، اہل و عیال سے فارغ تھے۔

وفات فتح پور

مولانا ابوالوفا شاہجہانپوری۔

اپنے دور کے بے مثال خطیب اور زبردست مناظر تھے، انھوں نے آدھی صدی تک سیرۃ نبوی کے موضوع پر دلکش پاکیزہ لب ولہجہ اور اپنی شیریں زبان میں عالمانہ تقریریں کیں، روایاتِ صحیحہ سے سرمو تجاوز ممکن نہ تھا، مسلمانوں کا کوئی اہم اور بڑا جلسہ ان کی شرکت کے بغیر ناممکن سمجھا جاتا تھا، آپ کا اپنا ایک مخصوص اور خوبصورت انداز بیان تھا، ہندوستان کے بہت سے واعظین نے اس کے نقل کرنے کوشش کی مگر کامیاب نہیں ہوئے، دارالعلوم دیوبند کے فاضل اور علامہ انورشاہ کشمیری کے مخصوص اور قابل اعتماد تلامذہ میں سے تھے، فراغت کے بعد دارالعلوم میں استاد بھی رہے لیکن قدرت نے ان کی فطرت میں صحرانوردی لکھ دی تھی اس لئے وہ تقریر وخطابت کے بادشاہ بن کر ہندوستان کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک چکر لگاتے رہے، قادیانیوں اور رضاخانیوں سے بہت سے مناظرے کئے، آپ جمیعۃ علماء ہند کے اہم رہنماؤں میں تھے، برطانوی حکومت کے خلاف ان کی تقریروں نے قید وبند کی بھی راہ دکھائی لیکن ان کے پائے ثبات میں کوئی جنبش نہیں آئی، شعروشاعری سے بھی آپ کو دلچسپی تھی، عارف آپ کا تخلص تھا، صرف نعت پاک کہتے تھے اور سیرۃ النبیؐ کے جلسوں میں جب پڑھی جاتی تھی تو ایک سماں بندھ جاتا تھا، آخر عمر میں آپ پر فالج کا حملہ ہوا اور خانہ نشین ہوگئے، بڑی عسرت اور تنگدستی کی حالت میں اس سرائے فانی سے کوچ کیا، چمنستان رسول کا چہکتا ہوا بلبل خوشنوا ہمیشہ کے لئے خاموش ہوگیا اور اپنی شیریں اور مترنم نغمہ سنجیوں سے ہم کو ہمیشہ کے لئے محروم کرگیا۔

وفات شاہجہاں پور سنہ ۱۴۰۰ھ (سنہ ۱۹۷۹ء)

حکیم اجمل خاں مسیح الملک

ولادت دہلی سنہ ۱۲۸۳ھ (سنہ ۱۸۶۶ء)

ہندوستان کی ہردلعزیز شخصیت، ہرمکتبۂ فکر، ہرادارہ اور ہرتنظیم کے سربرآوردہ لوگوں میں ان کا اعزاز واکرام تھا، ایک طرف وہ طبی دنیا میں ایک بے مثال معالج اور نبض شناس کی حیثیت سے مشہور تھے اور ان کو مسیح الملک کا خطاب حاصل تھا تو دوسری طرف تمام مذہبی وسیاسی جماعتوں کے ساتھ حسن سلوک اور حسن رابطہ کی وجہ سے معزز ومحترم تھے، جامعہ ملیہ دہلی کی کسمپرسی کے دور میں

اس ادارہ کے سب سے بڑے ہمدرد اور خیر خواہ تھے اور اس کے لئے فکر مند تھے اور اپنی شبانہ روز جد و جہد کے نتیجہ میں اس کو مالی بحران سے نکال لائے، ریاست رام پور میں ایک عرصہ تک شاہی معالج رہے اور آپ کو وہاں رئیس الاطباء کا منصب حاصل تھا۔

وفات دہلی رجب ۱۳۴۶ھ جنوری ۱۹۲۸ء

حافظ احمد نانوتوی۔

ولادت نانوتہ ۱۲۷۹ھ ۱۸۶۲ء

بانی دارالعلوم دیوبند مولانا محمد قاسم نانوتوی کے صاحبزادے تھے، دارالعلوم دیوبند کے صدر مہتمم ایک عرصہ تک رہے، ریاست حیدر آباد میں مفتی اعظم کے جلیل القدر منصب پر فائز تھے۔ حیدر آباد سے دیوبند تعطیلات میں آرہے تھے کہ ٹرین میں وفات ہوگئی، لاش حیدر آباد واپس لے جائی گئی اور وہیں تدفین عمل میں آئی۔ ان کے دور اہتمام میں دارالعلوم کئی آزمائشوں سے گذرا لیکن آپ کے تدبر و فراست نے سارے مراحل طے کرادیئے اور دارالعلوم ترقی کی راہ پر گامزن رہا۔

وفات ٹرین جمادی الاول ۱۳۴۷ھ ۱۹۳۰ء مدفن حیدر آباد

سید احمد شہید رائے بریلوی

ولادت دائرہ شاہ علم اللہ تکیہ رائے بریلی ۱۲۰۱ھ

ہندوستان کے مشہور شیخ طریقت، مرشد و مصلح، بیشمار غیر مسلموں نے آپ کے ہاتھوں پر اسلام قبول کیا، بدعات و خرافات اور مشرکانہ رسم و رواج اور مسلمانوں سے شیعی اثرات کو ختم کرنے میں اہم کردار انجام دیا۔

آپ ہندوستان کے مایہ ناز محدث حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی کے شاگرد ہیں خاندانِ ولی اللٰہی کے ایک فرد جلیل حضرت مولانا شاہ اسماعیل شہید دہلوی آپ کے ہاتھ پر بیعت ہوئے اور مولانا عبدالحئ بڈھانوی جو شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی کے داماد تھے انھوں نے بھی سید صاحب کے ہاتھ پر بیعت کرلی، یہ دونوں حضرات عالم فاضل تھے اور سید احمد شہید رائے بریلوی کے جذبہ جہاد اور تحریک اصلاح کے دست و بازو بنے، ان اصحاب ثلاثہ نے مل کر ہندوستان میں تجدید دین کا اتنا عظیم الشان اور انقلاب آفریں کارنامہ انجام دیا کہ تاریخ ہند میں اس کی کوئی دوسری

مثال نہیں ملتی۔

ان حضرات نے پورے ملک کے اصلاحی دورے کئے اور جہاد کی دعوت دی، سید صاحب خود ہزاروں مریدین کے ساتھ سرحدی علاقوں میں جہاد کے لئے گئے جہاں سکھوں کی حکومت نے مسلمانوں کی مساجد و مقابر کو بے حرمت کر رکھا تھا میدان جنگ میں سکھوں کی فوج سے مقابلہ ہوا، اور بالاکوٹ کے مقام پر شہید ہو کر زندۂ جاوید ہو گئے۔

وفات وشہادت بالاکوٹ ۱۲۴۶ھ ۶ رمئی ۱۸۳۱ء

مولانا محمد احمد پرتاب گڈھی۔

ولادت پھولپور ضلع پرتاب گڈھ ۱۳۱۶ھ (۱۸۹۹ء)

ولی کامل، عالم باعمل، عالم جذب و مستی کے شاعر، انتہائی متواضع اور منکسر المزاج، شان جمالی کے مالک آخری دور میں آپ کی ذات علماء و مشائخ کا مرجع بن گئی تھی۔

آپ مولانا سید بدر علی خلیفہ حضرت شاہ فضل الرحمٰن گنج مرادآبادی سے بیعت تھے اور انھیں سے حدیث بھی پڑھی تھی، اور انھیں کے خلیفہ بھی تھے، الٰہ آباد کو آپ نے اپنا وطن ثانی بنالیا تھا، الٰہ آباد میں آپ کی آمد ۱۹۳۲ء سے شروع ہوئی پھر یہیں مستقل سکونت اختیار کر لی، طبیعت موزوں تھی، آپ اردو کے قادر الکلام شاعر بھی تھے، ان کی شاعری محبت کی شاعری اور سراسر کیف و مستی کی شاعری ہے جو جذب و سلوک کی ایک منزل ہے، آپ کا مجموعۂ کلام "عرفانِ محبت" کے نام سے شائع ہو چکا ہے جو پونے دو سو صفحات پر مشتمل ہے، ان کی غزلوں میں ایک ایسی محبت کی ترجمانی ملتی ہے جو اس مادی دنیا سے ماوراء ہوتی ہے۔ جس میں سوز و گداز کو ایسی کیفیت و سرشاری میں بدل دیا گیا ہے کہ غم و مصائب میں بھی لذت انگیزی محسوس ہوتی ہے اور درد و کرب میں بھی سرمستی و سرشاری اور سرخوشی پھوٹی پڑتی ہے، مشہور شاعروں کے وہ اشعار جو ضرب المثل کی حیثیت اختیار کر چکے ہیں ان کی تضمین کر کے اس کی معنویت کو کہاں سے کہاں پہونچا دیا ہے۔

آپ عرصے سے مسلسل علیل چل رہے تھے، مسلسل علاج بھی چل رہا تھا، لیکن آپ کے معمولات میں کوئی فرق نہیں آیا، علماء و مشائخ آپ کی خدمت میں آتے رہے اور ان کی مجلس میں خاموش رہ کر استفادہ کرتے رہے، آخر ایک دن پیام اجل آ ہی گیا۔

(وفات الٰہ آباد ۲ ربیع الثانی ۱۴۱۲ھ ۱۲ر اکتوبر ۱۹۹۱ء)

مولانا احمد حسن امروہوی

ولادت امروہہ ضلع مراد آباد ۱۲۶۷ھ (سنہ ۱۸۵۰ء)

حجۃ الاسلام مولانا قاسم نانوتوی بانی دارالعلوم کے خاص تلامذہ میں سے ہیں، علم حدیث سے خصوصی شغف تھا، اور محدث امروہوی کے نام سے مشہور تھے، یہ حضرت نانوتوی کے اس دور کے شاگرد ہیں جب وہ میرٹھ کے مطبع ہاشمی میں کتابوں کی تصحیح کی خدمت انجام دے رہے تھے، اس دور میں چند ذہین طلبہ کو اپنے ساتھ رکھ کر گھر پر تعلیم دیتے تھے، موصوف بھی انھیں طلبہ میں سے تھے جنھوں نے ان کے گھر پر تعلیم حاصل کی، حضرت شیخ الہند اور مولانا فخر الحسن گنگوہی غالباً مولانا امروہوی کے ہم درس تھے کیونکہ تینوں کی ایک ہی ساتھ دستار بندی ہوئی تھی، حضرت نانوتوی نے اپنے یہاں سے فارغ کر کے تینوں کو دارالعلوم دیوبند میں بھیج کر دورۂ حدیث کی تعلیم مکمل کرائی، فراغت کے بعد حضرت نانوتوی نے ان کی تقرری مدرسہ شاہی مراد آباد میں کی پھر کچھ دنوں بعد ان کو خورجہ ضلع بلند شہر کے مدرسہ میں بھیج دیا، ان کے علاوہ بعض دوسرے مدرسوں میں بھی آپ نے تدریسی فرائض انجام دیئے بعد میں آپ مدرسہ شاہی میں صرف حدیث کا درس دیتے رہے، آپ کو سند حدیث حضرت شیخ عبد الغنی مجددی محدث دہلوی سے بھی حاصل تھی، حضرت حاجی امداد اللہ تھانوی مہاجر مکی سے بیعت تھے، بعض کتابیں بھی آپ کی علمی یادگار ہیں جن میں "افادات احمدیہ" دو جلدوں میں۔ "ازالۃ الوسواس" اور "المعلومات الالہیہ" مشہور ہیں، ان کتابوں کے علاوہ آپ کے فتاویٰ کی بھی بڑی تعداد ہے جو رام پور اور پھلاودہ کے کتب خانوں میں موجود ہے، آپ مناظر تھے، گلاؤٹھی، نگینہ اور رام پور میں ہونے والے مناظروں کی روداد سے اس کا پتہ چلتا ہے، آپ کی وفات امروہہ میں ہوئی، حافظ احمد صاحب مہتمم اعلیٰ دارالعلوم دیوبند نے نماز جنازہ پڑھائی اور تدفین میں شرکت کی۔

وفات امروہہ ۹ ربیع الثانی سنہ ۱۳۳۰ھ ۱۸ مارچ ۱۹۱۲ء مدفن صحن جامع مسجد امروہہ

مولانا احمد حسن کانپوری۔

ولادت بٹالہ ضلع گورداس پور (پنجاب)

ولادت اور نشو ونما پنجاب میں ہوئی اور وہیں بچپن گذرا، مقامی طور پر کچھ تعلیم حاصل کر کے آپ یوپی میں آئے اور مولانا لطف اللہ علی گڈھی کے شاگرد ہوئے، فراغت کے بعد ایک عرصہ تک

مظاہر علوم سہارن پور میں تدریسی فرائض انجام دیئے، پھر کانپور کے مدرسہ فیض عام میں چلے گئے، پھر یہیں کانپور میں مستقل سکونت اختیار کرلی اور تازندگی یہیں رہے، زندگی کے اخیر لمحہ تک اسی مدرسہ میں رہے ایک ایک دن میں چودہ پندرہ اسباق پڑھاتے تھے، بڑے دیندار اور متقی تھے حاجی امداد اللہ تھانوی مہاجر مکی سے بیعت تھے، منطق کی مشہور کتاب حمداللہ پر اور مثنوی معنوی پر حاشیہ لکھا تھا، امکان کذب اور امتناع نظیر پر بھی رسالے تحریر کئے تھے،

وفات ومدفن کانپور سنہ ۱۳۲۲ھ ۱۹۰۳ء

مولانا احمد سعید مجددی

ولادت سنہ ۱۲۱۷ھ

آپ مشہور شیخ طریقت و محدث حضرت مولانا ابوسعید مجددی کے صاحبزادے ہیں، خود بھی محدث ہیں حدیث کی تعلیم شیخ رشید الدین دہلوی اور فرزندان حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی سے حاصل کی، صحاح ستہ کی اجازت حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی سے بھی حاصل تھی، تعلیم سے فراغت کے بعد سفر حج میں گئے اور مدینہ منورہ میں تھے کہ وہیں پیک اجل آپہونچا، وہیں وفات پائی اور اسی پاک سرزمین میں دفن ہونے کی سعادت پائی۔

وفات مدینہ منورہ سنہ ۱۲۷۷ھ (سنہ ۱۸۶۰ء) مدفن جنۃ البقیع

مولانا احمد سعید دہلوی (سحبان الہند)

ولادت کوچہ ناہر خان دریا گنج دہلی سنہ ۱۸۸۸ء

دہلی کے رہنے والے مشہور خطیب اور بحر البیان واعظ تھے، اپنے دور میں سحبان الہند کے خطاب سے سرفراز تھے، عرصہ دراز تک جمعیۃ علماء ہند کے ناظم اعلیٰ رہے۔

آپ کے آباء واجداد کو مغل دربار میں رسوخ اور خواجہ محل زادہ کا خطاب حاصل تھا، آپ نے اپنی تعلیم کا آغاز حفظ قرآن سے کیا اور مٹیا محل کے مدرسہ میں حفظ قرآن مکمل کیا سنہ ۱۳۲۰ھ میں مدرسہ امینیہ دہلی میں داخل ہوئے اور سنہ ۱۳۳۶ھ میں فارغ التحصیل ہوئے، سرگرم سیاست میں حصہ لیا، سنہ ۱۹۲۰ء میں آپ جمعیۃ علماء ہند کے ناظم اعلیٰ تھے اس دور میں نان کوآپریشن کی تحریک شباب پر تھی، آپ نے اس تحریک میں حصہ لیا اور پہلی بار گرفتار ہوکر جیل گئے، پھر تو جیل جانے کا سلسلہ چل پڑا،

اپنی سیاسی زندگی میں آٹھ بار جیل گئے اور ۱۵ سال زندگی کا بیش قیمت زمانہ برطانوی جیلوں میں گذارا، بڑا حصہ ملتان، گجرات اور میانوالی کی جیلوں میں گذرا۔

۱۹۴۷ء میں ہندوستان کی آزادی کے بعد مسلمانوں پر جو قیامت ٹوٹی اور بالخصوص دہلی کے مسلمانوں پر جو تباہی و بربادی، قتل و غارتگری کا عذاب آیا اس خطرناک دور میں آپ نے اپنے رفقاءکار کے ساتھ جان ہتھیلیوں پر رکھ کر مسلمانوں کی حفاظت اور بچاؤ کے لئے مثالی اور ناقابلِ فراموش کارنامہ انجام دیا اور دہلی میں مسلمانوں کا قدم جمانے میں اہم رول ادا کیا، آپ بہترین واعظ اور خطیب تھے تین تین گھنٹے مسلسل تقریر کرتے اور محسوس ہوتا کہ کچھ زیادہ دیر نہیں ہوئی، آپ کی کتابیں بھی یادگار ہیں، قرآن پاک کی ایک تفسیر "کشف القرآن" کے نام سے لکھی جو دو جلدوں میں شائع ہوئی ہے، اس کے علاوہ اردو میں ان کی دو کتابیں "جنت کی کنجی" اور "دوزخ کا کھٹکا" کافی مشہور ہیں۔

وفات دہلی ۴ر دسمبر ۱۹۵۹ء (۱۳۷۹ھ)

مولانا محمد حسین رسولپوری

ولادت رسول پور ضلع اعظم گڈھ ۱۲۸۸ھ (۱۸۷۱ء)

اس دیار کے جید علماء میں شمار تھا، ساری زندگی تعلیم و تدریس اور تصنیف و تالیف میں گذری، آپ کے اساتذہ میں مولانا محمد فاروق چریاکوٹی، مولانا ہدایت اللہ رام پوری، حکیم الامۃ مولانا اشرف علی تھانوی اور مولانا عبدالحق خیرآبادی اور شیخ طیب عرب مکی جیسے اساطین امت کے نام شامل ہیں، مولانا موصوف ان تمام عظیم المرتبت شخصیتوں کے مختلف رنگوں کے جامع تھے، آپ طبیب اور اچھے نبض شناس حکیم بھی تھے، تعلیم سے فراغت کے بعد تقریباً ۴۰ سال مسلسل مختلف مدارس میں بڑے سے بڑے منصب پر فائز رہے، جامعہ مظہر العلوم بنارس، چشمۂ رحمت غازی پور، مدرسہ حسینیہ ڈھاکہ، مدرسہ حمادیہ ڈھاکہ، مدرسہ دارالعلوم ڈھاکہ اور مدرسہ عالیہ ہگلی اور مدرسہ اسلامیہ ڈھاکہ میں آپ نے تدریسی فرائض انجام دیئے، مدرسہ اسلامیہ ڈھاکہ میں آپ دس سال رہے وہاں سے آپ گورکھپور انجمن اسلامیہ گورکھپور آگئے اور چھ سال وہاں منصب صدارت پر فائز رہے اور ۱۳۵۰ھ میں وہاں سے مستعفی ہوکر اپنے وطن آگئے پھر یہیں سے سفر آخرت اختیار کیا،

آپ کئی کتابوں کے مصنف ہیں۔ زیادہ تر تراجم ہیں جو عربی کتابوں کے ہیں ان کی کتابوں میں، تحفۃ الاحبار فی فضل المدینۃ ومناقب سید الشہداء، احسن المیراث فی ہدیۃ الاحیاء الی الاموات، القلائد من الفرائد، حاشیہ ملتقی الابحر، حاشیہ قصیدہ بردہ اور سبیل الآخرۃ شامل ہیں، آپ عربی کے قادر الکلام شاعر بھی تھے، ان کا کلام ان کے کاغذات میں منتشر طور پر پڑا ہوا تھا جس کو ان کے صاحبزادے مولانا محمد یحییٰ مرحوم اور ان کے نواسے مولانا قاضی اطہر مبارک پوری نے جمع و ترتیب کے بعد، دیوان احمد، کے نام سے شائع کر دیا ہے۔

وفات رسول پور ضلع اعظم گڈھ ۲۶ رجب ۱۳۵۹ھ (سنہ ۱۹۴۰ء)

مولانا احمد علی محدث سہارنپوری

جلیل القدر محدث اور انتہائی ممتاز علماء میں شمار تھا، ہندوستان میں احادیث کی کتابوں کو سب سے پہلے طبع کر کے عام کرنے والے اور حدیث کی کتابوں پر اہم اور مفید حواشی لکھ کر اس کو شائع کرنے والے آپ ہی ہیں۔

حفظ قرآن سے جب فارغ ہوئے تو آپ کی عمر ۱۸ سال تھی، اس عمر میں ان کے ہاتھوں میں مدارس اسلامیہ کے نصاب کی ابتدائی کتابیں تھیں، سہارنپور میں مولانا سعادت علی سے عربی تعلیم کا آغاز کیا اور پھر دہلی گئے اور وہاں استاذ العلماء مولانا مملوک علی نانوتوی اور ان کے ساتھ مولانا وصی الدین سہارنپوری، مولانا وجیہ الدین سہارنپوری سے درس لیتے رہے اور حدیث محدث ہند حضرت شاہ اسحاق محدث دہلوی مہاجر مکی سے پڑھی اور اس وقت پڑھی جب آپ مکہ مکرمہ ہجرت کر کے جا چکے تھے یہ بھی ان کے ساتھ مکہ مکرمہ چلے گئے وہاں جا کر حدیث پڑھنی شروع کی، اس زمانہ میں کتابیں کمیاب تھیں، کیونکہ قلمی ہوتی تھیں، اس لئے انھوں نے یہ معمول بنا لیا تھا کہ نماز فجر کے بعد حرم شریف میں بیٹھ کر ظہر کی نماز تک حدیث نقل کرتے تھے اور ظہر بعد سے نماز عصر تک اس کو شاہ صاحب کے سامنے پڑھتے تھے، صحاح ستہ کی تمام کتابیں اسی طرح اپنے ہاتھ سے نقل کر کے پڑھیں جب اس طرح پڑھ کر فارغ ہوئے اور سند و اجازت حاصل کی تب ہندوستان واپس آئے اور یہاں تعلیم و تدریس کا سلسلہ جاری کیا اور ساری عمر صحاح ستہ کی تدریس و تصحیح میں گذار دی، جب وہ اپنی تصحیح سے مطمئن ہو گئے تو دہلی میں اپنا ایک مطبع کھولا اور اپنے تصحیح کردہ

حدیث کی کتابوں کو شائع کرنے لگے، اب تک ہندوستان میں حدیث کی کتابیں طبع نہیں ہوئی تھیں جب دوسرے پریس جاری ہوئے تو مولانا موصوف کے مطبع احمدی ہی کے نسخہ کو شائع کیا اور حدیث کی کتابیں گھر گھر پہونچیں، بخاری شریف کے پچیس پاروں پر حاشیے لکھے اور بقیہ پانچ پاروں کے حواشی اپنے شاگرد مولانا قاسم نانوتوی سے لکھوائے اور پھر بخاری انھیں حواشی کے ساتھ شائع کی، اسی کے ساتھ مظاہر علوم میں حدیث کا درس بھی دیتے رہے۔

وفات سہارن پور ۱۲۹۷ھ ۱۸۸۰ء

مولانا احمد علی لاہوری

ولادت جلال آباد (گوجرانوالہ) ۱۸۸۶ء

اپنے دور کے مشہور مفسر قرآن، انجمن خدام الدین لاہور کے بانی اور امیر اور ادارہ کے شیخ التفسیر تھے، فن تفسیر میں مولانا عبیداللہ سندھی کے شاگرد تھے، سلوک و طریقت میں بلند مرتبہ پر فائز تھے جمعیۃ علماء ہند کے اہم رہنماؤں میں تھے، دارالعلوم دیوبند کے طلبہ دورۂ حدیث سے فراغت کے بعد ایک سال تفسیر اور حجۃ اللہ البالغہ پڑھنے کے لئے لاہور آپ کی خدمت میں جاتے تھے۔

وفات لاہور ۲۳ر فروری ۱۹۶۲ء (۱۳۸۲ھ)

مولانا احمد اللہ صادق پوری

ولادت صادق پور پٹنہ

آپ عالم، فاضل، عابد و زاہد، اپنے علاقہ کے بہت بڑے جاگیردار اور رئیس کبیر آدمی تھے، سید احمد شہید رائے بریلوی کے حلقہ بگوشوں میں تھے اور اس مرکز کے نگراں تھے جو صادق پور میں مجاہدین سرحد کی مالی امداد کرتا تھا، خفیہ پولیس نے اس مرکز کا پتہ چلا لیا اور آپ کو گرفتار کر لیا گیا اور انبالہ لے جایا گیا، ان پر سازش اور حکومت برطانیہ کے خلاف بغاوت پھیلانے کا الزام عائد کیا گیا، مقدمہ چلا، مجسٹریٹ انگریز تھا، اس نے ۲ر فروری ۱۸۶۵ء کو ضبطی جائداد کے علاوہ پھانسی کا فیصلہ سنا دیا اور پھر اپیل پر پھانسی کو حبس دوام بعبور دریائے شور (کالے پانی) کی سزا میں بدل دیا گیا، ٹھیک عید کے دن ان کے گھر پر پولیس نے دھاوا کر کے پوری جائداد ضبط کر لی، جو کپڑا جس کے بدن پر تھا وہی پہنے ہوئے تمام گھر والوں کو گھر سے باہر نکال کر گھر پر پولیس نے تالا لگا دیا۔ ۱۵ر جون ۱۸۶۵ء کو آپ کو کالے پانی

بھیج دیا گیا، مجاہدین میں سب سے پہلے آپ کو کالے پانی بھیجا گیا، جیلوں میں قیدیوں سے جس طرح کام لیا جاتا ہے اسی طرح جزیرے میں ان سے کام لیا گیا، آپ جب مشقت سے خالی ہوتے تھے تو تمام وقت تلاوت قرآن، نماز اور ذکر میں مصروف رہتے تھے، جزیرہ میں رہنے والے قیدیوں کو نصیحت فرماتے رہتے جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ عام قیدی، پولیس اور پلٹن کے زیادہ افراد جو مسلمان تھے پابند صوم و صلوٰۃ ہو گئے۔ ۱۷ برس کالے پانی میں پُر مشقت زندگی گذار کر اسی جزیرے میں انتقال کیا اور سمندر کے کنارے ایک وحشتناک مقام ڈنڈاس پائنٹ میں دفن کئے گئے۔

وفات جزیرہ انڈمان ۱۲ ر نومبر ۱۸۸۱ء (۱۲۹۹ھ)

مولانا احمد رضا خاں بریلوی

ولادت بریلی

آپ کے والد کا نام مولوی علی نقی خاں تھا، بریلی کے رہنے والے تھے، رضاخانی فرقہ کے بانی ہیں، ان کی جماعت ان کو اعلیٰحضرت کہتی ہے، "حسام الحرمین" انھیں کی مرتب کردہ ہے جس میں علماء دیوبند کی عبارتوں میں کتر بیونت کر کے ان کو کافر ثابت کیا گیا ہے اور علماء حجاز سے اس فتویٰ پر دستخط لیے گئے ہیں، سیکڑوں رسالوں اور کتابوں کے مصنف ہیں انھوں نے اردو میں قرآن پاک کا ترجمہ بھی کیا ہے، وہ اردو کے قادر الکلام شاعر تھے مجموعۂ کلام شائع ہو چکا ہے۔

وفات بریلی سنہ ۱۳۴۰ھ سنہ ۱۹۲۱ء

شیخ احمد بن عثمان المکی ثم الہندی

ولادت مکہ مکرمہ ۲ ر ذی قعدہ ۱۲۸۳ھ (نومبر ۱۸۶۶ء)

اپنے دور میں سیر و رجال کے مشہور علماء میں تھے، ابتدائی تعلیم مکہ مکرمہ میں حاصل کی پھر آپ ہندوستان آ گئے ۱۲۹۶ھ (۱۸۷۸ء) میں بھوپال آئے اور اس دور کے مشہور یمنی محدث شیخ حسین ابن محسن یمانی جو ان دنوں بھوپال میں مسند حدیث بچھائے ہوئے تھے ان کے حلقۂ درس میں شریک ہو کر علم حدیث حاصل کیا، تفسیر و اصول تفسیر کی تعلیم بھی وہیں سے حاصل کی اور عرصۂ دراز تک بھوپال میں اپنے استاذ کی خدمت میں رہے، پھر آپ نے ہندوستان کے مختلف مقامات کی سیاحت کی، ہندوستان کے مرکزی مدارس اور اہم لائبریریوں میں گئے اور ان سے استفادہ کیا اور اپنی تصانیف

کے لئے مواد فراہم کرتے رہے، اسی سیاحت کے دوران آپ گنج مرادآباد حضرت شاہ مولانا فضل الرحمٰن کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ان سے صحاح ستہ کی سند حاصل کی۔

کئی اہم اور تحقیقی کتابوں کے مصنف ہیں، ان کی تصانیف میں، اتحاف الاخوان، فی اسانید مولانا فضل الرحمٰن، ۔ اتحاف البشر، فی اعیان القرن الثالث عشر، اور ۔ النفع المکی لمعجم شیوخ احمد المکی، ۔ الہدیۃ الاحمدیہ، فی انساب ولد الشیخ احمد بن عبدالاحد السرہندیہ امام الطریقۃ المجددیہ، شامل ہیں، ان کی دو کتابیں شائع ہو چکی ہیں، معجم کا ایک مخطوط آصفیہ لائبریری حیدرآباد میں محفوظ ہے، آخر میں آپ حجاز واپس ہو گئے تھے اور وہیں انتقال کیا اور مدینہ منورہ کی مقدس سرزمین میں آسودۂ خواب ہوئے،

وفات مدینہ منورہ ۱۳۲۸ھ (۱۹۱۰ء)

مولانا احسن نانوتوی

مولانا مملوک علی نانوتوی کے بھائی لطف علی کے صاحبزادے تھے اور بانی مظاہر علوم سہارنپور مولانا مظہر نانوتوی کے حقیقی بھائی تھے، دہلی عربک کالج میں اپنے چچا استاذ الاساتذہ مولانا مملوک علی نانوتوی سے تعلیم حاصل کی ۱۸۵۷ء کی تحریک آزادی میں عملاً شریک رہے، مختلف مدارس میں فرائض تدریس انجام دیئے، بریلی کے ایک مدرسے میں مدتوں درس دیتے رہے، مولانا خرم علی بلہوری نے رد المختار کا جو اردو میں ترجمہ کیا تھا وہ صرف کتاب الاذان تک تھا موصوف نے اس ترجمہ کو مکمل کر کے غایۃ الاوطار کے نام سے طبع کرایا۔

وفات ۱۳۱۲ھ ۱۸۹۵ء

مولانا احسن مارہروی

ولادت مارہرہ ضلع ایٹہ ۲۲ر شوال ۱۲۹۲ھ ۱۰ر نومبر ۱۸۷۶ء

مارہرہ کی مشہور خانقاہ برکاتیہ کے سجادہ نشین تھے، اردو کے قادر الکلام شاعر تھے، مسلم یونیورسٹی علی گڈھ کے شعبہ اردو سے وابستہ تھے اور ۱۹۳۵ء تک علی گڈھ میں رہے، بعمر ۶۴ سال انتقال کیا۔

وفات مارہرہ ۳۰ر اگست ۱۹۴۰ء ۲۵ر رجب ۱۳۵۹ھ

www.kitaabosunnat.com

مولانا احتشام الحسن کاندھلوی

کاندھلہ ضلع مظفر نگر کے رہنے والے تھے، تعلیم مظاہر علوم سہارن پور میں حاصل کی فراغت کے بعد مولانا حبیب الرحمٰن خان شیروانی نے ریاست حیدرآباد میں بلایا اور ان کو جامعہ عثمانیہ میں استاذ مقرر کرادیا لیکن موصوف زیادہ دن اس منصب پر نہیں رہے، جلد ہی واپس ہوگئے، جب دہلی آئے تو بانی تبلیغی جماعت مولانا محمد الیاس کاندھلوی نے ان کو وہیں روک لیا اور تبلیغ کے کاموں میں لگا دیا۔

مسلسل ۳۰ سال تک جماعت کی تنظیم میں مصروف رہے، ان کے دور میں تبلیغی جماعت کا دائرۂ کار دور دراز تک پھیل گیا اور جماعت کی کارگزاری میں اضافہ ہوا اور بہت کامیابیاں ملیں، موصوف جید الاستعداد عالم تھے، علم مستحضر تھا، اور مطالعہ وسیع، تبلیغی مصروفیتوں کے باوجود تقریباً چالیس کتابوں کے مصنف ہیں، جو سب کی سب دینی موضوعات پر ہیں، اور سب طبع ہو چکی ہیں، کچھ تصنیفات اب بھی مسودہ کی شکل میں ہیں، ممکن ہے تادم تحریر ان میں سے بھی کچھ چھپ گئی ہوں، ان کتابوں میں جوامع الکلم، جوامع الحکم، بدائع الحکم، معارف السنۃ وغیرہ ہیں۔

وفات دہلی ۱۵ شوال ۱۳۹۲ھ ۱۳ دسمبر ۱۹۷۲ء مدفن کاندھلہ

مولانا قاضی احتشام الدین مرادآبادی

ولادت مرادآباد

اپنے دور کے مشہور اہل قلم میں سے تھے، تعلیم کا آغاز مرادآباد کے مدرسوں میں ہوا پھر مولانا قاضی بشیر الدین قنوجی سے مزید تعلیم حاصل کر کے دہلی گئے اور وہاں شاہ نذیر حسین محدث دہلوی کے حلقہ درس میں شامل ہوئے اور ان سے حدیث کی تعلیم لے کر مرادآباد واپس آئے۔

فراغت کے بعد تدریس کے علاوہ تصنیف و تالیف میں لگ گئے، انھوں نے اردو میں قرآن پاک کی ایک تفسیر "اکسیر اعظم" کے نام سے کئی جلدوں میں لکھی ہے، فتاویٰ عالمگیری کی جلد اول کا اردو میں ترجمہ بھی کیا ہے، ملا عبد القادر بدایونی کی مشہور کتاب منتخب التواریخ جو فارسی زبان میں ہے اس کو بھی آپ نے اردو میں منتقل کیا ہے، علم عقائد میں ان کا ایک رسالہ ہے۔

وفات مرادآباد ۱۳۱۳ھ ۱۸۹۵ء

مولانا اختر شاہ خاں سنبھلی

ولادت سرائے ترین سنبھل ضلع مراد آباد سنہ ۱۹۲۰ء

سنبھل میں تعلیم کا آغاز ہوا سنہ ۱۳۶۹ھ (سنہ ۱۹۴۹ء) میں دار العلوم دیوبند گئے اور مولانا حسین احمد مدنی شیخ الحدیث دار العلوم دیوبند اور دوسرے اساتذہ حدیث سے دورۂ حدیث پڑھ کر سند فراغت حاصل کی۔

فراغت کے بعد یوسف پور محمد آباد ضلع غازی پور کے ایک مدرسہ میں مدرس ہو کر گئے وہاں چند سال تدریسی فرائض انجام دینے کے بعد وہاں سے ترک تعلق کر لیا اور آپ مدرسہ معہد ملت مالیگاؤں ضلع ناسک مہاراشٹر، میں صدر مدرس ہو کر چلے گئے۔ آپ کے جانے کے بعد ہی مدرسہ میں دورۂ حدیث کا آغاز ہوا تو موصوف کو شیخ الحدیث بنایا گیا اور صحاح ستہ میں بخاری شریف اور اور ترمذی کا درس آپ کے ذمہ ہوا۔

سنہ ۱۳۷۹ھ (سنہ ۱۹۶۰ء) میں آپ گھر کی مجبوریوں کی وجہ سے مستعفی ہو کر وطن آگئے اور دوسرے سال سنہ ۱۳۸۰ھ میں آپ مدرسہ امدادیہ مراد آباد میں استاد بنائے گئے، لیکن وہاں زیادہ دنوں تک نہیں رہے سنہ ۱۳۸۲ھ میں وہاں سے مستعفی ہو گئے اور پھر جامعہ قاسمیہ شاہی مراد آباد میں طبقۂ علیاء کے مدرس ہو گئے، ترمذی شریف آپ کے حوالے کی گئی، تدریس کے علاوہ فتویٰ نویسی بھی آپ کے متعلق تھی، اور آخر عمر تک مدرسہ شاہی میں اسی عہدہ پر رہے اور اسی عہدہ پر رہتے ہوئے رہگرائے عالم آخرت ہوئے۔

انتہائی متقی اور زاہد و عابد تھے لوگ تو ان کو ولی سمجھتے تھے، ان کی بزرگی اور ولایت کا راز ان کے انتقال کے بعد کھلا، انتقال مراد آباد میں ہوا مگر تدفین آپ کے وطن سنبھل میں ہوئی، چھ ماہ بعد برسات کا موسم آیا اور شدید بارش کی وجہ سے آپ کی قبر کھل گئی، حیرتناک بات یہ تھی کہ نعش بالکل صحیح وسالم اور تروتازہ تھی۔ مولانا آفتاب علی صاحب کے مشورے سے دوسری جگہ دوبارہ باقاعدہ دفن کیا گیا تاکہ مولانا مرحوم کی نعش تماشاگاہ نہ بنے۔

وفات مراد آباد ۳ ذی الحجہ سنہ ۱۳۸۸ھ ۲۲ فروری سنہ ۱۹۶۹ء مدفن سنبھل

مولانا محمد ادریس کاندھلوی

ولادت کاندھلہ ضلع مظفر نگر ۱۳۱۸ھ (سنہ ۱۹۰۰ء)

ہندوستان کے مشاہیر علمار میں شمار ہے، آپ دارالعلوم دیوبند کے فاضل اور حضرت شیخ الہند کے ارشد تلامذہ میں سے ہیں، فراغت کے بعد مختلف مدارس میں تدریسی فرائض انجام دیئے، پھر آپ کو دارالعلوم دیوبند میں بلایا گیا اور ایک عرصہ تک یہاں تفسیر وحدیث اور ادب کا درس دیتے رہے، پھر آپ حیدرآباد جامعہ عثمانیہ میں چلے گئے اور وہاں آٹھ نو سال تدریسی فرائض انجام دیئے، پھر آپ نے حیدرآباد سے ترک تعلق کر لیا اور دوبارہ دارالعلوم دیوبند میں آئے، اسی دور میں ہندوستان آزاد ہوا اور ملک کی تقسیم عمل میں آئی، آپ نے تقسیم ملک کے بعد ہجرت فرمائی اور پاکستان چلے گئے اور لاہور کے مشہور مدرسہ جامعہ اشرفیہ میں شیخ الحدیث رہے اور وہیں انتقال کیا۔

تفسیر وحدیث کا مطالعہ بہت وسیع تھا، اس کا اندازہ ان کی تصنیفات سے ہوتا ہے جو اپنے موضوع پر بے مثال اور تشفی بخش ہیں، آپ نے مشکوٰۃ کی ایک شرح عربی میں "التعلیق الصبیح" کے نام سے چار جلدوں میں لکھی ہے، مختلف فیہ مسائل پر آپ نے جو بحثیں لکھی ہیں وہ آپ کے تفقہ اور حدیث ورجال پر وسعت نظر کا بہترین ثبوت ہیں، درس نظامی کی مشہور کتاب مقامات حریری پر آپ کا حاشیہ اتنا اہم ہے کہ آج تک برابر شائع ہو رہا ہے اس کے علاوہ کوئی دوسرا اتنا مفید حاشیہ نہیں لکھا گیا ہے، سیرت کے موضوع پر اردو میں انکی کتاب "سیرۃ المصطفیٰ" انتہائی مستند کتاب ہے اردو زبان میں سیرت کے موضوع پر لکھی جانیوالی کتابوں میں علامہ شبلی کی سیرۃ النبی لاجواب کتاب ہے لیکن سیرۃ المصطفیٰ میں صحت روایات کا جو التزام کیا گیا ہے وہ دوسری سیرت کی کتابوں میں نہیں پایا جاتا اگر ایک دو کتابوں میں اس کی کوشش کی گئی ہے تو انکی پیشکش کا طریقہ درست نہیں ہے، آپ نے قرآن کی ایک تفسیر اردو میں مفصل لکھنے کا آغاز کیا تھا جس کا نام "معارف القرآن" رکھا تھا مگر ۲۲ پاروں تک یہ تفسیر پہونچی تھی کہ پیام اجل آپہونچا، آپ کی دوسری کتابوں میں حجیت حدیث، مقدمہ صحیح بخاری، الابواب والتراجم للبخاری، تحفۃ القاری علی مشکلات البخاری اور اعجاز القرآن وغیرہ ہیں، آپ عربی زبان کے قادر الکلام شاعر بھی تھے، آپ کی ایک نعت مقامات حریری کے ساتھ شائع ہوئی ہے جو چالیس شعروں پر مشتمل ہے اس میں تقریباً ڈیڑھ سو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اسماء صفاتیہ کا ذکر ہے، پوری نعت حشو و زوائد سے پاک ہے، الفاظ کو موتیوں کی طرح

جڑ گیا ہے۔

وفات لاہور ۱۳۹۳ھ ۱۹۷۳ء

مولانا ارشاد حسین مجددی رام پوری

ولادت رام پور ۱۴؍صفر ۱۲۴۸ھ ۱۳؍جولائی ۱۸۳۲ء

رام پور وطن تھا، علماء احناف میں شمار کئے جاتے تھے، علامہ شبلی کے اساتذہ میں ہیں، حدیث کی تعلیم انھوں نے دہلی جاکر شیخ احمد سعید مجددی سے حاصل کی اور ان سے سند واجازت حاصل کی، فراغت کے بعد رام پور میں درس وتدریس میں مشغول ہو گئے، ان کی فقہی بصیرت مشہور تھی اور بہت بڑے فقیہ سمجھے جاتے تھے، جامعہ قاسمیہ شاہی مراد آباد جو مولانا محمد قاسم نانوتوی کا قائم کردہ ہے اس کے جلسے میں گئے تھے تو مدرسہ کے معائنہ رجسٹر پر ان کی تحریر موجود ہے، ان کی ایک کتاب کا تذکرہ ملتا ہے جو "انتصار الحق" کے نام سے تھی۔

وفات رام پور ۱۵؍جمادی الثانی ۱۳۱۱ھ ۱۸۹۳ء

مولانا سید ازہر شاہ قیصر

ولادت دیوبند میں ہوئی، آپ علامہ انور شاہ کشمیری شیخ الحدیث دار العلوم دیوبند کے بڑے لڑکے تھے خود بھی عالم فاضل تھے، دار العلوم میں تعلیم پائی اور دار العلوم دیوبند ہی کی ملازمت میں زندگی صرف کردی، آپ ادارہ کے رسالہ "دار العلوم" کے آخر عمر تک ایڈیٹر رہے، اور ہر ماہ پابندی سے نکالتے رہے اردو ادب کا اچھا ذوق تھا، ان کی تحریروں میں ادب کی چاشنی رہتی تھی، ہنگامہ آرائیوں سے ہمیشہ دور رہے اور یکسو ہو کر اپنے فرائض ادا کرتے رہے۔

وفات دیوبند ۱۲؍ربیع الاول ۱۴۰۶ھ ۲۷؍نومبر ۱۹۸۵ء

شاہ اسماعیل شہید دہلوی

ولادت دہلی ۱۱۹۳ھ ۲۹؍اپریل ۱۷۷۹ء

خاندان ولی اللہی کے چشم وچراغ، مجاہد کبیر، بدعات وخرافات اور مشرکانہ رسم ورواج کے خلاف شمشیر براں ان کے زمانہ میں مغلیہ حکومت کا آخری دور چل رہا تھا، شاہی قلعہ میں بہت سی بدعات وخرافات کو دین کا درجہ دے دیا گیا تھا، اس کا اثر شہر دہلی کے مسلمانوں پر بھی تھا،

مشرکانہ رسم و رواج کا اتنا بول بالا تھا کہ اس کے خلاف آواز بلند کرنا اپنی جان کو خطرے میں ڈالنا تھا، ایسے خطرناک ماحول میں شاہ صاحب نے ان کے خلاف آواز بلند کی، آپ پر جان لیوا حملے ہوئے، لیکن قدرت نے آپ کو بچالیا، شاہی دربار کے ارکان سے شکایتیں کر کے شاہ صاحب کو ذلیل و رسوا کرانے اور سزا دلانے کی کوششیں کی گئیں مگر خدا کو آپ کی ذات سے دین کا کام لینا تھا اس لئے آپ محفوظ رہے، آپ رائے بریلی کے مشہور مصلح و مرشد سید احمد شہید رائے بریلوی سے بیعت تھے، بیعت کے بعد آپ اپنے شیخ کے مشن میں پوری جاں نثاری اور جذبہ فداکاری کے ساتھ شریک ہوئے اور ان کے دست و بازو بنے، سید صاحب کا دہلی سے کلکتہ تک جو اصلاحی سفر ہوا اس پورے سفر میں آپ کے ہمراہ رہے اور ہر منزل پر ٹھہر کر وہاں کے مسلمانوں میں رائج بدعات وخرافات کے خلاف تقریریں کیں اور اس کے فوری اثرات مرتب ہوئے اس سفر میں سیکڑوں آبادیوں میں رائج مشرکانہ رسم و رواج اور شیعی اثرات کو بیخ و بن سے اکھیڑ دیا گیا، سید صاحب کے ہمراہ ہندوستان کے سرحدی علاقوں میں سکھ حکومت کے مظالم کے خلاف جہاد کے لئے گئے وہیں شہید ہوئے، آپ کی کتاب "تقویۃ الایمان" مشہور ہے جو بدعات وخرافات کی دنیا پر بجلی بن کر گری۔

شہادت بالاکوٹ (فرنٹیر) ذیقعدہ ۱۲۴۶ھ ۶ مئی ۱۸۲۱ء

مولانا اسلم جیراجپوری

ولادت جیراجپور ضلع اعظم گڈھ ۷ ربیع الاول ۱۲۹۹ھ (۲۷ جنوری ۱۸۸۲ء)

ان کے والد کا نام مولانا سلامت اللہ تھا جو مستند اہل حدیث تھے اور شاہ نذیر حسین دہلوی کے شاگرد تھے، مولانا اسلم صاحب تعلیم حاصل کرنے کے بعد جامعہ ملیہ دہلی میں تاریخ کے استاذ رہے اور عبداللہ چکڑالوی کی جماعت "اہل قرآن" سے وابستہ تھے، یہ جماعت احادیث کو مجموعہ خرافات کہتی اور سمجھتی ہے، اس کا یہ دعویٰ ہے کہ احادیث عہد رسالت کے بہت بعد گڑھ کر ان کو غلط طور پر حضور کی طرف منسوب کر دیا گیا ہے، بخاری و مسلم تک کی حدیثیں ناقابل اعتبار اور جھوٹی ہیں۔ مولانا اسلم کی کتاب "تاریخ الامۃ" مشہور ہے جو کئی جلدوں میں ہے،

وفات و مدفن دہلی ۲۵ دسمبر ۱۹۵۵ء (۱۳۷۵ھ)

مولانا اسلام الحق اعظمی۔

ولادت قصبہ کوپا گنج ضلع اعظم گڈھ ۱۳۳۲ھ

دار العلوم دیوبند کے فاضل تھے، فراغت کے بعد گجرات وغیرہ کے کئی مدارس میں تدریسی خدمات انجام دیں، آخر میں آپ کو دار العلوم دیوبند میں بلالیا گیا اور طبقہ علیا کا استاذ بنایا گیا، زندگی کے اخیر لمحات تک آپ دار العلوم سے وابستہ رہے، آپ نے کئی درسی کتابوں کی شرحیں لکھی ہیں جو چھپ چکی ہیں ان میں ملا حسن، میبذی کی شروح شامل ہیں، بہت ہی نیک سادہ دل اور سادہ مزاج بزرگ تھے۔

وفات کوپا گنج ضلع اعظم گڈھ ۱۳۹۲ھ ۱۹۷۲ء

مولانا اسد اللہ مئوی

ولادت مئو ناتھ بھنجن

عالم فاضل اور ماہر طبیب تھے، مرزا پور میں تعلیم حاصل کی، تکمیل کے بعد وطن آئے اور اپنے بھائی حکیم عبد اللہ سے طب کی کتابیں پڑھیں اور نبض شناسی اور فن طبابت سیکھا پھر مرزا پور میں ایک مدرسہ کے مدرس ہوگئے، فرائض تدریس کے ساتھ آپ مطب بھی کرتے تھے۔

وفات ۱۳۴۰ھ ۱۹۲۱ء

مولانا اسعد اللہ رام پوری

مظاہر علوم سہارنپور کے جلیل القدر استاد، انتہائی ذہین وفطین، درس نظامی کی کتابیں ازبر، اردو فارسی اور عربی کے نادر الکلام شاعر اور نقاد، عربی ادب کا بہترین ذوق رکھتے تھے، مظاہر علوم میں کئی ذمہ دارانہ عہدوں پر فائز رہے، حضرت تھانوی سے بیعت تھے اور چاروں سلسلوں میں خلافت واجازت حاصل تھی، ان کے مکاتیب جو شائع ہو چکے ہیں ان میں بڑی ادبی چاشنی ہے اردو شاعروں کے کلام پر تبصرہ وتنقید بھی ہے، ان کی قلمی یادگار میں مصباح الطحاوی ہے۔

وفات سہارنپور ۱۲ رنومبر ۱۹۷۹ء ۱۴۰۰ھ

شاہ محمد اسحاق محدث دہلوی

ولادت دہلی ۸ر ذی الحجہ ۱۱۷۶ھ جون ۱۷۶۳ء

ہندوستان کے ایہ ناز محدث، ان کے ذریعہ ہندوستان میں علم حدیث کا شیوع ہوا، متحدہ ہندوستان کے علماء میں اکثریت انھیں حضرات کی ہے جن کی سند حدیث شاہ صاحب ہی کے ذریعہ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی تک پہونچتی ہے اور پھر ان سے صحاح ستہ کے مولفین تک جاتی ہے، آپ حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی کے نواسے ہیں، دہلی میں ولادت ہوئی یہیں نشو ونما پائی، عربی کی ابتدائی کتابیں مولانا عبدالحئی بڈھانوی داماد حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی سے اور بقیہ کتابیں اپنے نانا شاہ عبدالعزیز صاحب دہلوی سے پڑھیں اور انھیں سے سند واجازت حدیث حاصل کی پھر وہی شاہ عبدالعزیز کے جانشین بھی ہوئے کیونکہ آپ کے اولاد ذکور نہیں تھی، اپنا گھر اپنی کتابیں ان کو سپرد کردیں پھر انھیں کی مسند درس پر بیٹھ کر ایک عالم کی علمی تشنگی بجھائی ۱۲۴۰ھ میں آپ نے پہلا سفر حج کیا اور حرمین شریفین کے علماء سے استفادہ کیا، خاص طور سے شیخ عمر بن عبدالکریم المکی المتوفی ۱۲۴۷ھ سے سند حدیث لی، حج کے بعد آپ دہلی واپس آئے اور ۱۶ سال تک درس حدیث دیتے رہے پھر آپ ۱۲۵۸ھ میں اپنے پورے خاندان کے ساتھ مکہ مکرمہ ہجرت کی نیت سے چلے گئے اور مستقل وہیں سکونت اختیار کرلی، مکہ مکرمہ میں بھی آپ کا علمی فیض جاری رہا اور حرم میں برابر درس حدیث دیتے رہے، سرزمین حجاز کے بہت سے مشاہیر علماء کو آپ سے شرف تلمذ حاصل ہوا اور وہ اپنے شیخ کے عمر بھر ثناخواں رہے، مکہ مکرمہ ہی میں آپ کی وفات ہوئی اور ام المومنین حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کی قبر شریف کے پاس دفن ہوئے، شاہ صاحب اپنے عہد کے بے مثال محدث تھے اور شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی کے بعد سب سے زیادہ علم حدیث ہندوستان میں انھیں کے ذریعہ پھیلا اور عام ہوا۔

وفات مکہ مکرمہ، ۲ر رجب ۱۲۶۲ھ ۱۸۴۶ء

مولانا محمد اسمٰعیل سنبھلی۔

ولادت دیپا سرائے سنبھل ضلع مرادآباد

بہترین مقرر وخطیب تھے اور ذہین مناظر، تحریک آزادی کے رہنما تھے، تحریک آزادی

اور سرگرم سیاست میں حصہ لیا، خلافت کے دور میں میدان سیاست میں اترے اور ۱۹۲۲ء میں عدم تعاون تحریک کے سلسلہ میں ایک باغیانہ تقریر کی وجہ سے گرفتار ہوئے اور دو سال قید سخت کاٹی، رہائی کے بعد آپ مدرسہ شاہی مراد آباد میں استاد حدیث مقرر ہوئے مسلم شریف کا درس خصوصیت کے ساتھ آپ کے پاس رہا مگر سیاسی سرگرمیاں موقوف نہیں ہوئیں ۱۹۳۱ء کی ہولناک قربانی میں آپ نے مختلف مقامات پر جو پُرجوش تقریریں کیں اس کے نتیجہ میں پھر گرفتار کر لئے گئے اور جیل بھیج دیئے گئے، ایک سال کے بعد رہائی ہوئی، جمعیۃ علماء ہند کے اسی دور میں ڈکٹیٹر بنائے گئے اور دہلی جاکر جامع مسجد شاہجہانی میں ولولہ انگیز تقریر کی اور پرچم لہرایا دہیں دہلی میں گرفتار کر لئے گئے اور دو سال کے لئے جیل بھیج دیئے گئے ۱۹۴۲ء کی تحریک، کوئٹ انڈیا، میں بھی گرفتار کر کے مراد آباد جیل میں ڈال دیا گیا جہاں مولانا حسین احمد مدنی پہلے سے موجود تھے، جیل ہی میں آپ حضرت مدنی سے بیعت ہوئے اور خلافت سے سرفراز کیے گئے۔

آزادی کے بعد دو بار آپ صوبائی اسمبلی کے ممبر منتخب ہوئے، ایک جید عالم ہونے کی وجہ سے اسلام کا درد سینہ میں تھا اس لئے بدعات وخرافات کے خلاف بھی جہاد کرتے رہے بریلی میں رضا خانیوں سے ہونے والے مناظرہ میں آپ اہل حق کے صدر تھے، ۲۲ برس مدرسہ شاہی مراد آباد میں استاد حدیث رہے کچھ دنوں آنند گجرات کے مدرسہ میں رہے ان کے علاوہ مدرسہ امدادیہ مراد آباد، مدرسہ رحمانیہ مونگیر، جامعہ اسلامیہ بنارس وغیرہ میں صدر المدرسین یا شیخ الحدیث رہے، آخر عمر میں سنبھل میں مستقل قیام کیا اور وہیں سے سفر آخرت پر روانہ ہوئے۔

وفات سنبھل ضلع مراد آباد ۱۳۹۵ھ ۱۹۷۵ء

پروفیسر اشتیاق احمد قریشی

ولادت پٹیالی ضلع ایٹہ ۲۰ نومبر ۱۹۰۳ء

ممتاز مورخ، اور ماہر تعلیم تھے، خالص انگریزی تعلیم حاصل کی، کیمبرج یونیورسٹی سے تاریخ میں پی ایچ ڈی کیا، اسٹیٹ اسٹیفن کالج دہلی اور پھر دہلی یونیورسٹی میں پروفیسر ہوئے، تقسیم ملک کے بعد پاکستان چلے گئے وہاں معزز عہدوں پر رہے، منصب وزارت پر بھی ایک زمانہ میں فائز رہے، کولمبیا یونیورسٹی (امریکہ) میں مہمان پروفیسر بنائے گئے، پاکستان کے

ادارۂ تحقیقات اسلامیہ کراچی کے سربراہ رہے، کراچی یونیورسٹی کے وائس چانسلر بھی رہ چکے تھے، حکومت پاکستان کی طرف سے ان کو کئی اعزاز بھی ملے تھے، آخر میں وہ ، ادارہ قومی زبان کراچی ، کے چیرمین رہے اور اسی عہدے پر رہتے ہوئے اسلام آباد کے ہسپتال میں انتقال کیا۔

وفات ۲۲ر جنوری ۱۹۸۱ء مدفن کراچی ۔

حکیم الامۃ مولانا اشرف علی تھانوی

ولادت تھانہ بھون ۵ ر ربیع الثانی ۱۲۸۰ھ (۱۸۶۳ء)

حکیم الامۃ ، مجدد طریقت ، شیخ الکل ، حاجی امداد اللہ تھانوی مہاجر مکی مولانا محمد یعقوب نانوتوی مولانا قاسم نانوتوی، مولانا شیخ محمد تھانوی کی یادگار، عظیم المرتبت شیخ طریقت ، عظیم ترین مصنف، اولوالعزم مصلح اُمت ہزاروں لوگوں کا تزکیہ باطن کیا، غلط راہوں سے ہٹا کر صراط مستقیم پر لگا دیا، اپنے دور میں پورے متحدہ ہندوستان کی مذہبی فضا پر چھائے ہوئے تھے . جھونپڑے سے نکل کر شاہی درباروں تک جن کا غلغلۂ شہرت بلند تھا۔

آپ نے ابتدائی تعلیم مولانا شیخ محمد تھانوی سے حاصل کی ۱۲۹۵ھ سے لے کر ۱۳۰۱ھ تک مسلسل دارالعلوم دیوبند میں رہ کر حضرت مولانا محمد یعقوب نانوتوی صدر المدرسین دارالعلوم دیوبند اور دیگر اساتذہ دارالعلوم سے تعلیم حاصل کر کے فارغ ہوئے ، فراغت کے بعد فوراً آپ کانپور کے مدرسہ میں بحیثیت مدرس آگئے اور یہاں مسلسل چودہ سال فرائض تدریس انجام دیتے رہے اس کے علاوہ وہ اپنے مواعظ اور فتاوی کے ذریعہ لوگوں کی خدمت انجام دیتے رہے۔

۱۳۱۵ھ میں مدرسہ کانپور سے ترک تعلق کر کے تھانہ بھون میں متوکلاً علی اللہ خانقاہ امدادیہ میں اقامت فرمائی اور اسی خانقاہ میں بیٹھ کر اصلاح امت اور تجدید دین کا عظیم ترین کارنامہ انجام دیا، مشہور مرشد شیخ کامل مرجع علماء و مشائخ حاجی امداد اللہ تھانوی مہاجر مکی سے بیعت ہوئے اور پھر خلیفہ بنائے گئے، اس راہ سے بے شمار افراد کی دینی رہنمائی فرمائی اور ان کو صراط مستقیم پر لگایا، آپ سے بیعت ہونے والوں کی صحیح تعداد کا اندازہ نہیں کیا جاسکتا، البتہ آپ کے خلفاء کی جو تعداد شائع ہوئی ۱۴۹ ہے، تصنیف وتالیف

شب وروز کا مشغلہ تھا، چھوٹی بڑی ۸۰۰ کتابیں آپ کے قلم سے نکلیں اور مقبول عوام ہوئیں مستقل تصانیف کی تعداد ۳۴۵ ہے، مواعظ وملفوظات پر مشتمل کتابوں کی تعداد ۳۲۱ ہے تلخیصات وتسہیلات ۲۱۱، قرآن پاک کا اردو میں ترجمہ کیا جس کے انگنت ایڈیشن شائع ہوئے، بیان القرآن کے نام سے عالمانہ تفسیر لکھی، بدعات وخرافات اور مشرکانہ رسم ورواج کی دنیا میں آپکے نام سے ہمیشہ زلزلہ برپا رہا، بہت سی بدعات وخرافات سے مسلمانوں کو نجات دلائی، ۸۲ سال کی عمر میں تھانہ بھون میں وفات پائی۔

وفات تھانہ بھون ۱۶ ررجب ۱۳۶۲ھ ۲۰ رجولائی ۱۹۴۳ء مدفن تکیہ کلاں

خانقاہ امدادیہ - تھانہ بھون

مولانا اشفاق الرحمٰن کاندھلوی

اپنے وقت کے مشہور صاحب درس وتدریس ممتاز عالم تھے، آپ کاندھلہ ضلع مظفر نگر کے مردم خیز قصبہ سے تعلق رکھتے تھے دس سال مظاہر علوم سہارن پور میں مختلف تعلیمی وتنظیمی عہدوں پر رہے اور ہر علم وفن کی کتابیں پڑھاتے تھے، جب مظاہر علوم سے ترک تعلق کیا تو مسلسل ۱۰ سال جامعہ شرقیہ دہلی میں تدریسی خدمات انجام دیں، پھر وہاں سے ہٹ کر مدرسہ فتحپوری میں منصب تدریس پر فائز رہے اور تقریباً اٹھارہ سال کی طویل مدت یہاں بھی گذاری، ۲۶ سال دہلی میں تعلیمی وتدریسی خدمات انجام دینے کے بعد آپ بھوپال گئے اور وہاں کے مشہور ادارہ جامعہ احمدیہ میں شیخ الحدیث بنا دیئے گئے ______ تقسیم ملک کے بعد بھی چند سال ہندوستان میں رہے اور سنہ ۱۹۵۰ء میں پاکستان چلے گئے اور وہاں ٹنڈو الہ یار کے مرکزی مدرسہ میں استاذ حدیث رہے، اور زندگی کے اخیر لمحات تک آپ اسی مدرسہ سے وابستہ رہے اور وہیں سے سفر آخرت اختیار کیا۔

طویل تدریسی تجربات اور وسعتِ مطالعہ نے آپ کے اندر علم کی گہرائی پیدا کی چونکہ تصنیف وتالیف کا اچھا ذوق رکھتے تھے اس لئے آپ سے کئی اہم کتابیں یادگار رہیں اور سب علمی موضوعات سے تعلق رکھتی ہیں، ان کی اہم تصانیف میں: کشف المغطاء عن رجال الموطا،

مشہور اور اہم ہے کتاب میں ۵۰۸ تراجم مذکور ہیں، موطا امام مالک پر آپ کا حاشیہ بھی ہے تدوین حدیث کی تاریخ پر ان کی کتاب "علم حدیث"، ایک اہم کتاب ہے، دیگر تصانیف میں حاشیہ سنن نسائی، احسن البیان فی ما یتعلق بالقرآن، الطیب الشذی فی شرح الترمذی اور مرآۃ التفسیر وغیرہ شامل ہیں۔

وفات ٹنڈو والہ یار (پاکستان) سنہ ۱۹۵۷ء سنہ ۱۳۷۷ھ

اشفاق اللہ خان

ولادت شاہجہاں پور سنہ ۱۹۰۰ء

والد کا نام شفیق احمد خان تھا، ایک کالج میں پڑھ رہے تھے کہ ایک ایسے جیالے نوجوان سے ان کی دوستی ہو گئی جو انقلابی پارٹی کا رکن تھا، تحریکِ خلافت کا طوفانی دور تھا ہر چھوٹے بڑے کے دل میں آزادی کا سودا سمایا ہوا تھا، یہ بھی تشدد پسند انقلابی پارٹی میں شامل ہو گئے، یہ عمر کے اس دور میں تھے جب ہوش سے زیادہ جوش سے سابقہ پڑتا ہے، اپنے آٹھ دس انقلابی ساتھیوں کے ساتھ مل کر یہ منصوبہ بنایا کہ ۹ راگست سنہ ۱۹۲۵ء کو لکھنؤ کے قریب کاکوری ریلوے اسٹیشن پر ریل سے جانے والے سرکاری خزانے پر حملہ کیا جائے، بات پکی ہو گئی، ٹرین چھوٹ کر جوں ہی میدانی علاقہ میں پہونچی انھوں نے اپنے ساتھیوں کے ساتھ ٹرین پر ہلہ بول دیا، ٹرین رک گئی، لوہے کا صندوق اتار لیا گیا لیکن صندوق کسی طرح نہ کھل سکا تب تک پولیس پہونچ گئی، سب فرار ہو گئے، مگر جلد ہی پکڑ لئے گئے، اشفاق اللہ خان کو فیض آباد جیل میں رکھا گیا، لکھنؤ کی عدالت میں ان پر مقدمہ چلایا گیا، عدالت نے پھانسی کی سزا تجویز کی اور ۳ راپریل سنہ ۱۹۲۶ء کو پھانسی پر چڑھا دیا گیا، پھانسی کے تختہ پر جانے سے قبل انھوں نے اپنے اعزہ اور مجمع کے سامنے جو جرأتمندانہ بیان دیا تھا وہ ایک طرف دینی جذبے سے مملو تھا تو دوسری طرف نوجوانوں کا خون گرم کر دینے والا تھا دو مرتبہ کلمہ شہادت پورا پورا ادا کیا تیسری مرتبہ کلمہ ابھی پورا نہیں ہوا تھا کہ جان جاں آفریں کو سپرد کر دی۔

پھانسی جیل فیض آباد ۳ راپریل سنہ ۱۹۲۶ء (سنہ ۱۳۴۵ھ)

مولانا شاہ اصغر حسین دیوبندی

ولادت دیوبند ۱۲۹۴ھ

دار العلوم دیوبند کے قدیم اور معزز ترین اساتذہ میں تھے، اہل علم ان کی ولایت کے معترف تھے، کم آمیز اور تنہائی پسند بزرگ تھے، ہنگامہ آرائیوں سے اجتناب کرتے تھے۔ "نہایات النسب" کتاب نے جو ایک ہنگامہ برپا کیا تھا اس سلسلہ میں انھیں سے اس کتاب کے قابل اعتراض مضامین کی اصلاح کی درخواست کی گئی تھی۔ آپ کا ترمیم کردہ ایڈیشن شائع ہوا اگرچہ فتنہ ختم نہیں ہوا لیکن اس آگ کو زیادہ بھڑکنے نہیں دیا۔

وفات دیوبند ۱۳۶۴ھ (۱۹۴۳ء)

قاری اصغر علی

فاضل دیوبند اور حضرت شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد مدنی کے فدائیوں اور جاں نثاروں میں تھے آپ سے بیعت تھے اور آپ کے خلیفہ مجاز بھی، اپنے شیخ سے انتہائی والہانہ تعلق خاطر رکھتے تھے، ساری زندگی انھیں کے آستانے پر گذار دی، ان کی حیثیت مدنی خاندان کے ایک فرد کی تھی، گھر کا جملہ نظم و نسق آپ ہی سے متعلق تھا، انتہائی نیک اور مخلص اور معاملہ شناس تھے۔

وفات ۲۳ محرم ۱۳۶۴ھ (دسمبر ۱۹۴۳ء)

مولانا اعزاز علی (شیخ الادب)

ولادت امروہہ ضلع مرادآباد محرم ۱۳۰۰ھ (نومبر ۱۸۸۲ء)

فاضل دار العلوم دیوبند، شیخ الہند سے شرف تلمذ حاصل ہے، دار العلوم کے انتہائی محترم اور معزز استاذ، دار العلوم میں مختلف ذمہ دارانہ عہدوں پر فائز رہے، ادب اور فقہ سے خصوصی دلچسپی تھی اور کئی کتابوں پر ان کے حواشی ہیں، مشہور درسی کتاب نفحۃ الیمن کی جگہ پر پڑھانے کے لئے نفحۃ العرب لکھی جو اکثر مدارس عربیہ میں داخل نصاب ہے، دیوان متنبی پر عربی زبان میں حاشیہ لکھا جو آج تک چھپ رہا ہے، اردو میں بھی دیوان متنبی کی ایک شرح ہے، آپ عربی اور اردو کے قادر الکلام شاعر بھی تھے۔ دار العلوم میں انتہائی اعزاز و احترام کی نگاہوں سے

دیکھے جاتے تھے، وقت اور اصول کے سخت پابند تھے، اوقات مدرسہ میں ایک منٹ کی تاخیر برداشت نہیں تھی، طلبہ پر ان کا رعب اس قدر تھا کہ وہ دور سے دیکھ کر راستہ کاٹ جاتے تھے، دارالعلوم کے عرصہ دراز تک ناظم تعلیمات رہے، طلبہ کی تربیت پر خصوصی نگاہ رکھتے تھے، آپ نام کے بجائے احاطۂ دارالعلوم میں صرف شیخ الادب کے لقب سے مشہور تھے۔

وفات دیوبند ۱۳۷۳ھ (۱۹۵۳ء)

ڈاکٹر سر اقبال

ولادت سیالکوٹ (پنجاب) ۲۹ دسمبر ۱۸۷۳ء (۹ ذی قعدہ ۱۲۹۰ھ)

ہندوستان کے مشہور شاعر، حکیم الامت اور ترجمان حقیقت ان کے نام کے ساتھ استعمال کیا جاتا ہے، انھوں نے اردو شاعری کو گل و بلبل، سنبل و ریحان اور ساقی و پیمانہ کے محدود دائرے سے نکال کر مصاف زندگی کو قومی و ملی زمزموں سے معمور کیا اور قوم و ملت کا ترجمان بنایا، ان کے کلام کے مجموعوں میں بانگ درا، بال جبریل، ضرب کلیم، ارمغان حجاز، پس چہ باید کرد اے اقوام مشرق، جاوید نامہ وغیرہ شائع ہو کر عام ہو چکے ہیں، ان کی مشہور نظم، شکوہ، جواب شکوہ، اپنے رنگ و آہنگ کے لحاظ سے بے مثل نظم ہے، ان کا لکھا ہوا ترانہ بچے بچے کی زبان پر ہے اور خلائی سفر پر جانے والوں نے گنگنایا۔ سارے جہاں سے اچھا ہندوستاں ہمارا۔

ان کی شاعری اور ان کے فلسفہ پر (اگر کوئی ان کا فلسفہ ہے) بہت سی کتابیں لکھی جا چکی ہیں اردو دنیا میں مرزا غالب کے بعد اقبال اور ان کی شاعری پر جتنا لکھا گیا ہے دوسرا کوئی شاعر اتنا خوش قسمت نہیں ثابت ہوا، آپ کی تعلیم یورپ میں ہوئی، جدید تہذیب کے مرکز میں ایک مدت تک رہ کر اس کے ظاہر و باطن کو دیکھا، سمجھا اور برتا تھا، یورپ کے کئی شاعروں سے وہ متاثر بھی تھے، ان کے بھائی نے قادیانی ہو کر بھی آپ کی تعلیم میں پوری مدد کی، زندگی سادہ تھی، ہندوستان کے مسلمانوں کے مسائل سے دلچسپی تھی تیز طبع اور زود اشتعال بھی تھے، کئی اہم اسلامی شخصیتوں پر ناروا تنقید اسی عجلت پسندی کے نتیجہ میں تھی جس کی وجہ سے بعد میں ان کو اپنی کئی نظموں کو اپنے آخری مجموعۂ کلام سے نکالنے پر مجبور ہونا پڑا، ارمغان حجاز چوں کہ ان کے مرض الموت کے وقت ترتیب دی جا رہی تھی اور ان کے انتقال کے بعد شائع ہوئی اس لئے

بعض اشعار ایسے رہ گئے جو اس مجموعہ میں نہ آئے ہوتے اگر وہ زندہ رہے ہوتے۔

وفات لاہور ۲۱ر اپریل ۱۹۳۸ء (۱۳۵۷ھ)

علامہ اقبال سہیل۔

ولادت موضع بڈھریا ضلع اعظم گڈھ ۱۸۸۴ء ۱۱ر ربیع الثانی ۱۳۱۲ھ

اردو اور فارسی کے مشہور شاعر، بہترین نثر نگار، لاجواب مقرر، ذہانت بلا کی، حاضر جوابی آپ کا خاص فن تھا، بدیہہ گوئی ان کا طرۂ امتیاز تھا، مدرسۃ الاصلاح سرائے میر میں تعلیم حاصل کرنے کے بعد علی گڈھ چلے گئے اور کئی سال مسلسل رہے، ان کے دور طالب علمی کی دلچسپ داستانیں اب بھی معمر اساتذہ سناتے ہیں، علی گڈھ سے ایل ایل بی کیا، پیشہ وکالت تھا، ان کی نعت موج کوثر جو ایک طویل ترین نعت ہے وہ فن نعت گوئی میں ایک مثالی نعت ہے، انجمن فردوس ادب لکھنؤ ہر سال ۱۲ر ربیع الاول کے موقعہ پر امین الدولہ پارک میں ایک عظیم الشان مدح صحابہ کا مشاعرہ کرتی تھی اس شب میں پورا شہر لکھنؤ بجلی کی روشنی میں نہایا ہوا رہتا تھا، رنگ و نور کی جھما جھم بارش میں رات بھر پروگرام چلتا تھا، اقبال سہیل کئی سال مسلسل اس مشاعرہ کی صدارت کرتے رہے، شیعوں کے جواب میں ان کا ایک شعر طویل ترین نظموں پر بھاری ثابت ہوا جو آج ضرب المثل کی حیثیت اختیار کر چکا ہے۔

ہم زندۂ جاوید کا ماتم نہیں کرتے
روئیں وہ جو منکر ہیں حیات شہدا کے

وہ سیاست میں جمعیۃ العلماء ہند کے ہم نوا تھے مولانا سید حسین احمد مدنی سے انتہائی عقیدت رکھتے تھے، ۱۹۳۷ء میں جب یوپی میں کانگریس کی حکومت ہوئی تو آپ کونسل کے ممبر تھے، انھوں نے سید سلیمان ندوی کی حیات شبلی سے قبل علامہ شبلی کی سوانح کا آغاز کیا تھا مگر نا تمام رہ گئی۔

وفات اعظم گڈھ ۷ر نومبر ۱۹۵۵ء ۱۳۷۵ھ

مولانا اکبر شاہ خاں نجیب آبادی

ولادت نجیب آباد ضلع بجنور ۱۸۷۵ء

نجیب آباد ضلع بجنور کے رہنے والے تھے، اسلامی تاریخ کا مطالعہ بہت وسیع تھا، وہ اپنی معرکۃ الآرا کتاب تاریخ الاسلام کی وجہ سے زندۂ جاوید ہو گئے، اس کے ایڈیشن

پر ایڈیشن برابر طبع ہو رہے ہیں اس کے علاوہ بھی ان کی متعدد کتابیں ہیں کچھ دنوں قادیانیت سے قریب ہو گئے تھے مگر جلد ہی توبہ کر کے صراط مستقیم پر آ گئے۔

وفات لاہور ۱۲ رمئی ۱۹۳۶ء (۱۳۵۶ھ)

اکبر الٰہ آبادی

ولادت بارہ ضلع الٰہ آباد ۲۷ ر ذی قعدہ ۱۲۶۲ھ ۱۶ ر نومبر ۱۸۴۶ء

الٰہ آباد ہائیکورٹ کے جج، اپنے طرز کے واحد اور منفرد شاعر، فطری فلسفی، پاک مشرب صوفی اور زندہ دل شاعر تھے، سرسید کی سرگرمیوں کو وہ تشویش کی نگاہ سے دیکھتے تھے اور تہذیب جدید کے بہت بڑے نقاد تھے، مگر ان کی فطری ظرافت نے اس تنقید کو اتنا خوشگوار بنا دیا تھا کہ سب پڑھتے تھے اور لطف لیتے تھے، ان کا مجموعہ کلام شائع ہو چکا ہے، ان کے بہت سے اشعار ضرب المثل کی حیثیت اختیار کر گئے ہیں، ۷۲ سال کی عمر پائی، ان کی شاعری کو قبول عام حاصل ہوا، سرسید اور تہذیب جدید کے حامی اور مخالف دونوں ان کی نظمیں پڑھتے تھے اور زخموں پر نمک چھڑکنے کے باوجود خندۂ زیر لبی پر مجبور ہو جاتے تھے۔

وفات الٰہ آباد ۶ ر محرم ۱۳۴۰ھ ۹ ر ستمبر ۱۹۲۱ء

مولانا اکبر علی سہارن پوری

ولادت سہارن پور ۱۳۲۹ھ (۱۹۱۱ء)

مظاہر علوم میں دورۂ حدیث پڑھ کر سند فراغت حاصل کی پھر وہیں مدرس ہو گئے اور ۲۵ سال مسلسل تدریسی خدمات انجام دیتے رہے اور اس کے ساتھ اچھے خطیب و مقرر تھے اسلئے دینی جلسوں میں شرکت بھی کرتے رہے دور دراز علاقوں تک ان کی شہرت تھی، تقسیم ملک کے بعد ۱۹۵۶ء میں پاکستان چلے گئے، مفتی محمد شفیع صاحب دیوبندی کے دار العلوم میں استاذ حدیث مقرر ہوئے اور یہاں ۱۶ سال آپ صحاح ستہ کی مختلف کتابیں پڑھاتے رہے، آخر میں بخاری شریف اور مسلم شریف آپ کے زیر درس رہیں آپ کی تدریسی خدمات تقریباً آدھی صدی پر مشتمل ہیں اور سیکڑوں علماء کو آپ سے شرف تلمذ حاصل ہے، تصنیف و تالیف سے بھی تعلق رہا، ان کے تحریری کاموں میں ایک اہم کام مولانا رحمت اللہ کیرانوی مہاجر مکی سابق

پادری فنڈر کی مشہور عالم کتاب "اظہار الحق" کا اردو ترجمہ ہے، اس کا نام بائبل سے قرآن تک ہے جو تین جلدوں میں پونے دو ہزار صفحات پر مشتمل ہے، اخبارات و رسائل نے اس پر شاندار تبصرے لکھے ہیں، آپ کی دوسری تصانیف میں "تعلیقاتِ طحاوی" "حلیۃ الراغبین" شامل ہیں کراچی میں وفات پائی۔

وفات کراچی شوال ۱۳۹۶ھ ستمبر ۱۹۷۶ء

مولانا محمد الیاس کاندھلوی

(ولادت کاندھلہ ضلع مظفر نگر ۱۳۰۳ھ ۱۸۸۵ء)

تبلیغی جماعت کے بانی، مصلح میوات، عارف باللہ، جن کی شہرت عالم اسلام سے گذر کر یورپ و امریکہ تک ہے، آپ کی تعلیم مظاہر علوم سہارن پور میں ہوئی، مشہور محدث مولانا خلیل احمد سہارن پوری سے حدیث پڑھ کر سند حدیث حاصل کی، فراغت کے بعد انھیں کے مشورہ سے آپ اپنے والد مولانا محمد اسماعیل کاندھلوی کی جگہ بستی نظام الدین دہلی کی بنگلہ والی مسجد میں سکونت پذیر ہو گئے اور وہیں سے وہ انقلاب آفریں کارنامہ انجام دیا جس کے دائرہ کار میں آج دنیا کے سارے اہم ممالک شامل ہیں اور اسلام کی دعوت و تبلیغ کا پیغام لے کر دنیا کے گوشے گوشے میں قافلے رواں دواں ہیں، آپ نے تبلیغ کا آغاز میواتیوں کی آبادی سے کیا جو ہریانہ میں ہے وہاں کی تیس لاکھ کی آبادی جو میو قوم پر مشتمل تھی وہ خود کو مسلمان کہتی اور سمجھتی تھی لیکن وہ کسی رخ سے مسلمان نظر نہیں آتی تھی، آپ کی انتھک جدو جہد نے ان میں انقلاب عظیم پیدا کیا، ان کو دین کے صراط مستقیم پر لگا دیا، ان کے ظاہر و باطن کو اسلام کے روشن و تابناک سانچے میں ڈھالا، اور صرف ان کی اصلاح ہی نہیں کی بلکہ ان کو اسلام کا داعی بنا دیا اور ان میں اتنی صلاحیتیں پیدا کر دیں کہ وہ خود اب ملکوں ملکوں گھوم پھر کر اسلام کا پیغام عوام تک پہونچانے لگے، خود نہ تھے جو راہ پر اوروں کے ہادی بن گئے، کیا نظر تھی؟ جس نے مُردوں کو مسیحا کر دیا

آپ بہت دبلے پتلے، لاغر و نحیف تھے مگر دین کی خدمت کا جذبہ آپ کے سینہ میں ہمالیہ کی طرح تھا بستی نظام الدین دہلی کی بنگلہ والی مسجد آپ کا مستقر بنی رہی جو آج عالمی تبلیغی جماعت کا مرکز ہے پوری اسلامی دنیا میں تبلیغی جماعت کے کارواں شب و روز رواں دواں ہیں حتیٰ کہ

یورپ وامریکہ کی سرزمین تک ان کی سرگرمیاں جاری ہیں، آپ کے شب وروز اسی فکر میں بسر ہوتے تھے کہ کس طرح اسلام کے پیغام کو دلوں کی آواز بنا دیا جائے خدا نے ان کو کامیابی دی اور ایسی کامیابی دی کہ قرون اولیٰ کے علاوہ پوری اسلامی تاریخ میں اس کی کوئی دوسری مثال نہیں ملتی۔

وفات دہلی ۱۳۶۳ھ ۱۹۴۴ء مدفن بنگلہ والی مسجد بستی نظام الدین دہلی

خواجہ الطاف حسین حالی

ولادت پانی پت کرنال ۱۲۵۳ھ ۱۸۳۷ء

مسدس حالی کے خالق، مشہور انشا پرداز اور شاعر، سرسید اور علی گڈھ تحریک کے دست و بازو، ان کی کتابوں میں "مقدمہ شعر و شاعری" "یادگار غالب" "سرسید کی سوانح حیات حیات جاوید" اپنے اپنے موضوع کا حق ادا کرتی ہیں، مسلم یونیورسٹی علی گڈھ سے وابستہ رہے سرسید کی فرمائش پر مضامین لکھتے رہے اور خود سرسید جب اسلامی موضوعات پر لکھتے تھے تو حالی ان کو تعاون دیتے۔ اور حوالجات و مواد فراہم کرتے تھے۔

وفات یکم جنوری ۱۹۱۵ء صفر ۱۳۳۳ھ

مولانا الٰہی بخش

ولادت کوپا گنج ضلع اعظم گڈھ ۱۲۷۵ھ

آپ کے اساتذہ میں مشہور مصلح مولانا سخاوت علی جونپوری اور شیخ تراب علی اور مولانا عبدالحلیم کے نام شامل ہیں، رسڑا ضلع بلیا کے مدرسہ میں استاد رہے جو اس دور میں مشرقی اترپردیش کا مرکزی مدرسہ رہا، پھر وہاں سے ترک تعلق کر کے قصبہ گھوسی کے مدرسہ ناصر العلوم میں تدریسی فرائض انجام دیئے، اپنے دور کے ممتاز علماء میں سے تھے۔

وفات کوپا گنج ۱۳۱۶ھ ۱۸۹۸ء

مولانا امام الدین پنجابی

صوبہ پنجاب میں کسی علاقے کے رہنے والے تھے، طلب علم کے جوش میں نو عمری میں اترپردیش آگئے اور ایک عرصہ تک سہارنپور میں رہ کر تعلیم حاصل کی اور مولانا احمد علی صاحب محدث سہارنپوری سے حدیث پڑھ کر سند و اجازت حدیث حاصل کی، فراغت

کے بعد مشہور عارف باللہ مولانا شاہ فضل الرحمٰن گنج مرادآبادی سے بیعت کی، شیخ نے ان کو اترپردیش کے مشرقی اضلاع کی اصلاح کے لیے بھیج دیا، آپ مئو آئے، اور ری ضلع اعظم گڈھ سے متصل ایک چھوٹا سا گاؤں شاہ پور ہے اسی گاؤں کے ایک افغان گھرانے میں شادی ہوگئی، ان کے لڑکے، پوتے اور پرپوتے سب عالم ہوئے، مولانا پنجابی کے لڑکے مولوی فضل الرحمٰن اچھے واعظ تھے ان کی شادی ادری میں منشی احمد رضا صاحب کے یہاں ہوئی ان کا جوانی ہی میں انتقال ہوگیا، ان کے دونوں لڑکے مولانا برکات احمد قاسمی اور مولوی بختیار حسن کی پرورش ان کے ماموں نے اپنے لڑکے کی طرح کی اور تعلیم دلائی دونوں اپنے نانیہال ہی میں رہے مولانا برکات احمد قاسمی کے لڑکے مولوی ظہورالباری فاضل دیوبند ہوئے اور علی گڈھ یونیورسٹی سے ڈگری لے کر آج کل جواہر لال نہرو یونیورسٹی دہلی سے وابستہ ہیں، مولانا پنجابی کی مستقل سکونت مئو میں رہی محلہ اللہ داد پورہ میں ایک مدرسہ کی بنیاد ڈالی جو مفتاح العلوم نام سے شاہی مسجد کٹرہ میں منتقل ہوا جو آج ایک مشہور دینی ادارہ ہے۔

موصوف مسجد کے ایک حجرے میں زندگی کے اخیر لمحات تک مقیم رہے اور آج بھی اسی مسجد کے احاطہ میں ابدی نیند سو رہے ہیں، ان کی قبر پر کتبہ لگا ہوا ہے۔

وفات مئو ۱۳۳۵ھ ۱۹۱۶ء مدفن احاطہ مسجد محلہ اللہ داد پورہ مئو

مولانا امجد علی گھوسوی

ولادت گھوسی ضلع اعظم گڈھ ۱۸۶۹ء (۱۲۸۶ھ)

ضلع علی گڈھ کے کسی مدرسہ میں مدرس تھے رضا خانی جماعت کے مشہور عالم تھے، مولانا تھانوی کی کتاب بہشتی زیور کی مقبولیت کو دیکھ کر ان کو دکھ ہوتا رہا کہ ایک وہابی کی کتاب ہر گھر میں پڑھی جاتی ہے اس لئے آپ نے اس کی جگہ "بہار شریعت" کے نام سے اردو میں ایک ضخیم کتاب لکھی جو اس فرقہ کی ایک مقبول کتاب ہے، یہی کتاب ان کے تعارف کا ذریعہ ہے، ان کی جماعت ان کو صدر الشریعت کہتی اور لکھتی ہے اور ان کی قبر پر سالانہ عرس کرتی ہے۔

وفات گھوسی ضلع اعظم گڈھ ۱۹۴۸ء ۱۳۶۸ھ۔

مولانا امانت اللہ غازی پوری

مشہور عالم مولانا محمد فصیح غازی پوری کے صاحبزادے ہیں اور شاگرد بھی، اپنے دیار کے مشہور واعظ وخطیب تھے، ان کے خیالات وعقائد وہی تھے جو علماء بدایوں اور بریلی کے تھے ان کے دور میں جماعت اہلحدیث کا آغاز تھا اور اس جماعت کے سرگرم عالم حافظ عبداللہ بھی غازی پور ہی میں رہتے تھے اس لئے اہل حدیث جماعت کے خلاف وہ شمشیر برہنہ رہتے تھے۔

وفات غازی پور ۱۶ر رمضان ۱۳۱۵ھ ۱۸۹۸ء

حاجی امداد اللہ تھانوی مہاجر مکی

ولادت نانوتہ ضلع سہارن پور ۱۲۳۳ھ (۱۸۱۸ء)

مشہور مرشد، ولی کامل، شیخ المشائخ، اور جلیل القدر بزرگوں میں تھے، حکیم الامۃ مولانا اشرف علی تھانوی امام العارفین مولانا رشید احمد گنگوہی جیسے جلیل القدر علماء ومشائخ کے پیرومرشد تھے۔ علم ظاہری کی تعلیم مختلف مقامات پر حاصل کی آپ کے اساتذہ میں مولانا الٰہی بخش کاندھلوی بھی ہیں زیادہ تر کتابیں آپ نے انھیں سے پڑھی ہیں، اس کے بعد دہلی میں شیخ نصیرالدین الشافعی کی خدمت میں حاضر ہوئے ان سے سلوک ومعرفت کی تعلیم حاصل کی اور ایک عرصہ تک ان کی خدمت میں رہے، شیخ کی شہادت کے بعد آپ دہلی سے تھانہ بھون چلے گئے، کچھ عرصہ تک مشہور شیخ طریقت میانجی نور محمد جھنجھانوی کی خدمت میں رہے۔ اور ان سے سلوک وطریقت وتزکیہ باطن کی تعلیم حاصل کی، اور خلیفہ ہوئے، تکمیل کے بعد شیخ کے حکم سے آپ نے ارشاد وتلقین کا آغاز کیا، آپ کا مستقل قیام تھانہ بھون میں رہا۔

آپ کو ۱۸۵۷ء کے ہنگامہ میں انگریزوں کے خلاف جہاد کے لئے امیر لشکر بنایا گیا اور آپ ہی کی قیادت میں شاملی تحصیل پر حملہ کر کے انگریزی فوج کو شکست دی گئی انگریزوں نے قابو پانے کے بعد آپ کو گرفتار کرنا چاہا تب آپ نے ہندوستان چھوڑ دیا اور بڑی دشواریوں سے مکہ مکرمہ پہونچ گئے اور ہجرت کی نیت سے مکہ ہی میں مقیم ہو گئے، ہندوستان کے مشاہیر علماء کو آپ سے شرف بیعت حاصل ہے مکہ مکرمہ ہی میں وفات پائی اور اسی پاک سرزمین میں آسودۂ خواب ہوئے۔

وفات مکہ مکرمہ ۱۳۱۷ھ اکتوبر ۱۸۹۹ء

مولانا امداد صابری

ولادت دہلی اکتوبر سنہ ۱۹۱۴ء ذی قعدہ سنہ ۱۳۳۲ھ

دہلی کے مشہور صحافی اور اخبار نویس۔ ساری زندگی صحافت اور سیاست سے وابستہ رہے، متعدد بار برطانوی جیلوں کی مہمانی کی مگر آپ کا اصل میدان صحافت تھا، ڈیڑھ درجن اخبارات میں کام کیا، دہلی سے سنہ ۱۹۴۰ء میں ہفت روزہ اخبار "اتحاد" جاری کیا جو سنہ ۱۹۴۲ء میں بند ہوگیا اور خود جیل چلے گئے، رہائی کے بعد "چنگاری" کے ایڈیٹر ہوگئے سنہ ۱۹۴۶ء میں اپنا اخبار "قومی حکومت" جاری کیا، ملک کی تقسیم کے بعد یہ اخبار فسادات کی نذر ہوگیا جب دہلی میں سکون ہوا اکتوبر سنہ ۱۹۴۸ء میں دوبارہ جاری کیا سنہ ۱۹۴۹ء میں "آزاد ہند" کے ایڈیٹر ہوگئے ان کے علاوہ آپ نے "انگارہ"، "جماعت"، "عوامی رائے"، "صدیقی گزٹ" اور "متحدہ محاذ" اخبارات میں کام کیا، اسی دوران انھوں نے تاریخ صحافت اردو چھ جلدوں میں لکھی۔ "اردو کے اخبار نویس" میں انھوں نے سنہ ۱۸۲۵ء سے سنہ ۱۸۶۵ء تک کے ایڈیٹروں اور اخباروں کے حالات لکھے، "سید سلیمان ندوی کی قرآنی غلطیاں" کے نام سے ایک رسالہ لکھا، سید صاحب نے رسالہ "معارف" میں اس پر سخت تنقید کی اور یہ لکھا کہ کتاب دوسرے صاحب نے لکھی ہے اور ان کے نام سے چھپی ہے، امداد صابری نے اسی مضمون کو بنیاد بنا کر دہلی کی عدالت میں سید صاحب پر ازالہ حیثیت عرفی کا دعویٰ کر کے دس ہزار روپے کا مطالبہ کیا معاملہ خطرناک ہوگیا سید صاحب دہلی گئے اور نواب سائل دہلوی نے بڑی مشکلوں سے صلح کرائی، صابری صاحب دہلی میں مقبول رہے، دہلی کارپوریشن کے ایک زمانہ تک ڈپٹی میئر رہے۔

وفات و مدفن دہلی جمعرات ۳ اکتوبر سنہ ۱۹۸۸ء

امداد علی اکبرآبادی

انگریزی دور حکومت میں ڈپٹی کلکٹر کے عہدے پر تھے اور سرسید کی تحریک کے سخت ترین مخالفوں میں شمار کیے جاتے تھے، ولادت اکبر آباد میں ہوئی تعلیم کا آغاز بھی وہیں سے ہوا پھر قاضی بشیر الدین عثمانی قنوجی سے مزید تعلیم حاصل کی، سرکاری ملازم ہو گئے اپنی ملازمت کے سلسلہ میں وہ کانپور مرادآباد غازی پور اور دوسرے کئی شہروں میں رہے، ذہن و مزاج مذہبی تھا، علماء سے بڑی قربت رکھتے تھے، حضرت حاجی امداد اللہ تھانوی مہاجر مکی سے بیعت تھے، جب وہ مرادآباد میں بسلسلہ ملازمت مقیم تھے انھیں دنوں وہاں مدرسہ امدادیہ قائم کیا جو آج ہندوستان کے مرکزی مدرسوں میں شمار ہوتا ہے۔ چھوٹے بڑے کئی رسالے لکھے ہیں، مسلمانوں کے لیے سرسید کی تحریک کو سب سے زیادہ مہلک اور خطرناک سمجھتے تھے اس لیے انھوں نے اس کے خلاف پورا زور قلم صرف کیا ہے، ان کی تصانیف میں، امداد الآفاق، فی الرد علی تہذیب الاخلاق، امداد الاحتساب علی المداہنین فی احکام طعام اہل الکتاب مشہور ہیں ان دونوں کتابوں میں سرسید اور ان کے خیالات کی بھرپور تردید ہے اور بڑے سخت لب و لہجہ میں، ان کے علاوہ ان کی تصانیف میں، امداد السنۃ، امداد الغوی عن الصراط السوی، اور، نور الہدی، شامل ہیں، وہ ۱۲۹۶ھ میں مرادآباد میں سکونت پذیر تھے اور اسی سال مدرسہ امدادیہ قائم کیا تھا، زیارت حرمین شریفین سے مشرف تھے، اس لیے وہ عام طور پر حاجی امداد علی کے نام سے مشہور تھے۔

وفات ۱۳۰۲ھ (۱۸۸۴ء)

مولانا امتیاز علی عرشی

ولادت رام پور ۸ دسمبر ۱۹۰۴ء (شوال ۱۳۲۲ھ)

مشہور محقق، دانشور عالم، رضا لائبریری رام پور کی سرکاری لائبریری کے ڈائرکٹر تھے، اردو زبان میں ان کے تحقیقی کارنامے اپنی مثال آپ ہیں، ان کا مطالعہ کتنا وسیع تھا؟ اس کا اندازہ ان کی تحقیق کردہ کتابوں کے مطالعہ سے ہوتا ہے، علوم اسلامیہ کے خوب واقفکار تھے، مشہور محدث سفیان ثوری کی تفسیر پر ان کی جو کتاب شائع ہوئی ہے وہ ان کے وسیع مطالعہ کی شاہد عادل ہے، اور دنیا میں غالبیات کے ماہر اور محقق کی حیثیت سے جانے

جاتے ہیں، ،، استناد نہج البلاغۃ ،، ان کا دوسرا زبردست علمی وتحقیقی کارنامہ ہے۔

وفات رام پور ۱۴ر فروری ۱۹۸۱ء (۱۴۰۲ھ)

مولانا محمد امین ادروی

ولادت قصبہ ادری ضلع اعظم گڈھ ۱۳۱۴ھ (۱۸۹۶ء)

فاضل دیوبند اور علامہ انور شاہ کشمیری کے شاگردوں میں تھے ۱۳۵۲ھ میں ادری میں ہونے والا مشہور دیوبندی، بریلی مناظرہ، انہیں کی جدوجہد سے ہوا، مولانا شاہ وصی اللہ فتحپوری سے بیعت تھے، ہمیشہ درس وتدریس مشغلہ رہا، زمانیہ، ادری کے مدرسوں کے بعد آخر میں آپ دارالعلوم مئو میں استاذ حدیث ہوئے اور اسی عہدہ پر رہتے ہوئے رہگرائے عالم آخرت ہوئے۔

وفات ادری یکم ربیع الاول ۱۳۹۹ھ ۳ جنوری ۱۹۷۹ء

مولانا امین الدین دہلوی

ولادت ایلولہ احاطہ بمبئی ۱۲۸۳ھ ۱۸۶۶ء

مدرسہ امینیہ دہلی کے بانی ہیں، خود ممتاز عالم تھے، ابتدائی تعلیم مختلف مقامات میں حاصل کرکے ۱۳۰۹ھ میں دارالعلوم دیوبند میں داخل ہوئے اور یہیں سے ۱۳۱۲ھ میں دورۂ حدیث پڑھ کر سند فراغت حاصل کی ۱۳۱۵ھ میں مدرسہ امینیہ کی بنیاد ڈالی جو آج تک دینی خدمات انجام دے رہا ہے، اس کی ابتداء تو روشن الدولہ کی تعمیر کردہ سنہری مسجد میں ہوئی پھر اس کو کشمیری دروازے میں لطف اللہ الصادق کی مسجد میں منتقل کردیا اور اس کے صحن میں درسگاہیں اور طلبہ کے لئے کمرے تعمیر کرائے، ہندوستان کے مشاہیر علماء میں علامہ انور شاہ کشمیری اور مفتی اعظم مولانا کفایت اللہ شاہ جہاں پوری نے اس مدرسہ میں درس دیئے ہیں، بعد میں حضرت مفتی صاحب صدر المدرسین اور پھر تا زندگی اس کے مہتمم رہے، مولانا موصوف حضرت شیخ الہند کے شاگرد اور علامہ انور شاہ کشمیری کے ہم سبق اور ساتھی تھے۔

(وفات دہلی ۱۳۳۵ھ ۱۹۱۶ء)

امیر خسرو

ولادت پٹیالی ضلع ایٹہ یوپی ۶۵۱ھ (۱۲۵۳ء)

بھاکا و فارسی، دوہوں اور کہہ مکرنیوں کے عظیم شاعر ان کے زمانہ میں اُردو کا ابھی جنم بھی نہیں ہوا تھا وہ اس کی داغ بیل ڈالنے والے تھے، پانچ بادشاہوں کا زمانہ پایا اور ہر ایک کے عہد حکومت میں معزز عہدوں پر فائز رہے، حضرت نظام الدین اولیاء کے عاشق صادق اور دیوانے تھے، آخری عمر میں انھیں کے مزار پر جاروب کشی کرتے رہے، حضرت نظام الدین اولیاء کے انتقال کے صرف چھ ماہ بعد انتقال کر گئے اور انھیں کے پائینتی دفن ہوئے۔

وفات دہلی ۲۹ ذیقعدہ ۷۲۵ھ ۱۳۲۴ء

مولانا امیر علی ملیح آبادی۔

ولادت ملیح آباد ضلع لکھنؤ ۱۲۷۴ھ (۱۸۵۷ء)

ذی استعداد علماء میں تھے، عبد اللہ آروی مولانا حیدر علی مہاجر، قاضی بشیر الدین قنوجی سے تعلیم حاصل کر کے دہلی گئے اور شاہ نذیر حسین دہلوی سے حدیث پڑھی، دینی تعلیم سے فراغت کے بعد حکیم عبد المجید دہلوی سے طب پڑھی، تب ملیح آباد آئے اور وہاں سے ترک سکونت کر کے لکھنؤ میں مستقل رہائش اختیار کر لی اسی لئے وہ لکھنوی بھی کہے جاتے ہیں، یہاں نولکشور پریس میں مصحح ہو گئے اور عرصہ تک اسی ملازمت پر رہے پھر مدرسہ عالیہ کلکتہ میں مدرسی کی جگہ مل گئی اس لئے آپ پریس کی ملازمت چھوڑ کر کلکتہ چلے گئے۔ چند سالوں بعد انھوں نے مدرسہ عالیہ سے استعفا دیدیا اور لکھنؤ واپس چلے آئے تو دار العلوم ندوۃ العلماء میں صدر المدرسین بنا دیئے گئے اور تین سال ہی اس منصب پر رہے کہ پیام اجل آگیا اور راہی ملک بقا ہو گئے۔

تصنیف و تالیف کا مشغلہ ہمیشہ جاری رکھا اور کئی اہم کتابیں ان کے قلم سے نکلیں ان کی تصانیف میں تفسیر مواہب الرحمٰن اردو میں ۳۰ جزوں پر ہے، مشہور درسی کتاب ہدایہ کا اُردو ترجمہ عین الہدایہ کے نام سے کیا اسی طرح فتاویٰ عالمگیری کا بھی انھوں نے اُردو میں ترجمہ کیا ہے، بخاری کی ایک شرح اُردو میں لکھی ہے جو کئی جلدوں میں ہے۔ توضیح تلویح، تقریب التہذیب پر حاشئے لکھے ہیں ان کی ایک کتاب المستدرک فی الرجال ہے جس میں

صحاح اور سنن کے راویوں کو جمع کیا گیا ہے۔

وفات لکھنؤ رجب ۱۳۳۶ھ ۱۹۱۸ء

مولوی امیر علی مالدہی

مالدہ (بنگال) کے رہنے والے تھے ان کے والد کا نام رفیق تھا پڑھے لکھے آدمی تھے، ان کا گھرانہ سید احمد شہید رائے بریلوی کی تحریک اصلاح وجہاد سے وابستہ تھا، ہندوستان کے سرحدی علاقوں میں اس جماعت کے لوگ جنگ کر رہے تھے، ان لوگوں کی رسد، رضاکار اور روپیوں سے مدد کرنے والی تنظیم سے وابستہ تھے ان کے والد گرفتار ہو گئے تو انھوں نے تنظیم کا کام خود سنبھال لیا، انھوں نے جماعت کو پورے ضلع مالدہ ہی میں نہیں پھیلایا بلکہ دوسرے اضلاع مرشد آباد اور راج شاہی میں بھی مجاہدین کی بھرتی کا کام شروع کر دیا، رنگروٹ بھرتی کرتے، مالیات کا انتظام کرتے اور سرحدی علاقوں میں بھیج دیتے تھے، جب علماء صادق پور گرفتار ہوئے اور ان پر بغاوت کا مقدمہ چلا تو اسی مقدمے کے دوران ان کی سرگرمیوں کا راز کھل گیا اور گرفتار کر لئے گئے ان پر سازش اور بغاوت کا سنگین جرم عائد کر کے مقدمہ چلایا گیا، حبس دوام بعبور دریائے شور (کالے پانی) اور ضبطی جائداد کی سزا دی گئی، مارچ ۱۸۷۳ء میں کالے پانی بھیجے گئے۔ اس وقت جزیرے میں نیا اور سخت قانون جاری کر دیا گیا تھا اس لئے ایک مدت تک جزیرے میں سخت مشقت کرنی پڑی۔

ایک طویل عرصہ کی مصیبتوں کے بعد ان کو ایک مدرسہ میں مدرس بنایا گیا، دس سال جزیرے میں جیل کاٹ کر بڑی تگ ودو اور مشکلوں سے مارچ ۱۸۸۳ء میں ان کو رہائی نصیب ہوئی۔ اور زندہ وسلامت اپنے وطن مالدہ واپس آئے۔ مصائب نے ان کے جسم کو چور چور کر دیا تھا اسلئے زندگی کے بقیہ ایام کسی طرح گذار کر راہی ملک بقا ہوئے۔ صحیح تاریخ وفات کا علم نہیں ہو سکا۔

مولانا امیر احمد کاندھلوی۔

ولادت کاندھلہ ضلع مظفر نگر صفر ۱۳۲۷ھ (فروری ۱۹۰۹ء)

مظاہر علوم سہارن پور کے فاضل ہیں، فراغت کے بعد مظاہر علوم ہی میں مدرس ہو گئے اور تا زندگی اسی مدرسہ سے وابستہ رہے، حدیث کی متعدد کتابیں پڑھاتے رہے ۱۳۷۸ھ میں

صدر المدرسین بنائے گئے ان کی تصانیف میں تذکرۃ المصنفین ہے، سنن ترمذی، سنن ابن ماجہ اور شرح معانی الآثار پر آپ نے حاشیے بھی لکھے ہیں مگر ابھی تک طبع نہیں ہوئے ہیں، اپنے وطن میں وفات پائی۔

وفات کاندھلہ ۱۱ر ذی الحجہ ۱۳۸۴ھ (۱۹۶۵ء)

مولانا امیر باز خاں سہارن پوری

ولادت بھوجپور ضلع مظفر نگر ۱۲۵۸ھ (۱۸۴۲ء)

دارالعلوم دیوبند اور مظاہر علوم سہارن پور میں تعلیم حاصل کی، فراغت کے بعد مظاہر علوم میں استاد بنائے گئے، علمی استعداد بہت پختہ تھی اور مطالعہ بہت وسیع، مولانا مظہر نانوتوی یا شیخ الحدیث طویل رخصت پر ہوتے تو صحاح ستہ کی ساری کتابیں آپ ہی پڑھاتے تھے، آپ مشہور بزرگ شاہ عبدالرحیم رائے پوری کے خلیفہ تھے نو برس تک ان کی خانقاہ میں مقیم رہے، دعوت و تبلیغ سے بھی ہمیشہ دلچسپی رہی اور مختلف مقامات کا اس سلسلہ میں سفر کرتے رہے چونکہ آپ کے شیخ اور دوسرے اکابر علماء انگریزی حکومت کو اسلام اور مسلمانوں کا دشمن سمجھتے تھے اس لئے آپ کو بھی ان سے نفرت تھی، انگریزی حکومت کے خلاف "نصرۃ الابرار" کے نام سے جو فتویٰ شائع ہوا تھا جس پر پانچ سو علماء کے دستخط تھے ان دستخط کرنے والوں میں موصوف بھی شامل تھے۔

وفات سہارن پور ۹ر ربیع الثانی ۱۳۲۵ھ ۲۲ر مئی ۱۹۰۷ء

مولانا سید محمد امین نصیر آبادی

ولادت نصیر آباد ضلع رائے بریلی ۹ر ذی الحجہ ۱۲۷۵ھ (جولائی ۱۸۵۹ء)

مولانا عبدالحی فرنگی محلی لکھنوی کے شاگرد اور مشہور شیخ طریقت تھے، ان کو دو بزرگوں سے اجازت و خلافت حاصل تھی ایک سید ضیاء النبی رائے بریلوی اور دوسرے شاہ فیض اللہ اورنگ آبادی آپ دونوں کے خلیفہ تھے تعلیم و تدریس کے ساتھ بیعت وارشاد کا سلسلہ بھی جاری رکھا، ضلع اعظم گڈھ کے مغربی حصے میں آپ کے مریدین کی تعداد کافی تھی۔

وفات ۱۳۴۹ھ ۱۹۳۰ء

مولانا امام بخش صہبائی

ولادت تھانیسر ۱۲۲۱ھ (۱۸۰۶ء)

ان کو شاعری نے زیادہ چمکایا حالانکہ یہ عالم فاضل اور علوم متداول سے خوف واقف تھے، ان کے حلقہ احباب میں مولانا فضل حق خیر آبادی مفتی صدر الدین آزردہ صدر الصدور جیسے اعاظم رجال اور ائمہ فن شامل تھے، ۱۸۵۷ء کے طوفان دار و گیر میں پھنس گئے، کہا جاتا ہے کہ گوروں کا ایک دستہ ان کے محلہ کوچہ چیلان میں آیا اور جو لوگ ملے ان کو پکڑ لیا انھیں میں مولانا صہبائی اور ان کے دو جوان لڑکے بھی شامل تھے سب کو جمنا پار لے جا کر گولی مار دی اور لاشوں کو اٹھوا کر جمنا ندی میں پھنکوا دیا، اتنا معزز اور عالم فاضل ایسی بے بسی و بیکسی کی موت مرا کہ نہ قبر نصیب ہوئی نہ کفن۔

شہادت جون ۱۸۵۷ء (۱۲۷۴ھ)

علامہ انور شاہ کشمیری

ولادت دودھواں وادی لولاب کشمیر ۲۷ر شوال ۱۲۹۲ھ ۱۶ر اکتوبر ۱۸۷۵ء

مشہور محقق عالم، محدث، فقیہ، وسیع المطالعہ، انتہائی ذکی و ذہین، قوت حافظہ بے مثال، آپ کی ذات اسلامی علوم و فنون کا چلتا پھرتا کتب خانہ تھی، آپ کے والد کا نام سید محمد معظم شاہ تھا، مکتبی تعلیم گھر پر ہوئی پھر ضلع ہزارہ (سرحد) کے اہل علم سے تعلیم حاصل کی، ۱۸۸۹ء میں دار العلوم دیوبند آئے اور یہاں چار سال رہ کر حضرت شیخ الہند، مولانا خلیل احمد محدث سہارنپوری اور دوسرے اساتذہ سے مختلف علوم و فنون کے ساتھ دورۂ حدیث کی تکمیل کی۔

فراغت کے بعد تین یا چار سال مدرسہ امینیہ دہلی میں مدرس رہے پھر وطن چلے گئے، کچھ عرصہ بعد آپ دوبارہ دیوبند آئے تو دار العلوم میں بحیثیت استاذ آپ کا تقرر ہو گیا ۱۳۴۵ھ (۱۹۲۶ء) تک بحیثیت صدر المدرسین شیخ الحدیث جانشین شیخ الہند درس حدیث دیتے رہے ہزاروں علماء نے آپ سے استفادہ کیا بعد میں انتظامیہ سے بددل ہو کر مستعفی ہو گئے اور ڈابھیل چلے گئے اور درس حدیث دیتے رہے، علوم اسلامی میں وسیع النظری، استحضار مسائل، شواہد

ودلائل، حیرتناک حافظہ، معارف اسلامیہ کا گہرا ادراک اور بہت سے مسائل میں تفردات آپ کی خصوصیات تھیں، قدما کی کتابوں کے بلا تکلف اور برجستہ حوالجات احادیث کی توضیحات وتشریحات میں علامہ موصوف کا ان کے دور میں کوئی مثیل ونظیر نہیں تھا، آپ نے کوئی مستقل تصنیف یادگار نہیں چھوڑی لیکن آپ کے افادات کو ان کے جلیل القدر شاگردوں نے مختلف کتابوں میں جمع کر دیا ہے، جن میں فیض الباری اور مشکلات القرآن سرفہرست ہیں، جمعیۃ علمار ہند سے ہمیشہ وابستہ رہے ۱۹۲۶ء کے سالانہ اجلاس کی صدارت فرمائی اور خطبۂ صدارت پڑھا، ڈابھیل سے آپ بیمار ہو کر دیوبند آئے اور یہیں انتقال فرمایا۔

وفات دیوبند ۱۲ر صفر ۱۳۵۲ھ مئی ۱۹۳۳ء

انور صابری

ولادت پاک پٹن ۱۰ر مئی ۱۹۰۱ء

مشہور خوش فکر اور بدیہہ گو شاعر، مجلس احرار اسلام کے لیڈروں میں شامل تھے، بدن بھاری، لباس بے ڈھنگا مگر جب مشاعروں میں پڑھتے تو مشاعرہ لوٹ لیتے تھے، آواز میں سوز کے ساتھ گھن گرج اور جادو تھا، لمبی لمبی نظمیں چند لمحوں میں لکھ دیتے، مولانا حسین احمد مدنی کے فداکاروں میں تھے لیکن مزاج میں لاابالی پن بلکہ پھکڑپن تھا، سگریٹ ان کی زندگی کا پانچواں عنصر تھا، مجاہدین آزادی میں ان کا شمار تھا، حکومت کی طرف سے وظیفہ ملتا تھا، جمعیۃ علمار ہند کے اجلاسوں میں ان کی نظموں کی وجہ سے گرمی پیدا ہو جاتی تھی، زیادہ تر دہلی میں رہتے تھے۔

وفات دیوبند ۱۳ر اگست ۱۹۸۵ء (۱۴۰۵ھ)

مولانا انوار الحق فرنگی محلی۔

ولادت لکھنؤ فرنگی محل ۱۱۵۰ھ دسمبر ۱۷۳۶ء

آپ ملا قطب الدین سہالوی کے پرپوتے ہیں والد کا نام ملا احمد عبد الحق تھا، بڑے بزرگ اوراد و وظائف کے پابند تھے، ملا عبد العلی بحر العلوم فرنگی محلی سے علوم ظاہری کی تکمیل کی اور ۱۷ سال کی عمر میں اپنے والد سے بیعت ہوئے، طبیعت تصوف کی طرف مائل تھی، معقولات سے آپ کو کوئی دلچسپی نہیں تھی جب کہ علمار فرنگی محل کا اس دور میں طرۂ امتیاز تھا البتہ

حدیث وفقہ سے تعلق باقی رہا، شب وروز ذکر وشغل میں مصروف رہتے، ان کے کشف وکرامت کے بہت سے قصے بھی مشہور تھے، فرنگی محل ہی میں اپنی عمر طبعی بسر کی اور یہیں سے راہی ملک بقا ہوئے اور اپنے باغ میں مدفون ہوئے، اسی کو لکھنؤ میں انوار باغ کہا جاتا ہے۔

وفات فرنگی محل لکھنؤ ۲۶ رشعبان ۱۲۳۶ھ (۱۸۲۱ء)

مولانا انوار اللہ حیدر آبادی

ولادت قندھار ضلع ناندیڑ دکن، ربیع الآخر ۱۲۶۴ھ (مارچ ۱۸۴۸ء)

معزز علما میں تھے، مولانا عبدالحلیم فرنگی محلی لکھنوی اور مولانا عبدالحیٔ فرنگی محلی کے شاگردوں میں ہیں۔ تفسیر خاص طور سے شیخ عبداللہ الیمنی سے پڑھی تھی، اور رجب ۱۲۹۴ھ (۱۸۷۷ء) میں حج کیلئے گئے تو وہاں حضرت حاجی امداد اللہ تھانوی مہاجر مکی سے بیعت ہوئے اور اجازت بھی حاصل کی۔

ریاست حیدر آباد میں وزارت کے معزز عہدے پر فائز تھے، نوابان حیدر آباد کے استاذ بھی رہے۔ ان کو ریاست کی طرف سے "خان بہادر" اور "نواب فضیلت جنگ" کے خطابات حاصل تھے، سرکاری مصروفیتوں کے ساتھ ساتھ درس وتدریس، مطالعہ کتب اور تصنیف وتالیف کا سلسلہ بھی جاری تھا۔ حیدر آباد ریاست میں جب قادیانیت کے اثرات ہوئے تو مولانا محمد علی مونگیری نے ان کو خط لکھ کر اس کی طرف توجہ دلائی تھی، پھر اس سلسلہ میں ان کی دلچسپی اتنی بڑھی کہ رد قادیانیت میں مستقل ایک ضخیم کتاب "افادۃ الافہام" کے نام سے دو جلدوں میں لکھی، فلسفہ جدید وقدیم کے موضوع پر بھی ان کی ایک کتاب ہے ان کی کتاب "حقیقت تفقہ" امام اعظم ابوحنیفہ کی فقہ کی ترجیح پر ہے جو دو جلدوں میں ہے، ابوذر غفاری کی سوانح بھی لکھی ہے، ان کی ایک کتاب "مقاصد الاسلام" گیارہ جزوں میں ہے، آپ کی ساری تصانیف اردو میں ہیں۔

وفات جمادی الآخر ۱۳۳۶ھ (۱۹۱۷ء) مدفن مدرسہ نظامیہ حیدر آباد

مولانا انیس الرحمٰن لدھیانوی۔

ولادت۔ لدھیانہ ۳ر جنوری ۱۹۲۰ء (جمادی الاول ۱۳۳۸ھ)

مشہور قومی لیڈر رئیس الاحرار مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانوی کے صاحبزادے اور مظاہر علوم کے فاضل تھے مولانا حسین احمد مدنی اور حضرت مفتی کفایت اللہ دہلوی سے بھی ان کو سند و اجازت حدیث حاصل تھی، شاہ عبدالقادر رائپوری سے بیعت تھے اور خلیفہ بھی، فراغت کے بعد مدرسہ انوریہ لدھیانہ اور مدرسہ خیر المدارس جالندھر میں استاد رہے، ۱۹۴۷ء کے ہنگاموں میں لدھیانہ چھوڑ دیا اور برسوں ادھر ادھر رہے ۱۹۵۰ء میں پاکستان چلے گئے اور لائل پور میں مقیم ہو گئے اور وہاں کے مدرسہ تجوید القرآن کے مہتمم رہے اور جامع مسجد کے خطیب بنائے گئے تدریسی فرائض بھی انجام دیتے رہے اور نماز فجر مسلسل ۲۳ سال تک ترجمہ قرآن اور تفسیر بیان کرتے رہے، صاحب قلم تھے مضامین رسائل و اخبارات میں شائع ہوتے تھے کوئی تصنیف طبع نہیں ہوئی۔

وفات لائل پور پاکستان ۵ر رمضان ۱۳۹۳ھ ۱۲ر اکتوبر ۱۹۷۳ء

مولانا محمد اویس نگرامی

زمانہ دراز تک ندوۃ العلماء کے شیخ التفسیر رہے، مولانا حسین احمد مدنی سے بیعت اور اجازت سے مشرف تھے ندوہ میں آنے سے قبل کچھ دنوں دار المصنفین اعظم گڈھ میں سید سلیمان ندوی کے معاون رہے جب وہ سیرۃ النبی پر نظر ثانی کر رہے تھے حوالجات کی تلاش اصل سے مقابلہ اور تخریج احادیث ان کے ذمہ تھا، الفوز الکبیر اور العقیدۃ الحسنۃ پر حواشی لکھے اور طبع ہوئے۔

وفات ۹ر شعبان ۱۳۹۶ھ ۲۱ر اگست ۱۹۷۶ء

مولانا حکیم محمد ایوب سہارنپوری

ولادت سہارن پور

آپ شہر سہارن پور میں طبیبوں کے ایک مشہور خاندان سے تعلق رکھتے ہیں، علم حدیث اور فن اسماء الرجال سے خصوصی دلچسپی تھی، اس موضوع پر آپ کی متعدد کتابیں ہیں۔

تراجم الاحبار فی رجال معانی الآثار، تصحیح الاغلاط الکتابیہ فی النسخ الطحاویہ، تعقیب التقلیب فی تقریب التہذیب ان کی اہم تصانیف میں شامل ہیں، ان کے علاوہ موطا امام مالک پر ان کا حاشیہ بھی ہے۔

وفات سہارنپور ۱۴۰۷ھ ۱۹۸۶ء

مولانا محمد ایوب اعظمی

ولادت مئو ضلع اعظم گڈھ

مدرسہ مفتاح العلوم شاہی مسجد کٹرہ۔ جو آج ملک کے بڑے اداروں میں شمار ہوتا ہے اس کی نشاۃ ثانیہ میں جن تین بزرگوں نے اہم کردار انجام دیا ان میں موصوف بھی شامل تھے۔ عرصہ دراز تک مدرسہ کے مہتمم اور اس کی مالیات کے ذمہ دار رہے، اپنے دور اہتمام میں دو ایک سبق بھی پڑھاتے تھے، پھر آپ جامعہ اسلامیہ ڈابھیل (سورت) کی دعوت پر وہاں گئے اور شیخ الحدیث کے منصب پر فائز رہے اور بیسوں سال مسلسل بخاری و مسلم کا درس دیتے رہے، اخیر زندگی میں ضعف اور کبرسنی کی وجہ سے علٰحدگی اختیار کر لی اور مئو آگئے اور یہیں سے سفر آخرت اختیار کیا۔

وفات مئو ۶ر شوال ۱۴۰۳ھ ۱۹۸۳ء

مولانا آزاد سبحانی

ولادت سکندر پور ضلع بلیا

اپنے دور کے شعلہ بیان مقررین میں شمار کئے جاتے تھے، سیاسی پلیٹ فارموں پر ان کی گھن گرج مشہور تھی، آپ کا وطن سکندر پور ضلع بلیا ہے جو خوشبودار تیلوں کے لئے مشہور ہے مگر آپ نے ساری زندگی کانپور میں بسر کی، مشاہیر زعماء میں ان کا شمار تھا، کانپور کی مسجد جب ۱۹۱۳ء میں شہید کی گئی اس وقت انگریزی حکومت کے خلاف اپنے جرأتمندانہ اقدام کے بعد آپ کا نام ابھرا اور آپ پورے ملک میں مشہور اور روشناس ہوگئے، تحریک آزادی میں کام کرنے والوں میں ان کا نام نمایاں تھا، طویل عمر پائی، اپنے مخصوص خیالات و نظریات کی وجہ سے مستند و معتبر علماء میں ان کا کوئی قابل ذکر مقام نہ بن سکا۔

آخر عمر میں ذہنی توازن بھی درست نہیں رہا، اسی حال میں آپ نے سفر آخرت اختیار کیا۔

ریشمی رومال تحریک کی سرکاری خفیہ فائل میں بھی آپ کا نام شامل ہے، بظاہر تحریک سے ان کا کوئی تعلق نہیں تھا اور نہ وابستگی تھی، لیکن برطانوی حکومت کی نگاہ میں وہ انگریز دشمن ضرور تھے اس لئے ان سے بھی باز پرس کی گئی، آپ کا اصل نام مولانا عبدالقادر تھا مگر "آزاد سبحانی" کے نام سے مشہور ہوئے آخر زندگی میں گورکھپور میں قیام تھا اور یہیں سے سفر آخرت پر روانہ ہوئے۔

وفات گورکھپور ۲۴؍جون ۱۹۵۵ء ذی الحجہ ۱۳۷۴ھ

شاہ آفاق احمد ردولوی

ردولی ضلع بارہ بنکی درگاہ کے سجادہ نشین اور پیر تھے، یہیں کی سرزمین میں مشہور شیخ طریقت شاہ احمد عبدالحق ردولوی مدفون ہیں، ان کی اودھ میں کافی شہرت رہی، آپ کا تعلق اسی خاندان سے ہے، شاہ آفاق احمد اپنی خانقاہ میں سالانہ عرس بڑی دھوم دھام سے کرتے اس موقعہ پر نامی گرامی اور مشہور قوال بلائے جاتے اور دھوم سے قوالیاں ہارمونیم اور ڈھول کے ساتھ ہوتی تھیں ان سے پہلے بھی یہ محفل سماع اس خانقاہ میں منعقد ہوتی رہی لیکن ان کے دور میں اس میں مزید اہتمام کیا گیا اور اس کی رونق اور آن بان میں اضافہ کیا گیا، حضرت شاہ آفاق احمد سجادہ نشین درگاہ شیخ العالم ردولی شریف کے نام سے مشہور تھے۔

وفات میڈیکل کالج ہسپتال لکھنؤ ۵؍جولائی ۱۹۸۰ء (۱۴۰۰ھ) مدفن ردولی ضلع بارہ بنکی۔

(ب)

خواجہ باقی باللہ

ولادت کابل ۹۷۲ھ (۱۵۶۴ء)

عہد اکبری کے مشہور بزرگ اور شیخ طریقت تھے، دہلی میں سکونت تھی، آپ کی خانقاہ قلعہ فیروز شاہ کوٹلہ کی مسجد میں تھی، مجدد الف ثانی حضرت شیخ احمد سرہندی آپ کے خلفاء میں تھے صرف چالیس سال کی عمر میں وفات پائی۔

وفات دہلی ۱۰۱۲ھ ۱۶۰۳ء مدفن قطب روڈ صدر بازار کا قبرستان

مولانا بدر عالم میرٹھی مہاجر مدنی۔

ولادت بدایوں ۱۳۱۶ھ (۱۸۹۸ء)

علامہ انور شاہ کشمیری کے مخصوص تلامذہ میں سے تھے، علم وفضل میں درجہ کمال حاصل تھا، آپ کی تعلیم کا آغاز انگریزی اسکول سے ہوا میٹرک پاس کرنے کے بعد دل انگریزی تعلیم سے اچاٹ ہوگیا، اور پھر دینی تعلیم میں لگ گئے اور مظاہر علوم سہارن پور سے سند فراغت حاصل کی، مولانا خلیل احمد محدث سہارن پوری سے حدیث پڑھی، فراغت کے بعد وہیں مدرس ہوگئے دو سال بعد دار العلوم دیوبند میں استاد بنائے گئے، وہیں سے علامہ انور شاہ کشمیری کے ساتھ ڈابھیل چلے گئے اور جامعہ اسلامیہ ڈابھیل میں استاد حدیث رہے اور وہیں چار بار بخاری حضرت شاہ صاحب سے پڑھی پھر آپ ریاست بھاول پور چلے گئے وہاں ایک مدرسہ کی بنیاد ڈالی تقسیم ملک کے بعد آپ پاکستان چلے گئے اور کراچی میں جامعہ اسلامیہ کی بنیاد رکھی اور اس کو ترقی دیا پھر کراچی سے بہ نیت ہجرت مدینہ منورہ چلے گئے۔

علامہ کشمیری کے درس حدیث کے افادات کو آپ نے "فیض الباری" میں جمع کیا اور شائع کیا، دہلی میں ندوۃ المصنفین جیسا اشاعتی ادارہ اپنے رفقاء کے ساتھ قائم کیا جس نے سیکڑوں اہم ترین کتابیں شائع کیں، "ترجمان السنۃ" کے نام سے چار ضخیم جلدوں میں احادیث کی تصحیح و تبلیغ اور شستہ زبان میں ترجمانی کی ہے۔ اور ہر اہل علم کے لئے قابل مطالعہ ہے۔

ان کی دوسری کتاب جواہر الحکم ہے یہ بھی حدیثوں کا ایک خاص نقطۂ نگاہ سے انتخاب ہے۔

آپ کراچی سے مدینہ منورہ چلے گئے تھے وہاں بھی آپ کی تصنیف و تالیف کا سلسلہ جاری تھا اسی مبارک مشغلہ میں رہتے اسی پاک سرزمین سے سفر آخرت پر روانہ ہوئے۔

وفات مدینہ منورہ ۱۳۸۵ھ اکتوبر ۱۹۶۵ء

مولانا حکیم برکات احمد ٹونکی۔

ولادت ٹونک ۱۲۸۰ھ ۱۸۶۳ء

ٹونک کی مشہور شخصیتوں میں سے ہیں، زندگی بھر درس و تدریس کا مشغلہ رہا ان کے شاگردوں کی تعداد کافی ہے، ابتدائی تعلیم ٹونک میں حاصل کرکے رام پور گئے اور مولانا عبدالحق خیر آبادی کے حلقۂ درس میں شامل ہوگئے اور عرصہ تک ان کی خدمت میں رہے فراغت کے بعد دہلی جاکر حکیم غلام نجف خاں سے طب کی تعلیم حاصل کی، دہلی سے بھوپال گئے اور وہاں مولانا محمد ایوب پھلتی سے صحاح ستہ پڑھ کر سند و اجازت حدیث حاصل کی ٹونک لوٹ کر علاج و معالجہ کی راہ اختیار کی مگر اس میں دلچسپی نہیں ہوئی اس لیے ترک کردیا اور درس و تدریس میں مشغول ہوگئے، منطق و فلسفہ کی تعلیم میں اتنی شہرت حاصل کی کہ اس فن سے دلچسپی رکھنے والوں کا آپ کی ذات مرجع بن گئی، ان کے درس سے بہت سے امام المعقولات بن کر نکلے اور طلبہ کا مرجع بن گئے، منطق و فلسفہ میں اتنا غلو بڑھ گیا کہ علم حدیث کی طرف کوئی توجہ نہیں کرسکے، آخر عمر میں تصوف کی طرف میلان ہوگیا تھا اور یہ میلان اتنا بڑھا کہ وہ مجذوب سے ہوگئے تھے، ان کی تصانیف میں، الانہار الاربعہ (تصوف میں) القول الغلط فی تحقیق الوجود الرابط، امام الکلام فی تحقیق الاجسام (فلسفہ میں) ان کے علاوہ فلسفہ اور علم کلام کی بعض کتابوں پر حواشی بھی لکھے ہیں اور جامع ترمذی پر بھی کہا جاتا ہے کہ انھوں نے حاشیہ لکھا تھا۔

وفات ٹونک ۱۳۴۷ھ ستمبر ۱۹۲۸ء

مولانا برکت اللہ بھوپالی۔

ولادت بھوپال ۱۸۵۸ء

عالم فاضل تھے، آزادی وطن کے جذبے اور تحریک آزادی کے سلسلہ میں انکی باغیانہ سرگرمیوں کی وجہ سے انگریزی حکومت ان کو گرفتار کرنا چاہتی تھی، آپ نے خفیہ طور پر ہندوستان چھوڑ دیا اور ساری زندگی یورپ اور ایشیاء کے ملکوں میں گھوم پھر کر ہندوستان کی آزادی کے لئے جد و جہد کرتے رہے کابل میں مولانا عبید اللہ سندھی اور راجہ پرتاب سنگھ نے جو آزاد ہند حکومت بنائی تھی اس کا وزیر اعظم آپ ہی کو بنایا گیا تھا، یورپ کے ملکوں سے باغیانہ مضامین اور نظمیں طبع کرا کے خفیہ طور پر ہندوستان بھیجتے رہتے تھے جلاوطنی کی اس زندگی میں یورپ کی کئی یونیورسٹیوں میں اُردو کے استاد بھی رہے" بالآخر دیار غیر ہی میں جان جان آفریں کو سپرد کر دی اور وطن کا منہ دوبارہ دیکھنا نصیب نہ ہوا۔

وفات سان فرانسسکو کیلیفورنیا امریکہ، ۲۷ ستمبر ۱۹۲۷ء (۱۳۴۶ھ)

مولانا برکات احمد قاسمی۔

ولادت ادری ضلع اعظم گڈھ

اس دیار کے مشہور عالم مولانا امام الدین پنجابی بانی مفتاح العلوم مئو کے پوتے تھے آپ کے والد کا نام مولانا فضل الرحمٰن تھا جو اپنے وقت کے بہترین واعظ تھے، مولانا برکات احمد خود بھی بہترین خطیب اور مقرر تھے، دار العلوم دیوبند کے فضلاء میں تھے ان کی ساری زندگی ننھیال ادری میں گذری کیونکہ ان کی کم عمری میں ان کے والد کا انتقال ہو گیا تھا، البتہ دادا زندہ تھے جن کا مستقل قیام مئو میں تھا مگر کبھی کبھی ادری آکر اپنے پوتوں کو دیکھ جاتے تھے اور ان کی تعلیم و تربیت پر نظر رکھتے تھے، تعلیم سے فراغت کے بعد تجارت کو ذریعہ معاش بنانا چاہا لیکن ہر کوشش ناکام ہوتی گئی اس لئے بسلسلۂ ملازمت دیوریا چلے گئے، وہاں بھی مختلف مراحل سے گذرے آخر میں بکسوں کا کارخانہ کھول لیا یہ کاروبار چل نکلا اور مالی اعتبار سے مطمئن ہو گئے، دیوریا شہر کی واحد انجمن اسلامیہ کے سربراہ تھے جو شہر میں ہر طرح کی مذہبی سرگرمیوں کی ذمہ دار تھی ابتداءً موصوف جمعیۃ علماء ہند سے وابستہ تھے لیکن

۱۹۴۵ء کے طوفانی دور میں جب تحریک پاکستان مسلمانوں کے دلوں کی آواز بن چکی تھی آپ حالات سے مجبور ہو کر مسلم لیگ میں شامل ہو گئے لیکن اکابر سے تعلق برقرار رہا، اس دور میں ضلع گورکھپور کے بڑے لیڈروں میں شمار کئے جاتے تھے اور لیگ کی حمایت کرتے رہے ۱۹۴۶ء کے بعد سیاست سے کنارہ کش ہو گئے لیکن قومی و ملی سرگرمیاں بدستور جاری رہیں جس کی وجہ سے دیوریا شہر کے مسلمانوں پر ان کا سب سے زیادہ اثر رہا، میونسپل بورڈ کے الکشن میں کھڑے ہوئے اور کامیاب ہو کر وائس چیرمین ہوئے، ۱۹۵۲ء میں اودری ضلع اعظم گڈھ میں جمعیۃ علماء کی ۲۳ ضلعوں کی جو کانفرنس ہوئی اس کی کامیابی میں بھرپور حصہ لیا اور ہر طرح کا تعاون دیا، ابتداء سے انتہا تک اس کی ذمہ داریوں کو پورا کرتے رہے، بہت ہی زندہ دل اور باغ و بہار عالم تھے دیوریا میں گھر بنا لیا تھا وہیں سے سفر آخرت پر روانہ ہوئے۔

وفات دیوریا ۱۹۷۹ء ۱۳۹۹ھ

شاہ بدرالدین پھلواروی

ولادت پھلواری شریف ۱۲۶۶ھ (۱۸۵۱ء)

خانقاہ مجیبیہ پھلواری شریف کے سجادہ نشین تھے، زہد و تقویٰ، حسن اخلاق، اخلاص وصداقت اور بہترین سیرت کے مالک تھے، شب و روز مطالعہ کتب میں مصروف رہتے تھے، چہرے سے نورانیت برستی تھی، جب ان کے علم و فضل اور زہد و تقویٰ کی بہار میں شہرت ہوئی تو مختلف شہروں کے علماء نے متفقہ طور پر آپ کو امیر شریعت بہار منتخب کر لیا، آپ نے اس عہدہ کو قبول کر کے اس کا حق ادا کر دیا قوم و ملت کی خیر خواہی، وعظ و نصیحت اور دوسرے طریقوں سے مسلم معاشرہ کی اصلاح میں مصروف رہے، انگریزی حکومت نے ان کو "شمس العلماء" کا خطاب دیا تھا جسے انھوں نے پہلے تو قبول کر لیا لیکن جب ان کو یہ علم ہوا کہ انگریزی حکومت خلافت عثمانیہ کی دشمن ہے اور اس کو ختم کرنے پر تلی ہوئی ہے تو انھوں نے خطاب واپس کر دیا اور قبول کرنے سے قطعی انکار کر دیا یہ ان کی جرأت حق تھی اور اسلامی جذبہ، جب کہ اس دور میں انگریزوں کا رعب و دبدبہ مسلمانوں پر بے پناہ چھایا ہوا تھا۔

وفات ۱۷ صفر ۱۳۴۳ھ (۱۹۲۳ء) پھلواری شریف (بہار)

مولانا محمد بشیر فیروز پوری

عالم فاضل تھے، ان کے والد کا نام مولانا رحیم بخش تھا ان کا وطن ماہلوواں ضلع فیروز پور
(پنجاب) تھا ان کے بھائی سید احمد شہید رائے بریلوی کے ایک خلیفہ سے بیعت تھے
اور وہ خود ان کے استاد تھے، ان کا نام حیدر علی تھا، والد نے آپ کو دینی تعلیم دلائی، یہ تکمیل
کے بعد جوش جہاد میں سرحدی علاقہ میں پہونچ گئے اور انھوں نے اپنے خاندانی نام عبدالرحیم
کو بدل کر اپنا نام محمد بشیر رکھ لیا تاکہ راز افشا نہ ہوسکے، آپ مجاہدین استھانہ کے ساتھ ان کی
سرگرمیوں میں حصہ لینے لگے پھر آپ اپنی صلاحیتوں کی بنیاد پر ان کے امیر ہوگئے، کابل میں جب
مولانا عبیداللہ سندھی وغیرہ نے آزاد ہند حکومت بنائی تھی تو اس میں ان کو وزیر دفاع بنایا
گیا تھا، انھوں نے حکومت افغانستان میں بڑا اثر پیدا کر لیا تھا اور امیر حبیب اللہ خاں کو ہموار
کرلیا، اس نے مجاہدین یاغستان کی تنظیم کے لئے سالانہ ۱۲ ہزار کی رقم دینی منظور کرلی تھی۔
مولانا محمد بشیر مستقل طور پر یاغستان میں مجاہدین کی تنظیم میں لگے رہے، ایک غدار نے
دھوکے سے آپ کو قتل کردیا۔

مولانا محمد بشیر سہسوانی

ولادت سہسوان ضلع بدایوں ۱۲۵۴ھ (۱۸۳۸ء)
اپنے وطن میں ابتدائی تعلیم حاصل کرکے لکھنؤ گئے وہاں مولانا داؤد علی بنارسی سے منطق
و فلسفہ کی تعلیم حاصل کی، پھر متھرا گئے وہاں حکیم نورالحسن سہسوانی سے کچھ کتابیں پڑھیں، آخر
میں دہلی جاکر شاہ نذیر حسین دہلی سے حدیث پڑھی، فراغت کے بعد آسام چلے گئے اور وہاں
سلہٹ میں ایک مدرسہ میں مدرس ہوگئے کچھ عرصہ بعد سہسرام (بہار) آگئے، کچھ دنوں
یہاں درس و تدریس کا سلسلہ رکھا پھر وہاں سے جب اکبر آباد آئے تو یہاں تقریباً ۱۵ سال
مسلسل مسند تدریس کو سنبھالا، پھر یہاں سے رخت سفر باندھا تو بھوپال میں جاکر کھولا اور
وہاں ۳۰ سال کی طویل مدت گذاری۔
اپنے دور کے مشہور علماء میں تھے، نواب بھوپال جو خود بہت بڑے عالم تھے مولانا
کا بڑا احترام کرتے تھے ان کو سند و اجازت حدیث شیخ حسین بن محسن یمانی سے اور جب

حجاز گئے تو وہاں کے مشہور عالم شیخ محمد بن عبدالرحمن سہارن پوری اور شیخ احمد بن عیسیٰ شرقی سے بھی حاصل تھی، تصنیف وتالیف کا مشغلہ ہمیشہ رہا ان کی زیادہ تر کتابیں ان مسائل پر ہیں جو احناف اور شوافع کے درمیان مختلف فیہ ہیں، موصوف مسلکاً اہلحدیث تھے انکی تصانیف ۔ صیانۃ الاحسان فی الرد علی الشیخ احمد بن دحلان، القول المحکم، القول المنصور، السعی المشکور، السیف المسلول، البرہان العجاب فی الفرضیۃ ام الکتاب، تحقیق الربو، الرد علی القادیانی، اثبات البیعۃ المروجہ، جواز الاضحیۃ الی آخر ذی الحجہ، آخر میں بھوپال سے دہلی آگئے تھے یہیں انتقال کیا۔

وفات دہلی جمادی الآخر ۱۳۲۳ھ (اگست ۱۹۰۵ء)

(ت)

مولانا تاج محمود ابوالحسن

موضع امروٹ ضلع سکھر (سندھ) کے بڑے معزز عالم اور محترم پیر تھے، سکھر کے اطراف و جوانب میں ان کا بڑا اثر و رسوخ تھا، ہزاروں ہزار مسلمان متوسل اور مرید تھے حضرت شیخ الہند اپنی تحریک کے سلسلہ میں ان سے ملاقات کے لئے ایک بار امروٹ گئے تھے اور ان کو اپنی تحریک کا ہم نوا بنا لیا تھا اسی کی وجہ سے سندھ کے ضلعوں میں سکھر تحریک شیخ الہند کا مرکز بن گیا تھا، حکومت نے شبہ کی بنیاد پر پیر صاحب کو گرفتا کیا تھا مگر بعد میں چھوڑ دیا، بہت ہی پُرجوش مسلمان تھے تحریک خلافت کے زمانہ میں شروع سے آخر تک بڑے جوش و خروش کے ساتھ شریک رہے۔ تحریک خلافت ہی کے زمانہ میں انتقال کیا۔ صحیح سال وفات نہ مل سکا۔

علامہ تاجور نجیب آبادی۔

ولادت نینی تال ۱۸۹۴ء (۱۳۱۲ھ)

آپ کا وطن نجیب آباد ضلع بجنور (اتر پردیش) ہے، علوم اسلامیہ کے فاضل تھے، بہت ہی ذی استعداد عالم تھے، ۱۹۱۴ء میں بسلسلہ معاش لاہور چلے گئے اور ایک کالج میں استاد ہو گئے، پنجاب یونیورسٹی کے فیلو تھے، لاہور میں بڑی عظمت و شہرت حاصل کی، ایک معیاری رسالہ "شاہکار" جاری کیا تھا، متعدد کتابوں کے مصنف ہیں، لاہور ہی میں انتقال کیا۔

وفات لاہور ۳۰ر جنوری ۱۹۵۱ء (۱۳۷۰ھ)

مولانا تراب علی لکھنوی

ولادت ۱۲۱۳ھ (۱۷۹۹ء)

ان کا وطن لکھنؤ تھا، عرصہ دراز تک رسڑا ضلع بلیا (اتر پردیش) کے مدرسہ میں تعلیم و تدریس کے فرائض انجام دیے، مشرقی اتر پردیش کے بہت سے علماء کو آپ سے

شرف تلمذ حاصل ہے، مولانا عبدالحق شیخ الدلائل آپ کے شاگردوں میں ہیں۔ جنھوں نے الاکلیل جیسی ضخیم تفسیر لکھی ہے۔

وفات محمد آباد گوہنہ ضلع اعظم گڈھ صفر ۱۲۸۱ھ (۱۸۵۶ء)

مولانا محمد تقی امینی۔

ولادت صبیحہ ضلع بارہ بنکی

مدرسہ امینیہ دہلی کے فاضل، مفتی اعظم مولانا کفایت اللہ دہلوی کے شاگرد تھے، کئی مدارس میں فرائض تدریس انجام دیئے، آخر میں علی گڈھ مسلم یونیورسٹی میں ناظم دینیات پھر صدر دینیات ہو گئے تھے، جدید فقہ ان کا خاص موضوع تھا، اس موضوع پر ان کی کئی کتابیں ہیں۔ ایک معمولی سا ہفتہ وار اخبار "احتساب" نکالتے تھے، علی گڈھ ہی میں دودھپور روڈ پر گھر بنا لیا تھا اور وہیں مستقل سکونت اختیار کر لی تھی، میرے مخلص دوستوں میں تھے کئی بار بنارس تشریف لا چکے تھے، دینی اجلاسوں میں بحیثیت مقرر بلائے جاتے تھے،

وفات علی گڈھ ۲۱ر جنوری ۱۹۹۱ء (۱۴۱۲ھ)

علامہ تمنا عمادی پھلواروی

ولادت پھلواری (بہار) ۳۰ر شوال ۱۳۰۵ھ ۱۴ر جون ۱۸۸۸ء)

کثیر المطالعہ، ذہین وطباع، مختلف افکار و نظریات کے معجون مرکب، خانقاہ مجیبیہ پھلواری شریف سے تعلق رکھنے والے اور علامہ شبلی نعمانی کے شاگردوں میں کہے جاتے ہیں، تقسیم ملک کے بعد مشرقی پاکستان چلے گئے اور چاٹگام میں سکونت اختیار کر لی تھی جہاں ان کے لڑکے کا بہت بڑا کاروبار تھا بنگلہ، موٹر، نوکر چاکر غرضیکہ ہر طرح کا آرام و اطمینان میسر تھا پھر وہ چاٹگام سے کراچی منتقل ہو گئے اور آخر تک وہیں مقیم رہے اور وہیں سے سفر آخرت اختیار کیا، کراچی میں قیام کے بعد بہت سے مضامین اخبار و رسائل میں مسلسل لکھے جس سے فتنۂ انکار حدیث کو قوت ملی، غلام احمد پرویز جو اس فتنہ کے سرغنہ تھے انھوں نے ان مضامین سے خوب فائدہ اٹھایا، بلا جھجک مشہور اور ثقہ راویان حدیث کو کذاب اور افترا پرداز لکھ جاتے حد یہ ہے کہ امام زہری کو بھی انھوں نے نہیں بخشا، مشہور ائمہ فقہ سے اپنی عقیدت کا اظہار بھی کرتے اور ان پر کڑی سے

کڑی نکتہ چینی بھی کرتے تھے منکرین حدیث کے رسالہ ، طلوع اسلام ، میں ان کے مضامین بکثرت شائع ہوتے ، چونکہ کثیر المطالعہ تھے اس لیے قلم جس طرف چل پڑا سیکڑوں صفحات لکھ ڈالے محمود عباسی کی بدنام زمانہ کتاب کے طرز پر انھوں نے بھی ایک کتاب لکھی تھی جس میں حضرت حسین کو خطا کار قرار دیا تھا اور یزید کو ہر جگہ امیر المومنین علیہ الرحمہ لکھتے ہیں ، جنگ جمل ، جنگ صفین ، کربلا ، اور واقعہ حرہ پر سات ہزار اشعار پر مشتمل ایک پوری کتاب لکھ دی جس کو ، القصیدۃ الزہرا ر ، کے نام سے طبع کرایا تھا ، اس کے مقدمہ میں لکھا کہ یزید ، مروان اور حضرت معاویہ کے بارے میں ساری روایتیں شیعوں کی گڑھی ہوئی ہیں ، آپ نے اوری میں محلہ کوٹ کی مسجد کے لیے تاریخ تعمیر لکھی تھی جو مسجد پر کندہ ہے ۔

لکھ سنہ تاریخ تمنا (خوب ہی مستحکم مسجد ۱۳۴۵ھ

وفات کراچی ۲ ر شوال ۱۳۹۲ھ (۷ ر نومبر ۱۹۷۲ء) مدفن گلشن اقبال کراچی

(ث)

مولانا ثابت علی پُرقاضوی

یہ استاذ الاساتذہ مولانا عبداللطیف پُرقاضوی کے برادرزادہ تھے، جب مظاہر علوم قائم ہوا تو اس کے پہلے دور کے طلبہ میں تھے، انھوں نے حدیث مولانا محمد مظہر نانوتوی سے پڑھی، فراغت کے بعد ان کو مظاہر علوم ہی میں ۱۲۹۶ھ ہی میں استاد بنادیا گیا، ہر علم وفن کی کتابیں پڑھاتے تھے، بتدریج ان کا شمار بڑے اساتذہ میں ہونے لگا، صحاح ستہ کی کتابوں میں سے سنن ابن ماجہ کا درس آپ سے متعلق تھا، اصول اور ضبط اوقات کے بہت پابند تھے سوائے تعطیل کلاں اور تعطیل عیدالاضحیٰ مدرسہ سے نہیں جاتے تھے۔

وفات ربیع الثانی ۱۳۴۲ھ (۱۹۲۳ء) بعمر ۶۵ سال

قاضی ثناء اللہ پانی پتی

ولادت پانی پت ۱۱۴۳ھ (۱۷۳۰ء)

قاضی، مفتی، فقیہ اور مفسر تھے، مدارس اسلامیہ کے نصاب فارسی کی کتاب مالابدمنہ آپ ہی کی زندۂ جاوید کتاب ہے، جس میں فارسی زبان میں مسائل بیان کئے گئے ہیں، عربی میں قرآن پاک کی ایک ضخیم تفسیر لکھی جو چھ جلدوں میں طبع ہوئی ہے اور تفسیر مظہری کے نام سے مشہور ہے، اس تفسیر کی خصوصیت یہ ہے کہ اس سے فقہی احکام بکثرت مستنبط کئے گئے ہیں۔

وفات رجب ۱۲۲۵ھ اگست ۱۸۱۰ء

مولانا ثناء اللہ ابوالوفا امرتسری

ولادت امرتسر ۱۲۸۵ھ (۱۸۶۸ء)

شیر پنجاب، رئیس المناظرین، فاتح قادیان، مدیر اخبار "اہلحدیث" امرتسر مولانا ثناء اللہ امرتسری کشمیری النسل ہیں، حدیث کی تعلیم مولانا عبدالمنان وزیر آبادی سے حاصل کی اور انھیں کی سند دکھا کر شاہ نذیر حسین دہلوی شمس العلماء سے اجازت حاصل کی، پھر آپ دارالعلوم دیوبند

گئے اور شیخ الہند مولانا محمود حسن کے سامنے زانوئے تلمذ تہ کیا اور آپ سے معقولات و منقولات اور کتب درسیہ کی سند حاصل کی پھر اس کے بعد مدرسہ فیض عام کانپور میں آپ کی دستار بندی ہوئی۔

یہ مناظروں کا دور تھا آپ نے آریوں، عیسائیوں اور بالخصوص قادیانیوں سے معرکۃ الآرا مناظرے کئے، مرزا غلام احمد قادیانی سے اس کے چیلنج پر مباہلہ کیا، مرزا غلام احمد قادیانی نے کہا کہ جو جھوٹا ہوگا وہ سچے کی زندگی میں مرجائے گا، نتیجہ یہ ہوا کہ مرزا غلام احمد قادیانی ۲۶ رمئی ۱۹۰۸ء کو ہیضہ میں مبتلا ہو کر واصل جہنم ہوا اور مولانا ثناء اللہ اس کی موت کے بعد چالیس برس تک زندہ رہے۔

آپ نے سرگرم سیاست میں حصہ لیا، جمعیۃ علماء ہند سے ہمیشہ وابستہ رہے، آزادی کے بعد فسادات میں آپ کے اکلوتے صاحبزادے مولوی عطاء اللہ ۱۳ راگست ۱۹۴۷ء کو امرتسر میں شہید کر دیئے گئے اس کے بعد آپ سرگودھا چلے گئے اور وہیں زندگی کے بقیہ دن پورے کئے، آپ کئی درجن کتابوں کے مصنف ہیں اور بیشمار چھوٹے چھوٹے رسالے مختلف مسائل پر آپ کے قلم سے نکلے۔

وفات سرگودھا (پاکستان) ۴ رجمادی الاول ۱۳۶۷ھ
۱۶ رمارچ ۱۹۴۸ء

www.kitaab

(ج)

مولوی چراغ علی

ولادت میرٹھ ۱۸۴۴ء (۱۲۶۰ھ)

باقاعدہ اور بہت زیادہ تعلیم یافتہ نہیں تھے، البتہ فارسی، اور انگریزی سے بخوبی واقف تھے لیکن لگن اور شوق مطالعہ نے اس کمی کو پورا کردیا، ۱۲ سال کی عمر تھی کہ ان کے والد کا انتقال ہوگیا اس لئے باضابطہ کوئی امتحان پاس نہ کرسکے۔ معاشی حالت خراب ہونے کی وجہ سے کم عمری ہی میں ملازمت شروع کردی، پہلے بیس روپے ماہوار پر ضلع بستی میں خزانے کے منشی ہوئے، پھر بتدریج ترقی کرتے رہے اور مطالعہ کتب سے اپنی علمی صلاحیتوں میں برابر اضافہ کرتے رہے، ۱۸۷۳ء میں وہ ڈپٹی متصرم ہوگئے، ۱۸۷۷ء میں حیدرآباد سے سرسید کے پاس ترجمہ کا کچھ کام آیا تو انھوں نے مولوی چراغ علی کو سیتاپور سے بلاکر یہ کام سپرد کردیا، وہ ملازمت سے استعفاء دے کر علی گڈھ آگئے اس کے بعد ریاست حیدرآباد سے محسن الملک کے ذریعہ ایک بڑے عہدے کے لئے ایک لائق آدمی کی تلاش ہوئی تو سرسید نے مولوی چراغ علی کو حیدرآباد بھیج دیا وہ جاکر وہاں معتمد مالگذاری ہوگئے پھر ترقی کرکے اور اونچے عہدے پر پہونچے اور جب محسن الملک سبکدوش ہوئے تو ان کی جگہ مولوی چراغ علی کو فائننس سکریٹری بنادیا گیا یہ ریاست کا بہت بڑا عہدہ تھا وہ اسی عہدے پر آخر تک رہے۔

وہ ابتدا ہی سے لکھنے لگے تھے اور ان کے مضامین شائع ہوتے رہتے تھے جب معاش کی طرف سے مطمئن ہوئے تو انھوں نے تصنیف وتالیف کا آغاز کیا، انگریزی میں انھوں نے سات کتابیں لکھیں جو زبان وبیان کے لحاظ سے بہت معیاری تسلیم کی گئیں اردو میں انھوں نے دس کتابیں لکھیں جو سب کی سب اسلامی موضوعات پر ہیں چونکہ وہ ہمیشہ سرسید کے احسانمند رہے اسلئے ہر مرحلہ پر وہ سرسید کا تعاون کرتے رہے۔

وفات ۱۵ رجون ۱۸۹۵ء (۱۳۱۳ھ)

مولانا جعفر تھانیسری

یہ سند یافتہ عالم تو نہیں تھے لیکن سید احمد شہید رائے بریلوی کے خلفاء جیسے فرشتہ صفت لوگوں کی صحبت نے ان کو عالم باعمل بنا دیا تھا، وہ سرحد میں جہاد کرنے والے مجاہدین کی امداد کرتے تھے، اور اس خفیہ تنظیم کے ایک فرد تھے جو سرحد کے مجاہدین کی ضروریات پوری کرتی تھی، مجاہدین میں ان کا بڑا اعزاز و احترام تھا، انھیں کے ذریعہ رقوم سرحد بھیجی جاتی تھیں۔

خفیہ پولیس نے ایک دن اس خفیہ تنظیم کا پتہ چلا لیا اور چاروں طرف پولیس کا جال بچھا دیا گیا اور مولانا جعفر گرفتار کر لیے گئے اور انبالہ کی عدالت میں ان پر سازش اور ہندوستان سے بغاوت کا الزام عائد کر کے مقدمہ چلایا گیا، عدالت کے انگریز مجسٹریٹ نے پھانسی کا حکم دیا، مگر اپیل پر پھانسی کی سزا کو حبس دوام بہ عبور دریائے شور میں بدل دیا گیا اور مولانا موصوف کو جزیرہ انڈمان (کالے پانی) بھیج دیا گیا، ۱۱ر جنوری ۱۸۶۶ء کو کالے پانی روانہ کیا گیا تھا. بیس سال جزیرہ انڈمان میں اذیت و مصیبت کی زندگی گذاری۔ اتفاق سے ان کو رہائی کا پروانہ مل گیا اور ۲۱ر نومبر ۱۸۸۳ء کو بیس سال بعد اپنے وطن پہونچے، جائداد اور گھر بار تباہ ہو چکا تھا ادھر ادھر ٹیوشن کر کے زندگی کے بقیہ ایام گذار کر راہی ملک بقا ہوئے، آپ نے اپنی آپ بیتی "تواریخ عجیب" عرف کالا پانی کے نام سے لکھی ہے جس میں اپنی بیس سالہ جیل کی زندگی کی روداد بڑے عبرتناک انداز میں لکھی ہے۔

وفات انبالہ ۱۹۰۵ء (۱۳۲۳ھ)

مولانا جلیل احمد کیرانوی

دارالعلوم دیوبند کے استاذ تھے، بچپن ہی سے حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسن صاحب دیوبندی کے گھر پر رہے اور گھر کے ایک فرد کی طرح رہے، حضرت شیخ الہند کی خدمت میں شب و روز رہتے تھے، جب حجاز میں شیخ الہند کو گرفتار کر کے مالٹا کے جزیرے میں بھیج دیا گیا اور اس کی خبر ہندوستان پہونچی تو انھوں نے شیخ الہند کے رہائشی کمرے میں جو ڈاک کا بہت بڑا انبار تھا اس کو فوراً نذر آتش کر کے ایک ایک کاغذ کو جلا کر اس کی راکھ باہر پھینک دی، جس اندیشے کی وجہ سے یہ کیا گیا تھا وہ حقیقت بن کر سامنے آگیا، پولیس

نے شیخ الہند کے گھر پر چھاپہ مارا ، کاغذات کی ایک چٹ بھی اس کو نہیں ملی البتہ مولانا موصوف جو ابھی ایک کم عمر لڑکے تھے ان کو پولیس گرفتار کر کے الٰہ آباد لے گئی اور تصدق حسین سی آئی ڈی افسر اور مسٹر سین پولیس آفیسر نے بچہ سمجھ کر خوب ڈرایا اور دھمکایا ، سختیاں کیں ، لالچ دیئے ، مگر ان سے کوئی کام کی بات پولیس کو نہ مل سکی ، وہ نہایت بے خوفی اور مستقل مزاجی سے پولیس کے ہر سوال کا جواب دیتے رہے ، عاجز آکر پولیس نے ان کو چھوڑ دیا ، اور دیوبند واپس آگئے۔

آپ اس وقت زیر تعلیم تھے ، الٰہ آباد سے رہائی کے بعد پھر اپنی تعلیم میں لگ گئے اور دارالعلوم میں دورۂ حدیث پڑھ کر سند فراغت حاصل کر لی ، فراغت کے بعد انبالہ کے ایک مدرسہ میں مدرس ہو گئے کچھ دنوں بعد کراچی چلے گئے اور وہاں ایک مدرسہ میں مدرس رہے بعد میں ان کو بلا کر دارالعلوم دیوبند میں استاد بنا دیا گیا ، پھر تمام زندگی یہیں درس و تدریس میں لگے رہے یہاں تک کہ پیام اجل آپہونچا۔

وفات دیوبند ۱۹۶۸ء (۱۳۸۸ھ)

مولانا جمال الدین

یہ بہار کے کسی گاؤں کے رہنے والے تھے مگر بسلسلہ تعلیم و تدریس کلکتہ میں سکونت اختیار کر لی تھی ، سید احمد شہید رائے بریلوی کی تحریک اصلاح سے وابستہ تھے اور ان کے حلقہ بگوشوں میں شامل تھے دوسری علمی خدمات کا تو علم نہیں البتہ کلکتہ میں انھوں نے ایک شاندار مسجد تعمیر کرائی اور اسی مسجد کے صحن میں ایک دینی مدرسہ کی بنیاد ڈالی ، یہی دونوں ان کی مادی یادگاریں باقی ہیں۔

وفات کلکتہ ۸ ربیع الاول ۱۳۰۳ھ ۱۸۸۵ء

(ح)

مولانا حامد الانصاری غازی

ولادت انبیٹھ ضلع سہارنپور ۱۹۰۳ء (۱۳۲۲ھ)

ریشمی رومال تحریک کے ایک اہم رکن مولانا محمد میاں انصاری مقیم کابل کے فرزند تھے، دارالعلوم دیوبند کے فاضل، اور حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب مہتمم دارالعلوم کے داماد اخبار مدینہ بجنور کے مدیر تھے، اچھے انشار پرداز، اچھے صحافی اور ،، قلم تھے، ۱۹۵۳ء کے بعد بمبئی چلے گئے تھے اور پھر وہیں مستقل سکونت اختیار کرلی، وہاں سے ایک اخبار ،، جمہوریت ،، کے نام سے نکالا تھا مگر جلد ہی بند ہوگیا، صاحب تصنیف تھے۔

وفات بمبئی ۱۶ ر اکتوبر ۱۹۹۲ء (۱۴۱۲ھ)

مولانا سید حامد میاں دیوبندی

ولادت دیوبند ضلع سہارنپور ۱۳۴۵ھ ۱۹۲۶ء

جامعہ مدنیہ لاہور (پاکستان) کے بانی، اس کے مہتمم اور شیخ الحدیث تھے، ہندوستان کے مشہور مصنف قومی و ملی رہنما عالم مولانا سید محمد میاں دیوبندی کے صاحبزادے تھے، بچپن مرادآباد میں گذرا اور یہیں سے تعلیم کا آغاز ہوا یہاں شرائط دورہ کی کتابیں پڑھ کر دارالعلوم دیوبند چلے گئے اور وہاں حضرت شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد مدنی اور دوسرے اساتذہ سے صحاح ستہ پڑھ کر سند فراغت حاصل کی ۱۳۶۷ھ میں فارغ ہوئے اور اسی سال حضرت مدنی سے بیعت ہوگئے اور دوسرے سال ۱۳۶۸ھ میں آپ کو اپنے شیخ کی جانب سے خلافت و اجازت بھی حاصل ہوگئی، تعلیم سے فراغت کے بعد مدرسہ شاہی مرادآباد کے دارالافتاء سے متعلق ہوگئے اسی لئے مفتی صاحب کہے جاتے تھے، ۱۳۷۰ھ میں آپ پاکستان چلے گئے اور لاہور میں سکونت اختیار کرلی، وہاں جاکر پہلے آپ نے رام گلی میں ایک

مدرسہ احیاء العلوم قائم کیا تھا، پھر اس کے پانچ سال بعد کریم پارک لاہور میں ایک دوسرا مدرسہ "جامعہ مدنیہ" کے نام سے قائم کیا جو آج پاکستان کے مشہور اور مرکزی مدارس میں شمار ہوتا ہے، آپ ہی اس کے بانی، مہتمم اور شیخ الحدیث رہے اور ساری زندگی اس کی تعمیر و ترقی میں لگے رہے، قومی و ملی سرگرمیوں میں برابر شریک رہے اور جمعیۃ علماء پاکستان کے امیر رہے بہت ہی متقی، اوراد و وظائف کے پابند اور بڑے اعزاز و احترام کے ساتھ زندگی بسر کی۔

وفات لاہور رجب ۱۴۰۶ھ (فروری ۱۹۸۶ء)

مولانا حبیب الرحمٰن عثمانی

دیوبند کے عثمانی شیوخ میں سے تھے اور دارالعلوم دیوبند کے مہتمم تھے، وہ ایک ممتاز و متبحر عالم اور عربی کے ادیب تھے، دیگر علوم کے علاوہ عربی نظم و نثر پر یکساں قدرت حاصل تھی، اسلامی تاریخ سے بھی ان کو شغف تھا، وانشا پردازی میں بھی ان کا سلیقہ خاصہ تھا، دیوبند سے شائع ہونے والے رسالہ "القاسم" میں ان کے مضامین جو شائع ہوتے تھے وہ ان کے علم و فضل اور وسعت نظر کے شاہد ہیں، ان کی اردو تصنیف "اسلام کی اشاعت کیوں کر ہوئی؟" ایک ضخیم کتاب ہے جو اپنے موضوع پر ایک بہترین اور تشفی بخش کتاب ہے، علماء دیوبند میں وہ اپنی جس خصوصیت کی وجہ سے ممتاز تھے وہ ان کا تدبر، حسن سیاست اور قوت نظم و نسق تھی، انھوں نے ۱۳۳۵ھ سے ۱۳۴۸ھ تک جب تک ان کے بدن میں جان رہی دارالعلوم کے اہتمام کو سلیقہ سے سنبھالا۔

وفات دیوبند ۴ ار رجب ۱۳۴۸ھ (دسمبر ۱۹۲۹ء)

مولانا حبیب الرحمٰن الاعظمی

ولادت مئو ناتھ بھنجن ۱۹۰۱ء (۱۳۱۹ھ)

عصر جدید کے عظیم محدث، اسماء الرجال کے ماہر کامل، فقیہ مستند، عربی ادب کے امام، قدیم مخطوطات حدیث کے سب سے بڑے نقاد و محقق و نکتہ شناس۔

آپ کی تعلیم زیادہ تر مئو میں ہوئی، حدیث میں امام العصر علامہ انور شاہ کشمیری کے شاگرد ہیں تکمیل کتب حدیث مولانا کریم بخش سنبھلی سے دارالعلوم مئو میں کی، فراغت کے بعد دارالعلوم ہی میں مدرس ہو گئے پھر جامعہ مظہر العلوم بنارس میں صدر المدرسین رہے پھر جلد ہی اپنے وطن

واپس آئے تو یہاں مدرسہ مفتاح العلوم جو ایک مکتب کی شکل میں تھا اس کی نشاۃ ثانیہ کر کے اس کو ہندوستان کا مرکزی ادارہ بنانے میں کلیدی کردار انجام دیا، آپ ہمیشہ اس کے شیخ الحدیث رہے اور صحاح ستہ کی کتابیں پڑھاتے رہے آخر میں آپ نے تدریسی مشغولیتیں ترک کر دیں اور یکسو ہو کر خلوت گزیں ہو گئے اور زندگی کے اخیر لمحات تک احادیث کے قدیم مخطوطات پر کام کرتے رہے، آپ کی تحقیق و تنقید کے شاہکار مصنف عبد الرزاق (گیارہ جلدوں میں) مسند حمیدی (دو جلدوں میں) سنن سعید ابن منصور، کتاب الزہد والرقائق، مصنف ابن ابی شیبہ ہیں، ان کے علاوہ ڈیڑھ درجن اردو میں آپ کی تصنیفات ہیں، جو اپنے اپنے موضوع کا حق ادا کرتی ہیں، آپ کی محدثانہ بصیرت اور اسماء الرجال میں درجہ کمال ہندو پاک ہی نہیں پوری اسلامی دنیا میں تسلیم شدہ ہے، احناف و اہلحدیث کے درمیان مختلف فیہ مسائل پر آپ کی کتابیں قول فیصل کا حکم رکھتی ہیں، آپ عربی، فارسی، اور اردو کے قادر الکلام شاعر بھی تھے۔

وفات ۱۰ر رمضان ۱۴۱۲ھ ۱۶ر مارچ ۱۹۹۲ء مدفن مدرسہ مرقاۃ العلوم مئو

مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانوی

(ولادت ۱۳۱۰ھ ۱۸۹۲ء)

مسلمانوں کی پرجوش اور جانباز تنظیم مجلس احرار اسلام کے عظیم المرتبت قائد اور لیڈر تھے، آپ کا خاندان لدھیانہ میں کئی پشتوں سے ایک علمی خاندان تھا، آپ کے آبا و اجداد میں کئی نامور عالم گذرے ہیں، سیاسی میدان میں بھی وہ پیش رو رہے ہیں، آپ نے لدھیانہ کے بجائے امرتسر میں سکونت اختیار کر لی تھی، آپ شعلہ بیان مقرر اور آتش نوا خطیب تھے، تحریک آزادی کے پورے دور میں اس یقین کے ساتھ انگریزی حکومت کے خلاف تقریر کرتے تھے کہ اسٹیج سے اترتے ہی ہاتھوں میں ہتھکڑیاں ہوں گی اور پاؤں میں بیڑیاں اور پھر سیدھے جیل جانا ہے، اپنی سیاسی زندگی میں متعدد بار گرفتار ہوئے اور جیل کی مشقتیں اٹھائیں، تقسیم ملک کے بعد جو ہنگامے ہوئے امرتسر بھی مسلمانوں کے لئے جہنم کدہ بن گیا بڑی مشکلوں سے اپنے خاندان کو لے کر دہلی آ گئے، کانگریس کے اونچے

لیڈروں سے تعلقات تھے اس لئے سر چھپانے کی جگہ مل گئی پھر آپ دہلی ہی میں مقیم ہو گئے اور یہیں سے سفر آخرت پر روانہ ہوئے۔

وفات دہلی ۱۳۷۶ھ ۱۹۵۶ء

مولانا حبیب الرحمٰن شیروانی

ولادت ۲۰ شعبان ۱۲۸۳ھ ۱۸۶۶ء

بھیکم پور ضلع علی گڈھ کے رئیس اور جاگیردار، ریاست حیدرآباد میں بلند ترین منصب پر فائز، عالم فاضل جدید و قدیم تعلیم سے بہرہ ور ایک بیش قیمت کتب خانہ کے مالک، علماء و مشائخ کی مجلسوں میں باوقار، مولانا لطف اللہ علی گڈھی اور شیخ حسین بن محسن یمانی سے حدیث پڑھ کر سند و اجازت حاصل کی تھی، باضابطہ عالم تھے، اپنے دور کے مشاہیر اہل علم سے ان کے روابط تھے، بڑے ہی علم دوست تھے، تصنیف و تالیف کا بڑا ستھرا ذوق رکھتے تھے ان کے دو رسالے "علماء سلف" اور "نابینا علماء" ان کی یادگار ہیں۔

وفات ۱۱ راگست ۱۹۵۰ء ۱۳۷۰ھ

حکیم حبیب الرحمٰن (ڈھاکہ)

ڈھاکہ کے مشہور طبیب اور اہل علم میں سے تھے یہ حکیم الامۃ مولانا اشرف علی تھانوی کے اس زمانے کے شاگرد ہیں جب مولانا موصوف کانپور کے مدرسہ میں تدریسی فرائض انجام دے رہے تھے، حدیث انھوں نے مولانا لطف اللہ علی گڈھی سے پڑھی اور حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی کے ایک شاگرد سے بھی ان کو سند و اجازت حدیث حاصل تھی، دینی تعلیم سے فراغت کے بعد دہلی جا کر حکیم عبدالمجید خاں دہلوی سے ۱۹۰۱ء سے انھوں نے طب پڑھی، جب اپنے وطن ڈھاکہ واپس آئے تو انھوں نے ایک طبیب و معالج کی حیثیت سے زندگی شروع کی علاج میں اتنی مہارت اور شہرت حاصل کی کہ ان کے دور میں ان کا کوئی ثانی نہیں تھا انھوں نے ایک طبیہ کالج بھی قائم کیا تھا جو کامیابی سے چلتا رہا، طب کے ساتھ تاریخ و ادب سے بھی ان کو دلچسپی تھی، بنگال میں رہنے کے باوجود اہل زبان کی طرح فصیح و بلیغ اُردو لکھتے تھے، علامہ شبلی کے دوستوں میں تھے، جب علامہ شبلی ایک بار ان سے ملے

تو انھوں نے یہ تجویز رکھی کہ "کشف الظنون" کی طرح ہندوستان کے ہر صوبے کی تصنیفات پر ایک مفصل اور محققانہ کتاب لکھی جائے، علامہ شبلی نے اس خیال کی تحسین کی اور تائید کی خود علامہ نے بنگال کے مصنفین اور ان کی تصانیف کا تعارف حکیم صاحب کے سپرد کیا، انھوں نے اس کو منظور کر لیا اور اس سلسلہ میں انھوں نے کام کا آغاز بھی کر دیا "ثلاثہ غسالہ" کے نام سے ایک کتاب لکھی تھی دوسری کتاب "مساجد ڈھاکہ" "ڈھاکہ پچاس سال پہلے" اور "شعرا ڈھاکہ" وغیرہ ہیں ان کی آخری تصنیف "آسودگان ڈھاکہ" ہے جو ۱۹۲۲ء میں چھپ کر شائع ہوئی جس میں بزرگان ڈھاکہ کے مزارات کی تحقیق اور تذکرے ہیں، ڈھاکہ سے کئی رسالے بھی انھوں نے جاری کئے تھے۔

وفات ڈھاکہ یکم ربیع الثانی ۱۳۶۶ھ ۲۳ر فروری ۱۹۳۶ء

مولانا حبیب احمد کیرانوی

ولادت کیرانہ ضلع مظفر نگر

متعدد مدارس میں تعلیم حاصل کی، فراغت کے بعد مدرسہ یوسفیہ مینڈھو ضلع علی گڈھ میں صدر المدرسین تھے، ۱۳۳۳ھ میں مدرسہ امداد العلوم تھانہ بھون میں مدرس ہوئے، مولانا اشرف علی تھانوی کی خدمت میں لمبے عرصے تک رہے چونکہ بہت ہی ذی استعداد اور ذہین وفطین تھے اور مطالعہ بہت وسیع تھا اس لئے حضرت تھانوی نے ان کو اپنا معاون بنا لیا تھا، حوادث الفتاوی، ترجیح الراجح، بہشتی زیور، تفسیر بیان القرآن اور امداد الفتاوی پر مولانا تھانوی کے حکم سے نظر ثانی کی، بہت سے اضافے کئے، اور اصلاحات کیں، ضمیمے اور تتمے لکھے اور ۱۳۳۲ھ ہی میں آپ نے مولانا تھانوی کی تفسیر بیان القرآن پر حواشی لکھے، ۱۳۶۱ھ تک ان کے مضامین اہم موضوعات پر رسالوں میں شائع ہوتے رہے، مستقل تصانیف بھی آپ کی یادگار ہیں بالخصوص ان کی تفسیر "حل القرآن" اردو کی بہترین تفسیروں میں شمار کئے جانے کے لائق ہے۔ یہ تفسیر ۱۶۵۰ صفحات پر مشتمل ہے اور مولانا تھانوی نے اس کو حرفاً حرفاً دیکھا اور پڑھا ہے اور ان کی رائے تفسیر کے ساتھ ہی چھپی ہے، شیعوں اور قادیانیوں کے

ردمیں دو کتابیں ان کے قلم سے ہیں، چھوٹے چھوٹے کئی رسالے بھی اہم مسائل پر لکھے ہیں ——— وفات ۲ ربیع الاول ۱۳۶۶ھ ۱۹۴۷ء جنوری (مدفن کیرانہ)

حسرت موہانی

ولادت قصبہ موہان ضلع اناؤ (۱۲۹۷ھ / ۱۸۸۰ء)

خاندانی نام فضل الحسن ہے، مولانا حسرت موہانی کے نام سے مشہور ہوئے، اردو کے مشہور اور منفرد شاعر بلکہ استاذ الشعراء، آخری دور میں جبکہ اردو غزل بدنام ہو رہی تھی آپ نے اس کی آبرو بچائی، ان کے کمال فن نے شاعری میں ان کے مقام و مرتبہ کو بہت بلند کر دیا، عملی زندگی میں نہایت ایماندار سچے اور مخلص قومی لیڈر، نڈر اور انتہائی جری سیاسی رہنما تھے، ابتدائی تعلیم قرآن پاک اردو، فارسی کی تعلیم موہان میں حاصل کی پھر مڈل کا امتحان دیا اور پورے صوبے میں اول آئے اور سرکاری وظیفہ پایا، فتحپور ہسوا کے گورنمنٹ ہائی اسکول سے انٹرنس کا امتحان امتیاز کے ساتھ پاس کیا اور وظیفہ پایا، اس کے بعد انھوں نے علی گڈھ کا رخ کیا اور ۱۹۰۳ء میں بی۔ اے کی ڈگری حاصل کی۔

ان کی شاعری کا آغاز فتحپور ہسوہ ہی کے دور طالب علمی سے ہو چکا تھا، علی گڈھ جانے کے بعد تو ان کی شاعری نے وہ پر وبال نکالے کہ وہ صرف شاعر ہی ہو کر رہ گئے، حسرت کی شاعری خود ان کی اپنی شاعری ہے، تقلیدی اور رسمی نہیں فطری ہے، ان کا اپنا مخصوص لب ولہجہ ہے، وہ غزل کے شاعر ہیں لیکن انھوں نے غزل میں جہاں رنگینی و رعنائی اور شوخی و بے باکی کا مظاہرہ کیا ہے وہیں اس میں زندگی کی ترجمانی بھی ملتی ہے مگر یہ ترجمانی بھی ایسی ہے کہ غزل کے رنگ و آہنگ کو ذرا بھی ٹھیس نہیں لگتی۔

پھر وہ شاعر سے سیاسی لیڈر بن گئے، تعلیمی سلسلہ ختم ہونے کے بعد انھوں نے کسی بہتر ملازمت کی تلاش کے بجائے علی گڈھ سے ایک رسالہ "اردوئے معلیٰ" نکالا، کہنے کو تو یہ ایک ادبی رسالہ تھا لیکن اسی رسالے نے ان کو سیاست کی خارزار وادی تک پہونچا دیا، اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ۱۹۰۸ء میں ایک مضمون کی اشاعت پر ان کو پہلی بار جیل جانا پڑا، اور دو برس کی سزا کاٹی، سرکاری مہمانی کا یہ آغاز تھا، پھر تو آئے دن جیل کے دروازے ان پر

کھلتے اور بند ہوتے رہے، پُرجوش کانگریسی تھے، سب سے پہلے آزادی کامل کی تجویز کانگریس کے اجلاس میں پیش کی مگر ورکنگ کمیٹی اس حد تک جانے کے لئے اپنے اندر ہمت نہیں پاتی تھی، پھر سیاسی حوادث، اتار چڑھاؤ اور نشیب و فراز نے ان کو کانگریس سے بدظن کر دیا اور مسلم لیگ میں چلے گئے اور تحریک پاکستان کی حمایت کرنے لگے، صداقت و راست بازی کا دامن یہاں بھی نہیں چھوڑا، آزادی کے بعد وہ پاکستان نہیں گئے جب کہ ان کے لئے بہترین مواقع تھے لیکن ان کو اپنے وطن سے محبت تھی اور سچی محبت تھی اس لئے وہ پوری استقامت کے ساتھ ہندوستان ہی میں رہے، پارلیمنٹ کے ممبر بھی ہوئے، ہر جگہ وہی شوریدگی و فرزانگی پارلیمنٹ میں بھی ان کا نعرۂ حق بلند ہی ہوتا رہا، مولانا حسرت بہت ہی نیک دیندار اور سچے مسلمان تھے۔ انتہائی افلاس کی زندگی گذاری، زندگی کی شادابی و رعنائی کو میاں بیوی نے جانا ہی نہیں ان کی بیوی ان کی شریک کار اور حوصلہ مند عورت تھیں، مولانا فرنگی محل کے ایک بزرگ سے بیعت تھے، عرس و قوالی سے بھی دلچسپی تھی، بڑی بے سروسامانی اور مفلسی کی زندگی بسر کی، لکھنؤ میں انتقال ہوا اور یہیں فرنگی محل کے قبرستان انوار باغ میں آسودۂ خواب ہیں۔

وفات لکھنؤ ۱۵ مئی ۱۹۵۱ء (۱۳۷۰ھ)

خواجہ حسن نظامی

ولادت دہلی ۲ دسمبر ۱۸۷۸ء ۹ محرم ۱۲۹۶ھ

اُردو کے مشہور انشاء پرداز، منفرد نثر نگار، سیکڑوں کتابوں کے مصنف، مشہور پیر، اپنے دور کے مشہور ترین افراد میں سے تھے، ان کا اپنا خود ساختہ مسلک تھا، ان کے مریدین میں ہر مذہب کے لوگ شامل تھے، وقت شناسی اور زمانہ سازی کے ماہر تھے، غربت و افلاس کی کڑی دھوپ بھی جھیلی اور دولت و ثروت کا شجر سایہ دار بھی ملا، نواب حیدرآباد کے مدار المہام ان کے مریدوں میں تھے، مذہب، سیاست، قومی و ملی مسائل ہر ایک میں ان کی اپنی مخصوص روش تھی، پتہ نہیں کتنے اخبارات جاری کئے کیونکہ ان کے اخبارات موسمی اور فصلی ہوتے تھے اس لئے ان کا کوئی اخبار زیادہ دنوں تک نہیں چلتا تھا، البتہ نظام المشائخ

ماہوار رسالہ تھا، اس کی زندگی دراز رہی، وہ صاحب طرز انشاء پرداز تھے، ان کی تحریر میں بڑی دلکشی تھی، دہلی کی ٹکسالی زبان استعمال کرتے تھے، بات بات میں نکتے پیدا کرنا اور اچھوتا انداز بیان ان کی تحریر کا خاصہ تھا، غدر ۱۸۵۷ء پر ان کی کئی کتابیں ہیں، ان کتابوں میں غضب کی تاثیر ہے، پڑھتے پڑھتے آنکھیں ڈبڈبا آتی ہیں اور آنسوؤں سے بھر جاتی ہیں، ان کی تعلیم کے بارے میں صحیح معلومات تو نہیں لیکن وہ ہر مذہبی معاملہ میں اپنی ایک مخصوص رائے رکھتے تھے اور کسی کی تقلید نہیں کرتے تھے، دو مخالف کیمپوں سے بیک وقت رابطہ اور تعلق رکھنا اور دونوں کو خوش رکھنے کا فن ان کو آتا تھا، اسی لئے وہ اپنی نجی زندگی میں بہت کامیاب رہے۔ بڑے بڑے راجوں، مہاراجوں اور نوابوں کے یہاں ان کی رسائی اور پذیرائی تھی، ان کے یہاں برابر آتے جاتے تھے اور شاہی مہمان کی طرح ان کی عزت افزائی ہوتی تھی ایک زمانہ وہ تھا کہ وہ نان جویں کو محتاج تھے ایک وقت آیا کہ انھوں نے ذاتی استعمال کے لئے کار رکھ لی تھی۔

وفات دہلی ۳۱ر جولائی ۱۹۵۵ء ۱۱ر ذی الحجہ ۱۳۷۴ھ مدفن بستی نظام الدین (دہلی)

مولانا حسین احمد مدنی (شیخ الاسلام)

ولادت قصبہ بانگر مئو ضلع اناؤ ۱۹ر شوال ۱۲۹۶ھ (ستمبر ۱۸۷۹ء)

ہندوستانی علماء کے سرتاج، ان کے شیخ طریقت، دبستان دیوبند کی کلاہ افتخار کے گوہر بے بہا اور کوہ نور دارالعلوم دیوبند کے شیخ الحدیث، ہندوستانی علماء کی قابل فخر جماعت جمعیۃ علماء ہند کے صدر محترم، کاروان آزادی کے سپہ سالار اعظم، انڈین نیشنل کانگریس کے مسلم رہنماؤں میں بلند مقام رکھتے تھے، علمی دنیا نے ان کو شیخ الاسلام کا پرشکوہ خطاب دے رکھا تھا، تحریک شیخ الہند ریشمی رومال کی تحریک میں اپنے شیخ کے ساتھ گرفتار ہو کر مالٹا میں ۳ ½ سالوں کی اذیتناک جیل کاٹی ۱۹۲۰ء میں کراچی کے مقدمہ میں آپ کو پھانسی دیئے جانے کا فیصلہ پورے ملک کی نگاہوں میں یقینی تھا لیکن خدا نے آپ کو محفوظ رکھا، آپ شیخ الہند کے شاگرد ہی نہیں دیوانے تھے اسی لئے ان کے علمی و سیاسی جانشین ہوئے، جس سال آپ نے دارالعلوم سے فراغت حاصل کی اسی سال آپ کا

پورا خاندان مدینہ ہجرت کر گیا، آپ بھی ان کے ہمراہ تھے مگر آپ نے ہجرت کی نیت نہیں کی تھی اس لئے مالٹا سے رہائی کے بعد حضرت شیخ الہند کے ساتھ سیدھے ہندوستان آگئے، آپ امام العارفین حضرت مولانا رشید احمد محدث گنگوہی سے بیعت تھے اور خلیفہ خود آپ سے بیعت ہونے والوں کی تعداد بیشمار ہے، دارالعلوم دیوبند میں آنے سے پہلے تین سال سلہٹ (آسام) میں آپ نے گذارے اسی لئے بیعت ہونے والوں کی تعداد اس علاقہ میں بے اندازہ ہے، آپ نے آزادی کی راہ میں بڑی بڑی اذیتیں غیروں اور اپنوں دونوں سے اٹھائیں، زندگی کا ایک معتدبہ حصہ برطانوی جیلوں میں گذرا، تحریک پاکستان کی مخالفت میں سب سے نمایاں نام آپ کا تھا، اس کی پاداش میں آپ کو جو ذہنی و روحانی اذیت جھیلنی پڑی وہ آپ ہی کا ظرف تھا، آزادی کے بعد حکومت نے آپ کی خدمات کے اعتراف کے طور پر خطاب دیا تھا جس کو آپ نے شکریہ کے ساتھ واپس کردیا، مدینہ منورہ میں ۱۶ سال حرم نبوی میں درس دیا اور دارالعلوم دیوبند میں ۳۲ سال حدیث کا درس دیا، چار ہزار سے زیادہ علماء ہند کو آپ سے تلمذ کی نسبت پر فخر ہے، آپ کی خود نوشت سوانح حیات "نقش حیات" کے نام سے دو جلدوں میں ہے، آپ کی سوانح حیات کے سلسلہ میں تین کتابیں شائع ہوچکی ہیں۔ "مآثر شیخ الاسلام" (اسیر ادروی)، "مولانا حسین احمد مدنی" (فرید الوحیدی)۔ "سیرت شیخ الاسلام" (مولانا نجم الدین اصلاحی) وفات دیوبند میں ہوئی، قبرستان قاسمی مدفن ہے۔

وفات دیوبند ۱۲؍ جمادی الاول ۱۳۷۷ھ ۵؍ دسمبر ۱۹۵۷ء

شیخ حسین بن محسن یمانی

ولادت حدیدہ (یمن) جمادی الاول ۱۲۴۵ھ (اکتوبر ۱۸۲۹ء)

اپنے دور کے ایک عظیم محدث تھے، یمنی الاصل تھے، بھوپال میں اقامت گزین ہوگئے تھے، ہندوستان کے مشاہیر علماء نے ان سے حدیث پڑھی ہے اور سند حاصل کی ہے، ان مشاہیر میں نواب صدیق حسن خاں قنوجی بھوپالی، مولانا شمس الحق ڈیانوی، مولانا محمد بشیر سہسوانی، حافظ عبداللہ غازی پوری مئوی، مولانا عبدالعزیز رحیم آبادی، مولانا سلامت اللہ جیراجپوری اعظم گڈھی، مولانا وحید الزماں حیدرآبادی، مولانا عبدالحی حسنی رائے بریلوی

شامل ہیں۔

بھوپال سے باہر وہ لکھنؤ متعدد بار آئے، آخری دور میں تین چار ماہ مشہور رئیس وجاگیر دار اور اہل علم مولانا حبیب الرحمٰن خاں شیروانی کے یہاں حبیب گنج ضلع علی گڈھ میں قیام رہا، وہاں سے وہ بھوپال واپس گئے ان کے اہل وعیال مستقلاً بھوپال میں رہتے تھے وہیں مولانا کا انتقال ہوا اور دفن بھی ہوئے۔ ان کی قلمی یادگار کوئی نہیں کہا جاتا ہے کہ انھوں نے ابوداؤد پر حاشیہ لکھا تھا۔

وفات بھوپال جمادی الاول ۱۳۲۷ھ ۱۹۰۹ء

مولوی حشمت علی پیلی بھیتی

ولادت لکھنؤ ۱۳۲۰ھ (۱۹۰۲ء)

رضاخانی جماعت کے مشہور مناظر ہیں، انھوں نے اپنی تاریخ ولادت "سگ درگہ بغداد" سے نکالی ہے، رضاخانی جماعت کے نمائندہ، وکیل اور ان کی جماعت کے نقطۂ نگاہ کو واشگاف لفظوں میں بیان کرنے والے تھے، تعلیم کا آغاز مدرسہ فرقانیہ مدرسہ مولانا عین القضاۃ لکھنؤ سے ہوا، پھر وہ بریلی منظر اسلام مدرسہ میں بھیج دیے گئے، مولانا امجد علی گھوسوی ان کے اساتذہ میں ہیں جو ان دنوں مدرسہ منظر اسلام میں مدرس تھے ۱۳۴۰ھ میں شاہ حامد رضا قادری نے دستار فضیلت آپ کے سر پر باندھی، ان کے اعلیٰحضرت نے ان کو "غیظ المنافقین" کا خطاب دیا تھا، اپنے استاذ مولانا امجد علی گھوسوی کے مرید تھے، پیری مریدی بھی کرتے تھے، کانپور، بمبئی، گونڈہ اور بستی میں آپ کے مریدین تھے، ہندوستان میں اپنی جماعت کے علاوہ سب کو بلا استثناء کافر کہتے تھے، حج کے نام پر حجاز کا سفر کیا تھا چونکہ آل سعود جو حجاز کا حکمراں تھا اس کو دائرۂ ایمان سے خارج کہتے تھے اس لئے حرم میں اس کے مقرر کردہ امام نماز پڑھاتے تھے اور یہ امام کو مسلمان نہیں سمجھتے تھے اس لئے ایک وقت کی بھی نماز حرم کعبہ میں انھوں نے نہیں ادا کی، ایک بار حرم میں یا رسول اللہ کا نعرہ بلند کیا تو حرم کی پولیس نے ان کو حرم سے باہر کر دیا تھا۔

"کافر گری" ان کا سب سے دلچسپ مشغلہ تھا، ہزاروں لاکھوں اللہ والوں کو برملا

کافر کہا اور عوام سے کہلوایا تھا، آخر وقت میں زبان کا کینسر ہو گیا تھا اور تقریباً دو سال صاحب فراش رہے لیکن زبان سے بول نہیں سکتے تھے اشاروں سے بات کرتے تھے۔

وفات ۸ محرم ۱۳۸۰ھ ۱۹۶۰ء (مدفن پیلی بھیت)

مولانا حفظ الرحمٰن سیوہاروی (مجاہد ملت)

ولادت سیوہارہ ضلع بجنور ۱۳۱۸ھ (۱۹۰۰ء)

شعلہ بیان مقرر، آتش نوا خطیب، بے پناہ زور بیان کے مالک تھے، تحریک آزادی کے دور میں ان کی تقریر آتش سیال تھی جو دلوں میں جذبات کی آگ بھڑکا دیتی تھی جنگ آزادی کے بڑے اور ممتاز رہنماؤں میں ان کا شمار تھا، کانگریس ہائی کمان بالخصوص گاندھی جی پنڈت جواہر لال اور مولانا ابو الکلام آزاد سے روابط تھے، نیشنلسٹ مسلمانوں کے ممتاز ترین اور عظیم ترین قائد تھے، تقسیم ملک کے بعد آنے والے عذاب سے مسلمانوں کو بچانے اور محفوظ رکھنے کے سلسلہ میں اپنی جان ہتھیلیوں پر رکھ کر جو خدمات انجام دیں وہ تاریخ میں سنہرے حرفوں میں لکھی جا چکی ہے، ملتِ اسلامیہ نے آپ کو "مجاہد ملت" کا خطاب دیا، جس کے وہ صحیح معنی میں حقدار تھے، بیس سال تک سیاسی ہلچل کے زمانہ میں آپ جمعیۃ علماء ہند کے ناظم اعلیٰ رہے، متعدد بار جیل گئے، آزادی کے بعد ممبر پارلیمنٹ ہوتے رہے، پارلیمنٹ میں فسادات کے سلسلہ میں جتنی گرم اور شعلہ بار تقریریں کی ہیں وہ ایوان کی تاریخ میں اپنی مثال آپ ہیں، بڑے ہی جید الاستعداد عالم تھے، علامہ انور شاہ کشمیری کے شاگردوں میں ہیں کئی اہم تصانیف ان کے قلم سے نکلی ہیں اور اپنے موضوع کا حق ادا کرتی ہیں، "اسلام کا اقتصادی نظام" کی مقبولیت کا یہ عالم تھا کہ ان کی زندگی میں اس کا نواں ایڈیشن شائع ہوا ان کی دوسری بے مثال کتاب "قصص القرآن" ہے جو چار ضخیم جلدوں میں ہے، کتاب میں تحقیق کا حق ادا کر دیا گیا ہے، جدید و قدیم مفسرین کی رایوں پر بہت ہی محققانہ و مبصرانہ رائیں دی ہیں، تیسری کتاب "بلاغ مبین" سیرت کے موضوع پر ہے، ان کی قومی و ملی و علمی خدمات کے لئے ایک مستقل کتاب کی ضرورت ہے۔

وفات دہلی اگست ۱۹۶۲ء (۱۳۸۲ھ) مدفن قبرستان مہندیان دہلی

www.kitaabosunnat.com

مولانا حفظ الرحمٰن واصف دہلوی

ولادت ۱۳۲۲ھ سنہ ۱۹۱۰ء

عالم فاضل۔ مدرسہ امینیہ دہلی کے محترم استاذ، مفتی اعظم مولانا کفایت اللہ شاہجہانپوری ثم دہلوی کے خلف ارشد جامع مسجد دہلی کے پاس اُردو بازار میں سکونت تھی، آپ اُردو کے قادر الکلام شاعر تھے، اُردو زبان کی مختلف حیثیتوں سے خدمت کرتے رہے، ان کے مضامین اردو کے املا اور دوسرے موضوعات پر رسالوں میں شائع ہوتے رہے، ان کی بعض تصانیف بھی ہیں، لیکن میری نگاہ سے نہیں گذری ہیں، تاریخ جمیعۃ علمار کے سلسلہ میں موصوف سے میری ملاقات ہوئی تھی، ابتدائی دور کا اخبار الجمیعۃ ان کی لائبریری میں تھا مگر انھوں نے دہلی کی ایک سرکاری لائبریری کو دیدیا تھا، جمیعۃ علمار کی تاریخ پر ان کا ایک چھوٹا سا رسالہ یادگار ہے۔

وفات دہلی ۱۳ مارچ سنہ ۱۹۸۷ء

مولانا حفیظ اللہ اعظم گڈھی

ولادت بندی ضلع اعظم گڈھ

حافظ عبداللہ غازی پوری سے تعلیم حاصل کرکے لکھنؤ گئے اور وہاں مولانا عبدالحی فرنگی محلی کے حلقۂ درس میں شامل ہوئے، فراغت کے بعد مختلف مدارس میں تدریسی خدمات انجام دیں، مدرسہ کاکوری، مدرسہ عالیہ رام پور، دارالعلوم ندوۃ العلمار لکھنؤ میں استاد رہے، یہاں سے ڈھاکہ کے مدرسہ عالیہ میں چلے گئے، حکومت کی طرف سے شمس العلمار کا خطاب حاصل تھا، سنہ ۱۹۲۰ء میں مدرسہ عالیہ ڈھاکہ سے ریٹائر ہوئے تو دوبارہ ندوۃ العلمار لکھنؤ میں صدر المدرسین بنایا گیا، مسلسل دس سال تک اسی منصب پر رہے سنہ ۱۹۳۱ء میں مستعفی ہو گئے۔

وفات سنہ ۱۳۶۲ھ (سنہ ۱۹۴۳ء)

ڈاکٹر حمید اللہ حیدر آبادی

ولادت حیدر آباد ۹ر فروری ۱۹۰۸ء

حیدر آباد کے ایک علمی خانوادہ کے فرد ہیں، علمی تحقیق کے جذبے سے پیرس (فرانس) میں سکونت پذیر ہیں، یورپ کے دانشوروں سے مسلسل علمی جنگ لڑ رہے ہیں، مکتوباتِ نبوی کے خصوصی محقق ہیں، اس موضوع پر ان کی ایک قابل قدر کتاب اُردو میں شائع ہو چکی ہے، ان کی کئی دوسری تحقیقی کتابیں اردو، عربی، انگریزی اور فرانسیسی میں شائع ہو چکی ہیں، ان کی ہر کتاب علمائے اسلام کو تحقیق کی نئی راہ دکھاتی ہے، بحمد اللہ وہ حیات ہیں اور اپنے مشن میں لگے ہوئے ہیں۔

مولانا حمید الدین فراہی

ولادت پھریہا ضلع اعظم گڈھ ۱۸۶۳ء ۱۲۸۰ھ

علامہ شبلی نعمانی کے عزیزوں میں تھے کچھ دنوں کراچی میں بسلسلہ تدریس رہے، پھر مسلم یونیورسٹی علی گڈھ چلے آئے، آپ کا خاص موضوع اور افکار کا محور قرآنیات تھا وہ قرآن کریم کی تفسیر کے سلسلہ میں ایک خاص نقطۂ نگاہ رکھتے تھے، اس سلسلہ میں انھوں نے ایک کتاب نظام القرآن بھی تصنیف کی ہے جس میں انھوں نے اپنے نقطۂ نگاہ کی وضاحت کی ہے، تیسویں پارے کی کچھ سورتوں کی آپ نے تفسیر لکھی ہے، آپ کی تمام تحریریں عربی زبان میں ہیں ان کے شاگرد مولانا امین احسن اصلاحی نے ان کو اُردو کا جامہ پہنایا ہے اور شائع کیا ہے، فن بلاغت میں بھی ان کی ایک کتاب ہے۔

وفات پھریہا ضلع اعظم گڈھ ۱۹۳۰ء ۱۳۳۹ھ

قاضی حمید الدین ناگوری

مشہور شیخ طریقت اور خواجہ قطب الدین بختیار کاکی کے استاد تھے، آپ بخارا کے باشندے تھے، سلطان شمس الدین التمش کے زمانہ میں ناگور کے قاضی تھے۔

وفات دہلی ۹ر رمضان ۶۴۳ھ ۱۲۴۵ء مدفن قطب صاحب دہلی

مولانا محمد حنیف رہبر مبارکپوری

مظاہر علوم اور دارالعلوم دیوبند میں تعلیم حاصل کی، مگر فراغت مدرسہ مفتاح العلوم مئو سے حاصل کی، اچھے شاعر اور اہل قلم تھے "الفرقان" میں لکھتے تھے۔ "مقامع الحدید" رد بدعت میں ان کی مشہور کتاب ہے، عمر نے وفا نہیں کی نوجوانی ہی میں انتقال کر گئے۔

وفات مبارک پور ضلع اعظم گڈھ ۱۳۵۷ھ ۱۹۳۸ء

مولانا حیدر علی اعظم گڈھی

چاند پٹی ضلع اعظم گڈھ کے رہنے والے تھے، مولانا سلامت اللہ جیراجپوری اور حافظ عبداللہ غازی پوری سے پڑھ کر دہلی چلے گئے اور وہاں شاہ نذیر حسین محدث بہاری کے حلقہ درس میں بیٹھ کر حدیث پڑھی، اور سند و اجازت حدیث حاصل کی۔

فراغت کے بعد مدرسہ محمودیہ داناپور پٹنہ میں مدرس ہو گئے، چونکہ متشدد اہلحدیث تھے اس لئے انھوں نے مختلف فیہ مسائل پر بعض رسالے لکھے ہیں، ان کی کتابوں میں "نورالختام فی الرد علی ظل الغمام"، "الحجۃ الساطعہ فی شرح الزبدۃ"، "الموعظۃ الحسنہ" اور "اطفاء الشرور" شامل ہیں۔

(سال ولادت و وفات کا علم نہ ہو سکا)

مولانا محمد حیات سنبھلی

ولادت سنبھل ضلع مرادآباد ۱۳۱۰ھ

ابتدائی تعلیم کچھ مولانا عبدالوحید سنبھلی سے کچھ امرتسر کے مدرسہ میں ہوئی اور جب وہ میندھو ضلع علی گڈھ کے مدرسہ میں آئے تو شاگرد بھی ساتھ آیا اور یہاں اپنی تعلیم کا سلسلہ جاری رکھا، دورۂ حدیث کی تعلیم مظاہر علوم سہارنپور میں ہوئی اور یہیں سے سند فراغت حاصل کی۔

فراغت کے بعد لاہور کے مدرسہ میں کئی سال تک پنجابیوں اور پشاوریوں کو تعلیم دیتے رہے پھر حضرت الاستاذ کے حکم سے آپ کو رنگون جانا پڑا اور وہاں درس و تدریس اور وعظ و تذکیر کے ذریعہ دینی خدمات انجام دیتے رہے، رنگون سے واپس آئے تو میرٹھ اور

بریلی کے مدرسوں کے علاوہ احمد پور شرقیہ ریاست بھاولپور جامع مسجد نگینہ ضلع بجنور میں
بھی تدریسی خدمات انجام دیں، ۱۳۳۹ھ میں جامعہ قاسمیہ شاہی مراد آباد میں استاد حدیث
ہوکر آئے، اس دوران مولانا عبد الوحید سنبھلی جو مدرسہ امدادیہ میں صدر المدرسین تھے ان کا
انتقال ہوگیا تو آپ کو ان کی جگہ مقرر کیا گیا اور یہاں مسلسل ۲۲ سال مسند صدارت کو رونق
بخشی، امدادیہ میں دورۂ حدیث نہیں ہوتا تھا آپ نے صدر مدرس ہونے کے بعد یہاں
دورۂ حدیث کا اجرا کیا ۱۳۷۰ھ میں مراد آباد ہی میں ایک بڑا مدرسہ حیات العلوم کے نام
سے قائم کیا جس کے آپ مہتمم رہے اور شیخ الحدیث بھی۔

آپ اپنے تدریسی مصروفیتوں کے ساتھ کچھ نہ کچھ لکھتے رہتے تھے، درسیات کی کئی کتابوں
کی آپ نے اردو میں شرحیں لکھی ہیں، حواشی تحریر کئے ہیں جن میں مختصر المعانی، سلم
الثبوت، کافیہ، ہدایۃ النحو کی شرحیں شامل ہیں، آپ نے "نور القلوب" کے نام سے قرآن
پاک کا اردو ترجمہ بھی کیا ہے اور مختصر تفسیر بھی لکھی ہے، بلوغ المرام کا اردو ترجمہ کیا ہے
جس کا نام تعطیر المشام رکھا ہے، اسی طرح تجرید بخاری کا اردو ترجمہ بھی کرچکے ہیں،
صحاح ستہ کی کتاب سنن ابوداؤد پر حاشیہ بھی لکھا ہے۔

وفات ۲۴ر ربیع الاول ۱۴۰۸ھ، ۱۰ر نومبر ۱۹۸۷ء

مولانا حیدر حسن ٹونکی

ولادت ٹونک ۱۲۸۱ھ ۱۸۶۴ء

دار العلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ میں ۲۰ سال شیخ الحدیث رہے، کچھ عرصہ تک اس کا
بار اہتمام ان کے کندھوں پر رہا، حاجی امداد اللہ تھانوی مہاجر مکی سے بیعت تھے، اوراد
و وظائف کے پابند تھے، حدیث کا ایک خاص ذوق تھا، صحاح ستہ کی مختلف کتابیں
زیر درس رہیں، پھر ندوہ سے مستعفی ہوکر اپنے وطن ٹونک چلے گئے، وہاں بھی درس
و تدریس کے سلسلے میں مصروف رہے کہ پیام اجل آگیا اور راہی ملک بقا ہوگئے۔

وفات ٹونک ۱۵ر جمادی الاولیٰ ۱۳۶۱ھ ۳۱ر مئی ۱۹۴۲ء

مدفن موتی باغ ٹونک۔

(خ)

خان عبدالغفار خان (سرحدی گاندھی)

آپ سرحدی گاندھی کہے جاتے تھے، اُتمان زئی ضلع پشاور آپ کا وطن تھا، ہندوستان کے مشہور و معروف اور چوٹی کے لیڈروں میں شمار کئے جاتے تھے، کانگریس ہائی کمان کے ایک اہم رکن تھے، حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسن شیخ الحدیث دارالعلوم دیوبند سے ان کا گہرا تعلق تھا اور کہا جاتا ہے کہ وہ آپ سے بیعت بھی تھے، خان عبدالغفار خان نے ایک بار دہلی کے ایک جلسہ میں تقریر کرتے ہوئے کہا کہ میں بارہا شیخ الہند کی خدمت میں حاضر ہوا ہوں، ملاقات کا وقت اور جگہ کی اطلاع کسی معتمد شخص کے ذریعہ کرا دیتا تھا اور دیوبند سے پہلے کے یا بعد کے اسٹیشن پر اتر لیتا تھا وہاں ہم دونوں باتیں کر لیتے اور اور پھر اپنی اپنی منزل کے لئے الگ الگ گاڑیوں میں سوار ہو جاتے تھے، سی آئی ڈی کو خبر بھی نہیں ہوتی تھی کیونکہ ٹکٹ آگے کا ہوتا تھا، ایسا بارہا ہوا۔ ایسا محسوس ہوتا ہے کہ ان دونوں حضرات کے درمیان کچھ بہت ہی اہم اور نازک مسائل پر گفتگو ہوتی تھی، جس کے لئے اتنی رازداری برتی جاتی تھی، ظاہر ہے کہ یہ شیخ الہند کی تحریک بغاوت ہی ہو سکتی ہے مگر افسوس وہ ناکام رہی۔

تحریک آزادی کے دور میں ان کی اتنی قربانیاں تھیں کہ آزادی کے بعد حکومت ہند ان کی ہر ممکن مدد کرتی تھی آزادی کے بعد وہ اپنے وطن میں رہے جو اب پاکستان کا ایک حصہ بن چکا تھا، پاکستان تحریک کی مخالفت کی وجہ سے حکومت پاکستان کی ان پر کڑی نگاہ تھی، برسہا برس نظر بند رہے اور ان کی مستقل نگرانی کی جاتی تھی، کچھ دنوں افغانستان میں جلاوطنی کی بھی زندگی گذاری، طویل عمر پائی، زندگی کے آخری ایام تقریباً ۶ ماہ موت وحیات کی کشمکش میں مبتلا رہے بالآخر وقت موعود آہی گیا، پشاور کے لیڈی ریڈنگ

اسپتال میں اس دار فانی سے کوچ کر گئے، اپنے وطن جلال آباد میں دفن ہوئے۔

وفات ۲۲ر جنوری ۱۹۸۸ء (۱۴۰۹ھ) مدفن جلال آباد (پشاور)

مولانا خرم علی بلہوری

اپنے دور کے مشہور علماء میں تھے، شاہ ولی اللہ محدث دہلوی اور ان کے اخلاف نے ہندوستان میں جو مسند علم بچھائی تھی اس کے فیض یافتوں میں سے تھے، علم حدیث سے خصوصی مناسبت تھی، تعلیم سے فراغت کے بعد تعلیم و تدریس شغلہ تھا، تصنیف و تالیف کا ذوق بھی فطری تھا اس لئے کچھ نہ کچھ لکھتے رہتے تھے اگرچہ ان کے دور میں اردو کسی علمی موضوع پر لکھنے کے لئے موزوں نہ تھی اور نہ اس میں اتنی صلاحیت پیدا ہوئی تھی پھر بھی آپ نے سیدھی سادی زبان میں حدیث و فقہ کی کئی کتابوں کے عربی سے اردو میں ترجمے کئے۔

حدیث کی مشہور کتاب جو ان کے دور میں سب سے زیادہ متداول تھی مشارق الانوار تھی اس کا اردو ترجمہ تحفۃ الاخیار کے نام سے کیا، اس کے علاوہ ان کی قلمی یادگاروں میں رد المختار کا اُردو ترجمہ بھی ہے جو نامکمل رہ گیا تھا اس کو دوسرے عالم نے مکمل کیا، ان کی دوسری تصانیف میں آداب الحرمین، نصیحۃ المسلمین، فاتحہ خلف الامام وغیرہ ہیں۔

وفات ۱۲۷۱ھ (۱۸۵۴ء)

خضر برنی

ولادت بلند شہر ۱۵ر جولائی ۱۹۰۰ء

بہترین صحافی، اُردو کے خوش گو شاعر، اور اچھے مقرر تھے، اکابر جمعیۃ علماء ہند کے حلقہ بگوشوں میں شامل تھے۔

وفات دہلی ۱۹۸۹ء ۱۴۱۰ھ مدفن جامعہ ملیہ کا عام قبرستان

مولانا خلیل احمد محدث سہارنپوری

ولادت انبیٹھہ ضلع سہارنپور ۱۲۶۹ھ (۱۸۵۲ء)

مشہور محدث، جلیل القدر عالم، بہترین مناظر، رد بدعت اور رد شیعیت میں متشدد تھے، آپ کا وطن انبیٹھہ ضلع سہارنپور ہے، صحاح ستہ کی مشہور کتاب ابو داؤد کی بہت ہی

مبسوط شرح بذل المجہود کے نام سے عربی میں لکھی جو فارسی رسم الخط میں بڑے سائز کی پانچ ضخیم جلدوں میں ہے اگر بیروت کے معیار پر شائع کیا جائے چودہ پندرہ جلدوں میں آئے گی۔

ردبدعت میں "براہین قاطعہ" آپ کی مشہور کتاب ہے۔ رضاخانی جماعت کے امام نے جب "حسام الحرمین" شائع کی تو علمار حجاز کی طرف سے علمار دیوبند کے نام ایک مفصل سوال نامہ عقائد کے سلسلہ میں بطور استفسار کیا گیا تھا، اس کا جواب بہت مفصل آپ ہی نے لکھا تھا جس میں علمار دیوبند کے عقائد کو واشگاف لفظوں میں بیان کیا گیا، اس جواب پر علمار حجاز نے اطمینان کا اظہار کیا اور اس کی تصدیق وتصویب کی، اُردو میں اس کو ہندوستان میں شائع کیا گیا، آپ ریاست بہاولپور، بریلی میں استاد رہے پھر دارالعلوم دیوبند میں شیخ الہند کے نائب ہو کر آئے اور یہاں درس دیتے رہے آخر میں حضرت گنگوہی کے مشورہ سے مظاہر علوم سہارنپور کے شیخ الحدیث بنائے گئے اور جب تک ہندوستان میں رہے آپ اسی منصب پر رہے، بعد میں آپ نے مدینہ منورہ ہجرت کی، مولانا زکریا صاحب شیخ الحدیث آپ کے جاں نثار شاگردوں میں تھے اور بذل المجہود کی تصنیف کی تکمیل تک آپ کے معاون بن کر رہے، حضرت گنگوہی سے بیعت تھے، آپ سے بیعت ہونے والوں کی تعداد بھی کافی ہے زندگی کے آخری ایام مدینہ منورہ کی پاکیزہ آب وہوا میں بسر ہوئے اور اسی مقدس سرزمین میں دفن ہونے کی سعادت پائی۔

(وفات مدینہ منورہ ۱۳۴۶ھ ۱۹۲۷ء)

خلیل عرب

(ولادت بھوپال ۱۳۰۴ھ ۱۸۸۶ء)

یمن سے آئے ہوئے ایک علمی خانوادے کے فرد تھے ان کے دادا شیخ حسین بن محسن یمانی انصاری محدث یمن سے بھوپال آئے اور اس شان سے یہاں مسند حدیث بچھائی کہ ہندوستان کے اہل علم کی نگاہیں بھوپال کی طرف اٹھ گئیں، اس خاندان کے کئی افراد نے یہاں مستقل سکونت اختیار کرلی، شیخ خلیل عرب کے والد مولانا شیخ محمد ندوۃ العلمار لکھنؤ میں مسند درس کو زینت دیئے ہوئے تھے اس لئے انھوں نے ندوہ ہی میں تعلیم حاصل کی،

فراغت کے بعد وہ لکھنؤ یونیورسٹی کے شعبۂ عربی میں لکچرر ہو گئے، بی اے اور ایم اے کے کلاسوں کو پڑھاتے تھے، وہ لکھنؤ کے محلہ ملک گیتی آرا کے پھاٹک میں رہتے تھے ۱۹۱۲ء سے ۱۹۳۶ء تک وہ لکھنؤ یونیورسٹی سے وابستہ رہے پھر استعفا دے کر وہ اپنے وطن ثانی بھوپال چلے گئے اور وہاں ولی عہد صاحب کے صاحبزادے کے اتالیق مقرر ہوئے، تقسیم ملک کے بعد وہ کراچی چلے گئے تھے، وہیں زندگی کے اخیر ایام بسر ہوئے اور وہیں سے سفر آخرت پر روانہ ہوئے ان کی ایک لڑکی عطیہ خلیل اردو کی اچھی انشاء پرداز ہیں جو اسلامیات پر لکھتی رہتی ہیں۔

وفات کراچی ۲۶ راگست ۱۹۶۶ء (۱۳۸۶ھ)

مولانا خلیل الرحمٰن میرٹھی

ولادت سراوہ ضلع میرٹھ ۱۰ رشوال ۱۲۸۶ھ (۱۸۷۰ء)

بہت ہی ذی علم تھے، عربی و فارسی کے ساتھ انگریزی سے بھی بخوبی واقف تھے، بسلسلہ ملازمت لاہور چلے گئے اور ایک کالج میں استاد ہو گئے، تدریسی مصروفیتوں کے ساتھ ساتھ تصنیف و تالیف اور تراجم کا کام بھی مسلسل کرتے رہے، چونکہ انگریزی زبان و ادب سے خصوصی دلچسپی تھی اس لئے انھوں نے انگریزی میں اہم ترین شائع ہونے والی کتابوں کا مطالعہ کیا تو انھوں نے ان میں سے کئی اہم کتابوں کا ترجمہ کر ڈالا، اندلس کی تاریخ سے ان کا خاص لگاؤ تھا اس لئے تاریخ اندلس پر انگریزی میں مشہور مصنف پی اسکاٹ کی کتاب آئی تو آپ نے اس کا اُردو ترجمہ "اخبار الاندلس" کے نام سے کیا اور شائع کیا، کتاب میں مسلمانوں کے دور حکومت کی مفصل تاریخ ہے، اسی مصنف کی دوسری کتاب اندلس ہی کے حالات سے متعلق شائع ہوئی جس میں اس نے مسلمانوں کی تباہی و بربادی کی پوری داستان سنائی ہے اور حکومت اندلس کے زوال اور اس کے نتائج کو تفصیل سے لکھا ہے، مولانا موصوف نے اس کتاب کو بھی اُردو میں "مولدین" کے نام سے منتقل کیا اور شائع کیا، اس کے علاوہ عربی زبان کی بعض اہم کتابوں کو بھی انھوں نے اُردو میں منتقل کیا ہے ان میں سے ایک علامہ شہاب الدین ابوالعباس کی مشہور عالم کتاب "نفح الطیب" اور شیخ جلال الدین

سیوطی مشہور اسلامی مصنف کی کتاب تاریخ الخلفاء کا بھی عربی سے اُردو میں ترجمہ کیا ہے، آپ نے ساری زندگی لاہور میں بسر کی وہیں انتقال بھی ہوا۔

(وفات لاہور ۱۲ر فروری سنہ ۱۹۳۹ء / سنہ ۱۳۵۸ھ)

خلیق الزماں چودھری

ولادت لکھنؤ . . . . . .

ہندوستانی سیاست اور تقسیم ملک کی تاریخ کا ایک اہم نام چودھری خلیق الزماں ہے جو لکھنؤ کے رہنے والے تھے، تعلیم کا زیادہ وقت علی گڈھ میں گذارا وہیں سے ان کی سیاسی سرگرمیوں کا بھی آغاز ہوا، اس وقت وہاں حسرت موہانی جیسے انتہا پسند لیڈر موجود تھے ان پر حسرت کی چھاپ اتنی گہری پڑی کہ تا زندگی دھندلی نہ ہو سکی، وہیں سے وہ اس طبی مشن میں شریک ہو کر ترکی گئے جس کے سربراہ ڈاکٹر انصاری تھے جس کا ہندوستان میں بڑا شہرہ ہوا، دوسرا بڑا اثر بالواسطہ مولانا عبید اللہ سندھی کی شخصیت کا پڑا جو ان دنوں فتحپوری میں قیام پذیر تھے، خلیق الزماں کے بھائی فتحپوری کے مدرسہ میں مدرس تھے انھیں کے ذریعہ مولانا کے سفر کابل کے لئے زاد راہ فراہم کیا گیا تھا، سنہ ۱۹۲۰ء میں خلیق الزماں لکھنؤ کانگریس کے صدر ہو گئے وہ کانگریس، لیگ اور خلافت تینوں جماعتوں کے ممبر تھے سنہ ۱۹۲۱ء میں گرفتار ہو کر جیل چلے گئے اور پھر سی آر داس کے سوراج پارٹی میں ہو گئے اور اس کے جوائنٹ سکریٹری بن گئے بعد میں انھوں نے خود "مسلم یونٹی بورڈ" کی تشکیل کی جس کے صدر راجہ سلیم پور اور سکریٹری خود رہے، سنہ ۱۹۳۷ء کے الکشن میں حصہ لیا اور کامیاب ہوئے، دوسری جنگ عظیم کے دوران وہ لیگ میں آ گئے اور پاکستان بننے تک اس کے زبردست وکیل رہے سنہ ۱۹۳۷ء میں یوپی کے اندر کانگریس کی وزارت بنی تو خلیق الزماں کو وزارت میں نہیں لیا گیا بس اسی دن تقسیم ملک کی بنیاد پڑ گئی اور پھر پاکستان کا نظریہ سامنے آیا اور سیاست میں ہندوؤں سے علیحدگی کا فیصلہ کر لیا گیا اور ہندو رام راج کا خواب دیکھنے لگے پھر اگست سنہ ۱۹۴۷ء میں ملک آزاد ہو گیا، خلیق الزماں پاکستان نہیں گئے آزادی کے بعد فسادات کی روک تھام کیلئے حکومت ہند نے ان کو پاکستان بھیجا، مسٹر جناح نے ان سے سیدھے منہ بات بھی نہیں کی جس کا انھیں

بڑا صدمہ ہوا ناکامی کی ذلت کی وجہ سے وہ لوٹ کر ہندوستان نہیں آئے اور وہیں گمنامی کی زندگی گذار کر انتقال کر گئے۔

مولانا خیر محمد جالندھری

ولادت بکرور ضلع جالندھر ۱۳۱۲ھ (۱۸۹۴ء)

جلیل القدر اور ممتاز علماء میں شمار تھا، ابتدائی تعلیم پنجاب کے علاقوں میں حاصل کرکے گلاؤٹھی ضلع بلند شہر کے مدرسہ منبع العلوم میں داخل ہوئے اور تین سال یہاں تعلیم حاصل کرکے مدرسہ اشاعت العلوم بریلی چلے گئے، وہاں انھوں نے مولانا محمد یٰسین سرہندی سے حدیث ۱۳۳۵ھ میں پڑھی، پھر اسی مدرسہ اشاعت العلوم میں استاد بنا دیئے گئے، ایک سال یہاں فرائض تدریس انجام دینے کے بعد دوسرے سال صادق گنج بہاولپور کے مدرسہ میں بحیثیت استاد چلے گئے ۱۳۳۹ھ میں انھوں نے اپنے شہر جالندھر میں ایک بڑے مدرسہ کی بنیاد رکھی، مدرسہ کے نام کے لئے حضرت مولانا اشرف علی تھانوی سے استفسار کیا تو آپ نے اس کا نام خیر المدارس تجویز کیا اور مدرسہ اسی نام سے مشہور ہوا، موصوف ہر طرف سے قطع تعلق کرکے اسی مدرسہ کی تعمیر و ترقی میں لگ گئے یہاں تک اس کو ترقی دیکر ایک مرکزی مدرسہ کی حیثیت دیدی، اگست ۱۹۴۷ء میں تقسیم ملک کے بعد جالندھر مسلمانوں کے لیے دہکتی ہوئی بھٹی بن گیا، موصوف نے ترک وطن کیا اور پاکستان چلے گئے اور وہاں ملتان میں اقامت گزیں ہوئے اور وہیں پھر اسی خیر المدارس کے نام سے مدرسہ کی بنیاد رکھا وہاں بھی کامیابی نے ان کے قدم چومے، آپ اسی مدرسہ خیر المدارس ملتان میں درس حدیث دیتے رہے اور زندگی کے اخیر لمحات تک اسی مقدس مشغلہ میں لگے رہے یہاں تک کہ وقت موعود آگیا، آپ حضرت مولانا اشرف علی تھانوی سے بیعت تھے اور ان سے اجازت و خلافت بھی حاصل تھی آپ لوگوں کو بیعت کرتے تھے اور تعلیم و تربیت بھی کرتے تھے ان کے درس بخاری کی تقریر شاگردوں نے نوٹ کی ہے مگر طبع نہیں ہوئی ہے۔

وفات ملتان (پاکستان) ۱۳۹۰ھ (۱۹۷۰ء مدفن ملتان)

(د)

مولانا داؤد غزنوی

بہت وضعدار باوقار عالم تھے، آپ کا خاندان غزنی کا تھا ان کے دادا کو امیر کابل نے جلا وطن کر دیا تھا وہ آکر امرتسر میں آباد ہو گئے، جمعیۃ علماء ہند کے موسسین اولین میں سے ہیں، سرگرم سیاست میں حصہ لیتے رہے مجلس احرار اسلام کے مشہور رہنما عطاء اللہ شاہ بخاری اور مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانوی کے ہم مسلک ہمسفر و ہم رکاب تھے، پنجاب کانگریس کے ایک وقت میں صدر بھی رہے۔

وفات لاہور ۱۹۶۳ء (۱۳۸۳ھ)

مولانا قاضی دوست محمد ٹونکی

ولادت کابل (افغانستان)

بڑے عالم فاضل تھے، تحصیل علم کے لیے وہ افغانستان سے ہندوستان آئے تو پھر وطن واپس نہیں گئے بلکہ ریاست ٹونک میں مستقل سکونت اختیار کر لی، اولاً آپ نے مولانا نعمت اللہ لکھنوی کے سامنے زانوئے تلمذ تہ کیا، مختلف علوم و فنون کی کتابیں ان سے پڑھیں پھر مراد آباد گئے اور وہاں مولانا سید عالم علی حسین نگینوی سے حدیث پڑھی اور ان کی خدمت میں ایک عرصہ تک رہ کر صحاح ستہ کی ساری کتابیں انھیں سے پڑھیں۔

تعلیم سے فارغ ہونے کے بعد وہ اکبر آباد کے ایک مدرسہ میں مدرس ہو گئے، وہاں برسوں فرائض تدریس انجام دیتے رہے، پھر وہاں سے ملازمت ترک کر کے ریاست ٹونک چلے گئے اور وہیں شادی کر لی اور مستقل سکونت اختیار کر لی، ریاست کی طرف سے قاضی بنا دیئے گئے اور اطمینان و فارغ البالی کی زندگی گذاری۔

علوم معقول و منقول میں ماہر تھے بالخصوص فقہ، اصول فقہ اور علم کلام میں ان کی

مہارت مسلم تھی، درس نظامی کی مشہور کتاب شرح ہدایت الحکمۃ پر ان کا حاشیہ ہے ان کی قلمی یادگار ایک چھوٹا سا رسالہ "عین الاصابہ فی رفع السبابہ" ہے اور ایک مبسوط کتاب ان کی عصمتِ انبیاء کے موضوع پر ہے، ٹونک ہی میں وفات پائی اور وہیں دفن ہوئے۔

وفات ٹونک شوال ۱۳۲۸ھ (۱۹۱۰ء)

www.kitaab

﴿ ذ ﴾

ڈاکٹر ذاکر حسین (صدر جمہوریہ ہند)

ولادت حیدرآباد فروری ۱۸۹۷ء (رمضان ۱۳۱۴ھ)

وطن قائم گنج ضلع فرخ آباد تھا، آپ کی تعلیم کچھ اٹاوہ میں ہوئی تھی، کچھ علی گڈھ سے معاشیات میں ایم اے کیا ابھی زیر تعلیم ہی تھے کہ انھیں استاد بنا دیا گیا، لیکن ابھی وہ اپنی تدریسی ذمہ داریوں کو کلی طور پر سنبھال بھی نہیں پائے تھے کہ ایک قومی یونیورسٹی قائم کرنے کی تحریک اٹھ کھڑی ہوئی اور "جامعہ ملیہ" کے نام سے ایک یونیورسٹی کی بنیاد علی گڈھ میں حضرت شیخ الہند کے ہاتھوں پڑ گئی، پھر وہ جلد ہی دہلی منتقل ہوگئی، آپ علی گڈھ سے ترک تعلق کر کے جامعہ ملیہ میں آگئے، ۱۹۲۲ء میں مزید تعلیم کے لئے آپ جرمنی چلے گئے، واپسی پر سیدھے جامعہ ملیہ آئے اور پھر اس کی تعمیر و ترقی کے لئے اپنی ساری جدوجہد وقف کر دی اس کو بلند سے بلند مقام پر پہونچانے میں انھیں کی جدوجہد کو دخل ہے جو انھوں نے اپنے رفقار کار کے ساتھ انجام دی، تقسیم ملک کے بعد علی گڈھ مسلم یونیورسٹی خطروں میں آگئی اس کا علاج یہ سوچا گیا کہ ذاکر صاحب کو اس کا وائس چانسلر بنا دیا جائے، پھر یہی ہوا، یونیورسٹی بچ گئی اس کا وقار برقرار رہا، ۳۰ر نومبر ۱۹۴۸ء کو یونیورسٹی کے وائس چانسلر کا چارج لیا اور ۱۱ر اگست ۱۹۵۶ء تک مسلسل اس کے نظام کو چلاتے رہے اور ہر طرح کے خطرات سے اس کو بچاتے رہے اور اسمیں کامیاب ہوئے اور پھر وہ بے خطر راہوں پر گامزن ہوگئی تو آپ اس فرض سے سبکدوش ہوگئے ۱۶ر جولائی ۱۹۵۷ء کو وہ صوبہ بہار کے گورنر بنا دیئے گئے اور پانچ سال اس منصب پر رہے ۱۹۶۲ء میں وہ نائب صدر جمہوریہ بنا دیئے گئے اور جب ۱۹۶۷ء میں صدر جمہوریہ رادھا کرشنن کی میعاد ختم ہوئی تو کانگریس نے ڈاکٹر صاحب کو اپنا امیدوار بنایا، اور الکشن میں کامیاب ہوئے اور ۱۳ر مئی ۱۹۶۷ء کو صدر جمہوریہ ہند کی کرسی کو اعزاز و افتخار

بحثیت اور ملک کے اس سب سے بڑے عہدے پر سرفراز ہوئے، اسی عظیم منصب پر رہتے ہوئے اس عالم فانی سے عالم جاودانی کی طرف کوچ کر گئے، اور اپنے خالق حقیقی سے جاملے، آپ اردو، فارسی اور انگریزی کے ادیب تھے، تینوں زبانوں پر آپ کو بلا کی قدرت حاصل تھی، ان کے مضامین اس کے ثبوت میں پیش کئے جا سکتے ہیں، کچھ انگریزی کتابوں کو اُردو میں منتقل کیا ہے اور کچھ کتابیں آپ کی تصنیف ہیں۔

وفات دہلی ۳ر مئی ۱۹۶۹ء (۱۳۸۹ھ)

مولوی ذکاءاللہ دہلوی

ولادت دہلی ۱۲۴۸ھ (۱۸۳۲ء)

ساری تعلیم عربک کالج دہلی میں حاصل کی، عربی، فارسی اور انگریزی زبانوں میں ماہر تھے، فن ریاضی میں درجہ کمال حاصل تھا، مختلف کالجوں میں استاد رہے، آخر میں دہلی آگئے تھے اور تعلیم وتدریس کے ساتھ تصنیف وتالیف کی طرف بھی پوری توجہ رکھی، اپنی تصانیف کے علاوہ متعدد انگریزی کتابوں کے اُردو میں ترجمے کئے۔

ان کے دور میں کثرت تصانیف کے لحاظ سے ان کا کوئی ہمسر نہیں تھا، مختلف علوم وفنون ریاضی، تاریخ، سیر وغیرہ میں ایک سو ساٹھ کتابوں کے مصنف ہیں، کہا جاتا ہے کہ انھوں نے اپنی تصنیفی زندگی میں ۵۲ ہزار صفحات اپنے قلم سے لکھے ہیں، ان کی تصانیف میں تاریخ ہند (۴ جلدوں میں) آئین قیصری، عروج سلطنت انگلشیہ در ہند، (یہ کتاب بھی کئی حصوں میں ہے) سوانح ملکۂ وکٹوریہ، فلسفۃ الامثال، منتخب الامثال، محاسن اخلاق وغیرہ آپ کی تصانیف میں شامل ہیں، انگریزی کی کئی کتابوں کے بھی اُردو میں ترجمے کئے ہیں۔

وفات دہلی ۱۳۲۸ھ (۱۹۱۰ء)

مولانا ذوالفقار علی دیوبندی

آپ قصبہ دیوبند کے شیوخ میں سے ہیں، شیخ الہند حضرت مولانا محمود حسن شیخ الحدیث دارالعلوم آپ کے صاحبزادے ہیں، آپ نے تعلیم مولانا مملوک علی نانوتوی مفتی صدرالدین

آزردہ سے دہلی میں حاصل کی برسوں ان کی خدمت میں رہے، معانی وبیان اور عربی شعروشاعری میں مہارت حاصل کی، جب دارالعلوم دیوبند کا قیام عمل میں آرہا تھا تو آپ نے اس میں بڑی سرگرمی سے حصہ لیا اور اپنے حلقہ میں سب سے زیادہ مالی امداد کی، عربی ادب کا ذوق بہت اچھا تھا، آپ نے دیوان حماسہ، دیوان متنبی، اور سبعہ معلقہ کی اردو میں شرحیں لکھی ہیں، فن بلاغت کے نام سے اُردو میں جو کتاب لکھی ہے وہ اپنی نوعیت کی منفرد کتاب ہے ان کی عربی شاعری کا نمونہ وہ قصیدہ ہے جو انھوں نے سلطان عبدالحمید خلیفہ ترکی کی شان میں لکھا ہے، نزہۃ الخواطر نے پورا قصیدہ نقل کیا ہے، یہ قصیدہ ۵۳ اشعار پر مشتمل ہے اور بہت ہی سلیس اور رواں دواں ہے۔

آپ سرکاری ملازم تھے، انسپکٹر آف مدارس اسلامیہ کے منصب پر فائز تھے اس لئے اپنی ملازمت کے سلسلہ میں اترپردیش کے مختلف اضلاع میں رہے، اسی عہدے سے آپ ریٹائر ہوئے، آپ قصبہ دیوبند کے رئیس اور خوش حال لوگوں میں سے تھے، دیوبند میں وفات ہوئی۔

وفات دیوبند ۱۳۲۲ھ (۱۹۰۴ء)

(ر)

مولانا رحمان علی ناروی

ولادت ذی الحجہ سنہ ۱۲۴۴ھ (سنہ ۱۸۲۸ء)

باندہ میں مولانا سلامت اللہ کانپوری سے پڑھا اور حدیث قاری عبدالرحمٰن بن محمد انصاری پانی پتی سے پڑھی تھی، تعلیم سے فراغت کے بعد آپ ریاست ریواں چلے گئے وہاں ان کے بھائی ارمان علی صاحب پہلے سے ملازمت کرتے تھے، آپ بھی وہیں کسی محکمہ میں ملازم ہو گئے، انگریزی حکومت کی جانب سے ان کو "خان بہادر" کا خطاب حاصل تھا، سرکاری ذمہ داریوں کے ساتھ مطالعہ کتب اور تصنیف و تالیف کا سلسلہ بھی جاری رکھا تھا، ان کی کتابوں میں سب سے مشہور "تذکرہ علماء ہند" ہے جو فارسی زبان میں ہے، اس کے علاوہ ان کی تصانیف میں "اُمّیہ الاسلام" عربی میں ہے اور قاہرہ میں چھپی ہے، ان کی ایک اور کتاب "شمائل نبوی" ہے جس میں تحفہ مقبول کے نام سے اُردو میں ہے، آداب احمد فی السنن الزوائد، الطریقۃ الحسنہ فی اثبات المولد والقیام، ریاض الامراء، منیۃ اللبیب، طب رحمانی، صحت جسمانی وغیرہ ہیں۔

وفات سنہ ۱۳۲۵ھ (دسمبر سنہ ۱۹۰۷ء)

مولانا رحمت اللہ فرنگی محلی

لکھنؤ کے مشہور علمی خانوادہ فرنگی محل کے فرد تھے، یہیں ان کی پیدائش ہوئی، بچپن گذرا تعلیم بھی یہیں اپنے بڑوں سے پائی، آپ نے پوری تعلیم مفتی نعمت اللہ فرنگی محلی سے حاصل کی۔

فراغت کے بعد وہ لکھنؤ سے غازی پور میں آ گئے یہاں لوگوں سے رابطہ پیدا کر کے تعلیم و تدریس کا کام شروع کیا، اب تک یہاں کوئی قابل ذکر مدرسہ نہیں تھا، آپ نے

لوگوں سے اپیل کی، لوگوں کے تعاون سے ایک مدرسہ کی بنیاد ڈالی جس کا نام چشمۂ رحمت رکھا گیا، اس کے نصاب تعلیم میں عربی علوم وفنون کے ساتھ انگریزی کو بھی نصاب میں رکھا گیا، اس مدرسہ نے بعد میں بڑی شہرت حاصل کی اور ترقی کیا، مشاہیر علماء یہاں مدرس رہے اور آج بھی معمولی حالت میں جاری ہے، انگریزی گورنمنٹ نے ابتدا ہی سے اس کی مالی اعانت منظور کرلی تھی۔ مولانا موصوف کا ذہن خالص معلمانہ اور تدریسی تھا اس لیے طلبہ کی ضرورتوں کو سمجھتے تھے انھوں نے عربی کی ابتدائی کتابوں میں، میزان، منشعب، پنج گنج، خلاصۃ الحساب کی شرحیں اردو میں لکھیں ان کا فقہ میں بھی ایک چھوٹا سا رسالہ ہے یہ بھی طلبہ ہی کی ضرورت کے پیش نظر لکھا گیا تھا، ان کے فتاوٰی کا بھی ایک مجموعہ ہے۔

وفات غازی پور ۱۰ ر جمادی الاول ۱۳۰۵ھ (۱۸۸۷ء)

مولانا رحمت اللہ کیرانوی

ولادت کیرانہ ضلع مظفر نگر۔ جمادی الاول ۱۲۳۳ھ (۱۸۱۸ء)

آپ ایک رئیس اور جاگیر دار گھرانے کے فرد تھے، اور جید عالم تھے، مدرسہ محمد حیات دہلی میں تعلیم حاصل کی مفتی سعد اللہ مراد آبادی سے بھی شرف تلمذ حاصل ہے، ۱۸۵۴ء میں مشہور عیسائی پادری فنڈر سے آگرہ میں مناظرہ کرکے اس کو ذلت آمیز شکست دی، حکومت کے اعلیٰ افسران مجلس مناظرہ میں موجود تھے، پادری فنڈر کی شکست سے انگریزی حکومت تلملا کر رہ گئی، اتفاق سے تیسرے سال غدر ۱۸۵۷ء کا حادثہ ہوگیا، حکومت کو انتقام کا موقعہ مل گیا اس نے چاہا کہ ان کو گرفتار کرکے سزا دے، وارنٹ جاری ہوگیا گھوڑ سوار پولیس نے انکے محلہ دربار پر چھاپہ مارا، آپ پہلے سے چوکنا تھے پولیس کے پہنچنے سے پہلے گھر سے نکل چکے تھے کوشش کے باوجود آپ ہاتھ نہیں آئے اور مکہ مکرمہ ہجرت کرنے میں کامیاب ہوگئے، وہاں کا مشہور مدرسہ صولتیہ آپ ہی کا قائم کیا ہوا ہے، رد عیسائیت میں بہت سی لاجواب اور معرکۃ الآرا کتابیں لکھی ہیں جن میں۔ اظہار الحق "۔ ازالۃ الاوہام۔ ازالۃ الشکوک "۔ اعجاز عیسوی "۔ اصح الاحادیث فی ابطال التثلیث "۔ بروق لامعہ "۔ البحث الشریف فی اثبات النسخ والتحریف "۔ معدل اعوجاج المیزان۔ تقلیب المطاعن شامل ہیں۔

وفات مکہ مکرمہ ۲۲ ر رمضان ۱۳۰۸ھ (۱۸۹۱ء)، مدفن جوار خدیجۃ الکبریٰ رضہ

مولانا رشید احمد گنگوہی

ولادت گنگوہ ۱۲۴۴ھ (۱۸۲۹ء)

عظیم محدث، شیخ المشائخ، استاذ الاساتذہ، سرخیل علماء دیوبند، سرپرست دارالعلوم دیوبند اپنے دور کے نامور اور مشہور ترین علماء میں آپ کا شمار تھا، آپ کی ذات علماء دیوبند کا مرکز اور مرجع بن گئی تھی، علم حدیث سے لیکر طریقت وسلوک کی تعلیم حاصل کرنے کے لئے آپ کی ذات واحد مرکز تھی، زہد وتقویٰ اور علم وفضل بے مثال تھا، زندگی کے اخیر دنوں تک پوری پابندی کے ساتھ صحاح ستہ کی ساری کتابیں تنہا پڑھاتے تھے اور ختم کراتے تھے، بعض مشہور علماء نے بار بار آپ سے دورۂ حدیث کی جملہ کتابیں پڑھیں، مولانا محمد یحییٰ کاندھلوی نے آپ کی زندگی بھر آپ کا آستانہ نہیں چھوڑا، انھوں نے آپ کی تمام درسی افادات کو قلم بند کیا جن کو بعد میں ان کے صاحبزادے مولانا زکریا صاحب شیخ الحدیث نے مرتب کر کے "لامع الدراری"، "الکوکب الدری"، اور "الحل المفہم" کے نام سے شائع کیا۔

آپ حضرت حاجی امداد اللہ تھانوی مہاجر مکی سے بیعت تھے اور آپ کے اجلہ خلفاء میں تھے آپ کے مسترشدین میں شیخ الہند مولانا محمود حسن صاحب اور حضرت شیخ الاسلام مولانا حسین احمد مدنی شامل ہیں یہ دونوں حضرات آپ ہی کے خلیفہ ہیں، ۱۸۵۷ء میں علماء نے انگریزوں کے خلاف شمشیر بدست بغاوت کی تھی اور انگریزوں نے اس پر قابو پانے کے بعد باغیوں کو پھانسیاں دی تھیں، آپ کے نام بھی وارنٹ جاری ہوا اور پولیس گرفتار کر کے لے گئی اور مظفر نگر جیل میں رکھا، چھ ماہ تک عدالت میں مقدمہ چلتا رہا مگر پولیس جرم ثابت نہ کر سکی اس لئے مجبور ہو کر رہا کرنا پڑا، آپ کی مفصل اور ضخیم سوانح حیات "تذکرۃ الرشید" کے نام سے مولانا عاشق الٰہی میرٹھی نے لکھا ہے جو شائع ہو چکی ہے۔

وفات گنگوہ ۱۳۲۳ھ (۱۹۰۵ء)

مولانا رشید الدین خاں دہلوی

دہلی کے جلیل القدر محدثین میں شمار ہے، بہت سے شیوخ حدیث کا سلسلہ سند انھیں کے واسطے سے اوپر تک جاتا ہے، ساری زندگی درس وتدریس میں گذاری۔

وفات ۱۲۴۹ھ (۱۸۳۳ء)

مولوی رضی اللہ بدایونی

آپ کا گھرانہ ایک علمی گھرانہ تھا، خود جید عالم تھے درس و تدریس ہی مشغلہ تھا ان کی علمی شہرت کی وجہ سے بہت سے انگریزوں نے بھی آپ سے تعلیم حاصل کی اور عربی فارسی پڑھی۔ جب ۱۸۵۷ء میں انگریزوں کے خلاف بغاوت ہوئی تو بدایوں اس سے مستثنیٰ نہیں رہا مولوی صاحب موصوف کی غیرت ایمانی نے مجبور کیا اور اپنی بساط کے مطابق اس بغاوت میں حصہ لیا۔ جب انگریزوں نے بغاوت پر قابو پایا تو اندھا دھند گرفتاریاں شروع کیں مولوی صاحب بھی گرفتار کر کے جیل بھیج دیئے گئے اتفاق سے ان کا مقدمہ بدایوں کے کلکٹر مسٹر کارمیکل کی عدالت میں پیش ہوا جو آپ کا شاگرد رہ چکا تھا، وکیلوں کی بحث کے بعد جرم ثابت ہوگیا بلکہ انہوں نے خود اقبال جرم کر لیا کلکٹر کو چونکہ ہمدردی تھی اس لئے وہ چاہتا تھا کہ آپ خود جرم سے انکار کر دیں اس لئے فیصلہ ملتوی کر دیا اور اپنے آدمی کے ذریعہ مولوی صاحب سے کہلوایا کہ آئندہ پیشی پر آپ جرم سے انکار کر دیں آپ کو بچا لیا جائے گا مگر جب دوسری پیشی پر آئے تو پھر آپ نے اقبال جرم کر لیا اس لئے مجبوراً کلکٹر کو موت کا فیصلہ کرنا پڑا اور پھر جب ان کو میدان میں کھڑا کیا گیا تا کہ گولی مار دی جائے تو کلکٹر اپنے جذبات کو روک نہ سکا اور مولوی صاحب سے روتے ہوئے کہا کہ اب بھی آپ شرکت سے انکار کر دیں تو میں آپ کو موت سے بچا لوں گا، آپ نے بڑی ترش روئی سے جواب دیا کہ میں تمہاری وجہ سے اور صرف جان بچانے کے لئے اپنا ایمان اور اپنی عاقبت جھوٹ بول کر خراب کروں اب اس کے بعد کوئی چارۂ کار نہیں رہ گیا اور ان کو کھڑا کر کے گولی مار دی گئی۔

وفات جولائی ۱۸۵۷ء (۱۲۷۴ھ)

مولانا رفیع الدین دیوبندی

ولادت دیوبند ۱۲۵۲ھ (۱۸۳۶ء)

دارالعلوم دیوبند قائم کرنے والی اس جماعت کے ایک رکن تھے جس کی کوششوں کے ثمرے سے آج ساری اسلامی، دنیا مستفید ہو رہی ہے، وہ دارالعلوم جس کو مستقبل میں عالمی اسلامی یونیورسٹی ہونا تھا اس کے پہلے باضابطہ مہتمم تھے، آپ شاہ عبد الغنی مجددی

دہلوی سے بیعت تھے اور آپ کے خلیفہ مجاز تھے، دارالعلوم کے ابتدائی دور میں دارالعلوم کے نظام کار کو باقاعدہ و باضابطہ بنایا اور اس کو پروان چڑھانے میں اہم رول ادا کیا۔

وفات دیوبند ۱۳۰۸ھ (۱۸۹۰ء)

رفیع احمد قدوائی

ولادت مسولی ضلع بارہ بنکی

کانگریس کے لیڈر پارلیمنٹری سیاست کے ماہر، نظام حکومت پر کنٹرول کرنے میں ید طولیٰ حاصل تھا، آپ کی تعلیم بارہ بنکی اور پھر علی گڈھ میں ہوئی، طالب علمی کے دور ہی سے سیاست میں آگئے تھے اور جیلیں کاٹی تھیں آزادی کے بعد اتر پردیش کی وزارت میں شامل ہوئے اور کئی محکمے آپ کے تحت رہے اور جب ملک میں غذائی بحران ہوا تو آپ کو دہلی بلاکر وزیر خوراک و رسد بنایا گیا اور انھوں نے حسن تدبیر سے اس بحران پر جلد ہی قابو پالیا، کانگریس ہائی کمان میں ان کی رائے کا بڑا وزن تھا بہت ہی ایماندار اور عوام کے ہمدرد و خیر خواہ تھے، مختلف محکموں کے وزیر ہوئے مگر ان کے گھر کے در و دیوار پر کبھی خوشحالی کا اثر نظر نہیں آیا، وہ اچھے مقرر نہیں تھے البتہ ان میں تنظیمی صلاحیت بے پناہ تھی پوری کانگریس ان کا لوہا مانے ہوئے تھی، ایک اجلاس میں اپنی وزارت کے زمانہ میں خطاب کر رہے تھے کہ اسٹیج ہی پر گر گئے اور طائر روح قفس عنصری سے پرواز کر گیا۔

۲۴ر اکتوبر ۱۹۵۴ء دہلی

مولانا ریاست علی ندوی

ولادت گیا (بہار) ۸ر اپریل ۱۹۰۲ء

ہائی اسکول میں پڑھ رہے تھے کہ ایک حادثہ کی وجہ سے انگریزی اسکول سے اٹھاکر ان کو ندوۃ العلماء لکھنؤ میں داخل کر دیا گیا ۱۹۲۲ء میں انھوں نے تعلیم سے فراغت حاصل کی، سید سلیمان ندوی ان کو دارالمصنفین اعظم گڈھ لے آئے وہ یہاں ۱۳ر برس رہے، وہ یہاں تصنیف و تالیف کے ساتھ رسالہ معارف کی ترتیب و تدوین میں بھی مدد کرتے تھے،

اس دور میں انھوں نے کئی اہم کتابیں لکھیں، "تاریخ صقلیہ" (دو جلدوں میں) "تاریخ اندلس" ایک جلد "عہد اسلامی کا ہندوستان" "اسلامی نظام تعلیم" "ائمہ اسلام" "سرگذشت ادب ترکی" طبع ہو چکی ہیں، ان کے علاوہ بھی ان کی کئی کتابیں ہیں، پھر دار المصنفین کا قیام ترک کر کے پٹنہ چلے گئے اور وہاں مدرسہ شمس الہدیٰ کے پرنسپل بنا دیے گئے اور دس سال اس عہدے پر رہے وہ حکومت بہار کے شعبۂ اسلامی تعلیم کے اسسٹنٹ ڈائرکٹر بھی رہے ۱۹۵۹ء میں انھیں عربی فارسی ریسرچ انسٹی ٹیوٹ کا صدر اور پروفیسر بنا دیا گیا، سات برس وہ یہاں رہے اس کے بعد ۱۹۷۰ء تک یونیورسٹی گرانٹس کمیشن کی طرف سے گیا کالج مگدھ یونیورسٹی میں عربی اور اسلامیات کے پروفیسر رہے، یہیں سے سفر آخرت اختیار کیا۔

وفات گیا ۱۳ر نومبر ۱۹۷۶ء ۱۳۹۶ھ مدفن آبگلہ گیا۔

قاری ریاست علی

بحری آباد ضلع غازی پور وطن تھا ساری تعلیم دار العلوم مئو میں حاصل کی پھر یہیں مدرس ہو گئے اور ترقی کر کے عہدۂ صدارت تک پہونچے، ہمہ جہتی صلاحیت کے مالک تھے ہر علم و فن کی کتابیں پڑھاتے تھے فن تجوید میں درجہ کمال حاصل تھا۔ ہزاروں افراد آپ کے شاگرد ہیں، مئو میں سکونت اختیار کر لی تھی۔

وفات مئو ۴ر ذی الحجہ ۱۳۹۱ھ ۱۱ر جنوری ۱۹۷۲ء

رئیس احمد جعفری ندوی

ولادت سیتاپور ۲۳ر شوال ۱۳۲۶ھ (۱۷ر نومبر ۱۹۰۸ء)

مشہور اہل قلم، اچھے صحافی، بہت سی کتابوں کے مصنف ہیں، ندوۃ العلماء لکھنؤ میں تعلیم حاصل کی، ان کی صحافتی زندگی کا آغاز اخبار خلافت بمبئی سے ہوا، وہیں کچھ ادیبوں اور شاعروں نے کمیونسٹوں کی انجمن ترقی پسند مصنفین کے مقابلہ میں "حلقۂ فکر و نظر" قائم کیا تو بمبئی حلقہ کا آپ کو صدر بنایا گیا، تحریک پاکستان کے پرجوش حامی تھے اس لئے تقسیم ملک کے بعد وہ پاکستان چلے گئے اور کراچی میں سکونت اختیار کر لی مگر معاش

کی طرف سے اطمینان حاصل نہیں ہوا تو وہ لاہور چلے آئے اور یہیں انھوں نے مشہور ادارہ ثقافت اسلامیہ سے وابستہ ہو کر پوری زندگی گذار دی، یہاں سے ان کا رسالہ ترجمان المعارف نکلتا تھا، اس کے علاوہ ایک ماہوار رسالہ تہذیب الاخلاق اور بعض دوسرے رسالوں میں ان کا نام بطور اعزازی مدیر کے چھپتا تھا، انھوں نے وہیں محمد علی جوہر اکیڈمی، قائم کی تھی اس کی جانب سے ایک کتاب "اوراق گم شدہ" شائع کی تھی، سیرت تذکرہ تاریخ اخلاق ناول، افسانہ، ترجمہ، کتابوں کی تلخیص، تصنیف وتالیف ہر طرح کا کام کیا ان کی تصانیف کی تعداد دو سو کے قریب ہے بہت زود نویس تھے ضخیم سے ضخیم کتاب چند مہینوں میں ان کے قلم سے نکل جاتی تھی۔ حیات محمد علی جناح، قائد اعظم پاکستان کی زندگی پر ایک ضخیم کتاب لکھی جو سات سو صفحات پر مشتمل ہے۔

ان کی تحریریں زور اور ادبی چاشنی اور دلکشی اور ایک طرح کی افسانویت ہے، بہت رواں اور سلیس زبان لکھتے تھے کبھی کبھی تو نثر میں شاعری کی جھلک آجاتی ہے۔

وفات لاہور ۲۷ ر اکتوبر ۱۹۶۸ء ۱۳۸۸ھ مدفن کراچی

(ز)

مولانا محمد زکریا کاندھلوی (شیخ الحدیث)

وطن کاندھلہ ضلع مظفر نگر ہے، آپ کے والد مولانا محمد یحییٰ کاندھلوی مولانا رشید احمد گنگوہی کے تلمیذ ارشد تھے، شیخ الحدیث کی ذات اسلامی دنیا کی مشہور ترین شخصیت بن چکی تھی، مشہور شیخ طریقت، تبلیغی جماعت کے سربراہ مظاہر علوم سہارن پور کے شیخ الحدیث مولانا خلیل احمد محدث سہارن پوری کے شاگرد اور جاں نثار معاون بن کر رہے آخری دور میں آپ کی ذات مرجع خلائق بن چکی تھی، تبلیغ و دعوت کے سلسلہ میں ہندوستان سے باہر بہت سے ایشیائی اور یوروپین ملکوں کا سفر کر چکے تھے ہر جگہ انکے عقیدت مند خدام موجود تھے، آپ سے بیعت ہونے والوں کی تعداد بیشمار ہے جس کا صحیح اندازہ نہیں کیا جا سکتا، علم حدیث میں انھوں نے لازوال کارنامے انجام دیئے ہیں، کیوں کہ اس فن شریف سے ان کو خصوصی لگاؤ تھا، موطا امام مالک کی شرح اوجز المسالک الابواب والتراجم البخاری، خصائل نبوی، جزء حجۃ الوداع وغیرہ دیکھ کر آپ کے علم کے بحر ناپیدا کنار کا ہلکا سا اندازہ ہوتا ہے اس کے علاوہ اردو میں مسائل حاضرہ اور دوسرے موضوعات پر بہت سی کتابیں ہیں چھ سات جلدوں میں خود نوشت آپ بیتی ان کی شائع ہو چکی ہے جو بجائے خود اسلامی ہند کی ایک مستند تاریخ ہے، فضائل کے سلسلہ میں ان کی متعدد اور ضخیم کتابیں ہیں جو عام طور پر تبلیغی جماعت کے نصاب میں داخل ہیں اور جماعت مسجدوں میں بعد نماز عصر روزانہ پڑھی جاتی ہے، عربی اور اردو دونوں زبانوں میں آپ کی تصانیف موجود ہیں۔

آخر میں آپ مدینہ منورہ ہجرت کر گئے تھے کبھی کبھی ہندوستان آجاتے تھے اور پھر لوٹ کر جلد ہی اس مقدس سرزمین میں پہونچ جاتے تھے تاکہ اسی مقدس سرزمین میں

آسودۂ خواب ہوں ، خدا نے آپ کی آرزو پوری کردی۔

(وفات مدینہ منورہ ۲۳ر مئی ۱۹۸۲ء رشعبان ۱۴۰۳ھ)

قاضی زین العابدین میرٹھی

(ولادت میرٹھ ۱۳۲۹ھ ر ۱۹۱۰ء)

فضلائے دارالعلوم دیوبند میں سے ہیں ، علامہ انور شاہ کشمیری کے شاگردوں میں ہیں ، دارالعلوم دیوبند سے فراغت کے بعد فرائض تدریس میں مصروف ہوگئے آخر میں آپ جامعہ ملیہ دہلی میں اسلامی تاریخ کے استاذ ہوگئے تھے ، آپ ایک عرصہ سے دارالعلوم دیوبند کی مجلس شوریٰ کے رکن تھے اور ہر میٹنگ میں پابندی سے شرکت کرتے تھے ، آپ اچھے انشا پرداز اور اہل قلم تھے آپ کے مضامین اخبارات و رسائل میں آتے رہتے تھے ، آپ نے قرآن کا ایک لغت " قاموس القرآن " کے نام سے مرتب کیا ہے جو ایک بہترین علمی کارنامہ ہے ، آپ کی دوسری کتاب " خلافت راشدہ کا عہد زریں " ہے جو دارالمؤلفین دیوبند نے شائع کیا ہے ان کے علاوہ ان کی دوسری اور کتابیں ہیں۔

(وفات میرٹھ رمضان ۱۴۱۱ھ ر ۱۹۹۱ء)

(س)

سید سالار مسعود غازی

ولادت اجمیر ۲۱ر شعبان سنہ ۴۰۵ھ

مشہور فاتح سلطان محمود غزنوی کے عزیز تھے، دین کی دعوت و اشاعت ان کی زندگی کا مشن تھا، اسی راہ میں انھوں نے اپنی جان نثار دی، ہندوستان میں اسلام کی دعوت کو لے کر اٹھے اور پنجاب سے اتر پردیش کے مختلف اضلاع سے ہوتے ہوئے بہرائچ تک ان کے نشان قدم نظر آتے ہیں، بیشمار غیر مسلموں نے ان کے ہاتھ پر اسلام قبول کیا، مختلف مقامات پر دشمنوں سے جنگیں بھی ہوئیں، ان کے ہمراہیوں کی قبریں مختلف شہروں میں پائی جاتی ہیں اور اکثر مقامات پر " گنج شہیداں " کے نام سے موسوم ہیں، نوجوانی میں انتقال کیا۔

وفات بہرائچ سنہ ۴۲۴ھ (سنہ ۱۰۳۲ء)

مولوی سبطین احمد بدایونی

بدایوں ان کا وطن تھا، مسلم یونیورسٹی علی گڈھ کے تعلیم یافتہ تھے، ابتداءً بدایوں کے مسلم ہائی اسکول میں ٹیچر ہوئے اور جب اسکول ترقی کر کے انٹر کالج ہوا تو آپ اس کے وائس پرنسپل بنائے گئے، تقسیم ملک کے بعد وہ پاکستان چلے گئے تھے اور کراچی کے ادارہ دار التصنیف سے وابستہ ہو گئے تھے، ان کا مطالعہ وسیع تھا اردو اور انگریزی کے اچھے انشاء پرداز تھے، انھوں نے علامہ شبلی نعمانی کی سیرۃ النبی کا انگریزی میں ترجمہ کیا تھا، علم و فضل کے ساتھ انتہائی دیندار صوم و صلوٰۃ کے پابند اور منکسر المزاج اور متواضع تھے، کراچی میں انتقال ہوا۔

وفات کراچی سنہ ۱۹۷۰ء (سنہ ۱۳۹۰ھ)

قاضی سجاد حسین بجنوری

دارالعلوم دیوبند کے فاضل، مدرسہ عالیہ فتحپوری میں صدر المدرسین تھے، دہلی میں مستقل سکونت اختیار کرلی تھی، تصنیف و تالیف بالخصوص ترجمہ کا خاص ذوق تھا، فارسی زبان کے جید عالم تھے اس لئے انھوں نے گلستان سعدی، دیوان حافظ اور دوسری کئی فارسی کتابوں کے اردو میں ترجمے کئے اور خوبصورت انداز میں طبع کرایا، فتاویٰ تاتارخانیہ کو ایڈیٹ کرکے پانچ جلدوں میں شائع کردیا، دہلی میں انتقال کیا۔

وفات دہلی ۵ ار دسمبر ۱۹۹۰ء (۱۴۱۱ھ)

مولانا سخاوت علی جونپوری

ولادت شہر جونپور ۱۲۲۵ھ (۱۸۱۲ء)

عالم باعمل، مشہور شیخ طریقت، دعوت و تبلیغ کے امام اور صاحب فضل و کمال تھے، مولانا اسماعیل شہید دہلوی، مولانا عبدالحیؒ بڈھانوی سے فیض یافتہ تھے اور مشہور مصلح و مرشد سید احمد شہید رائے بریلوی سے بیعت تھے اور آپ کے خلیفہ تھے، انھیں کا جذبۂ دعوت و اصلاح لے کر اٹھے اور شہروں شہروں اس دعوت کو عام کیا، درس و تدریس کا بھی ایک عرصہ تک سلسلہ جاری رکھا تھا، مشرقی اترپردیش میں ان کے تلامذہ کی تعداد خاصی ہے، آخر میں آپ ہندوستان سے ہجرت کرکے مکہ مکرمہ چلے گئے تھے اگرچہ بیوی بچے ساتھ تھے مگر ہجرت کی نیت انھوں نے خود کی تھی اس لئے تا زندگی وہیں رہے اور اسی پاک سرزمین میں پیوند خاک ہوئے، بیوی بچے ہندوستان واپس آئے۔

وفات مکہ مکرمہ ۹ ر شوال ۱۲۷۳ھ (۱۸۵۷ء)

سرمد شہید

مجذوب صفت بزرگ تھے، قاضی شریعت کے حکم سے قتل کی سزا دی گئی۔

وفات ۱۰۷۲ھ (۱۶۶۱ء)

www.kitabo...

مولوی سردار احمد گورداسپوری

ولادت دیا گڑھ ضلع گورداسپور (پنجاب) ۱۹۰۳ء

مدرسہ رضویہ بریلی کے صدر المدرسین تھے، انگریزی تعلیم میٹرک تک حاصل کی پھر اسکول چھوڑ دیا۔ لاہور میں جب وہ زیر تعلیم تھے تو شاہ حامد رضا خاں صاحب بریلوی کسی جلسہ میں گئے ایک نو عمر لڑکا خدمت میں رہا یہ مولوی سردار احمد تھے اس کو لے کر بریلی آئے اور اس کو منظر اسلام بریلی میں داخل کر دیا، کئی سال یہاں پڑھ کر مدرسہ معینیہ اجمیر چلے گئے جہاں ان دنوں مولانا امجد علی گھوسوی مدرس تھے پھر جب مدرسہ معینیہ سے نکل کر منظر اسلام بریلی آئے تو یہ بھی اپنے استاذ کے ساتھ دوبارہ منظر اسلام بریلی آ گئے اور یہیں تکمیل کی ۱۳۵۱ھ میں تعلیم سے فارغ ہوئے تو مدرسہ منظر اسلام میں مدرس بنا دیئے گئے اور پھر ترقی کر کے صدر مدرس ہو گئے۔

۱۳۵۴ھ میں ان کے پیر و مرشد نے مولانا محمد منظور نعمانی کو مناظرہ کا چیلنج کر دیا تو مولانا نعمانی مناظرہ کے لئے منظر اسلام گئے، تو انھوں نے مولوی سردار احمد صاحب کو مناظر بنا کر اسٹیج پر بٹھا دیا، یہ مناظرہ ایک سازش کے طور پر تھا مولانا نعمانی کے قتل کا پلان تھا مگر اللہ نے کامیابی بھی دی اور حفاظت بھی فرمائی، تقسیم ملک کے بعد وہ پاکستان چلے گئے اور لائل پور میں اپنا ایک مدرسہ مظہر الاسلام کے نام سے قائم کیا اور اسی مدرسہ میں فرائض تدریس انجام دیتے ہوئے زندگی گذار دی۔

وفات لائل پور (پاکستان) شعبان ۱۳۸۲ھ دسمبر ۱۹۶۲ء

مولانا سعادت حسین بہاری

ولادت موضع کٹھا (بہار) ۱۲۵۰ھ (۱۸۳۴ء)

مفتی محمد یوسف فرنگی محلی لکھنوی کے شاگردوں میں ہیں، حدیث شاہ نذیر حسین دہلوی سے پڑھی، فراغت کے بعد آرہ کے مدرسہ میں مدرس ہو گئے اور مسلسل بیس سال یہیں تدریسی فرائض انجام دیئے، ایک بار مولانا احمد علی محدث سہارنپوری آرہ آئے تو آپ نے ان سے بھی سند و اجازت حدیث حاصل کی، ۱۲۹۶ھ میں حج کیا واپسی کے بعد

کلکتہ کے مشہور سرکاری مدرسہ عالیہ میں استاد بنا دیے گئے، انگریزی حکومت کی طرف سے ان کو "شمس العلماء" کا خطاب حاصل تھا۔ تصنیف و تالیف سے بھی دلچسپی تھی۔ ان کا میر زاہد رسالہ پر حاشیہ ہے، ابطال تناسخ کے مسئلہ پر بھی ان کا ایک رسالہ ہے جو ان کی قلمی یادگار ہے۔

وفات ۱۸ جمادی الاول ۱۳۱۶ھ (۱۹۳۱ء)

مولانا سعید احمد اکبر آبادی

ولادت آگرہ ۸ نومبر ۱۹۰۸ء

دار العلوم دیوبند کے فاضل، بہت ہی ذہین و فطین عالم اور مشہور مصنف ہیں، ندوۃ المصنفین کے بانیوں میں سے ہیں، اس کے رسالہ "برہان" کے ہمیشہ مدیر رہے، مجلس شوریٰ دار العلوم دیوبند کے رکن تھے، مسلم یونیورسٹی علی گڈھ کے شعبۂ دینیات کے ناظم ہوئے پھر صدر شعبہ ہو کر ریٹائر ہوئے، بیمار ہو کر کراچی چلے گئے وہیں انتقال کیا، آپ کی کتابوں میں "صدیق اکبر" "فہم قرآن" "عثمان ذوالنورین" اور "غلامانِ اسلام" مشہور ہیں اور اپنے اپنے موضوع پر بھرپور ہیں۔

وفات کراچی ۲۴ مئی ۱۹۸۵ء (۱۴۰۵ھ)۔

سعید انصاری

ولادت اعظم گڈھ ۳ جولائی ۱۹۰۴ء

جامعہ ملیہ دہلی میں استاد تھے، جامعہ کے مختلف عہدوں پر رہے، حین حیاتی ممبر تھے، بعد میں ٹریننگ کالج کے پرنسپل ہو گئے۔ کئی کتابوں کے مصنف ہیں جامعہ ملیہ دہلی کی شاندار مسجد انھیں کی جد و جہد کا ثمرہ ہے، دہلی ہی میں وفات پائی اور جامعہ ملیہ کے قبرستان میں دفن ہوئے۔

وفات دہلی ۲۶ جنوری ۱۹۸۳ء (۱۴۰۳ھ)

مولانا سعید بزرگ

ولادت ۱۹۱۲ء (۱۳۳۰ھ)

عالم فاضل اپنے علاقہ کے رئیس کبیر اور معزز محترم تھے جامعہ اسلامیہ ڈابھیل سورت کے تاحیات مہتمم رہے، ان کی ذاتی دلچسپی اور جد و جہد کی وجہ سے صوبہ گجرات میں دینی تعلیم کو بہت فروغ حاصل ہوا۔

وفات ڈابھیل سملک (گجرات) ۶ محرم ۱۴۱۱ھ (۱۹۹۰ء)

مولانا قاری سعید احمد اجراڑوی

ممتاز علماء میں تھے اجراڑہ ضلع میرٹھ کے رہنے والے تھے، وہیں ابتدائی تعلیم حاصل کی، حفظ و قرأت اور عربی کی ابتدائی تعلیم حاصل کرنے کے بعد ۱۳۳۶ھ میں مظاہر علوم سہارنپور میں داخل ہوئے، یہاں پانچ سال رہ کر مختلف علوم و فنون کی کتابیں پڑھ کر دورۂ حدیث میں شامل ہوئے اور صحاح ستہ پڑھ کر سند حدیث حاصل کی، حدیث مولانا خلیل احمد محدث سہارن پوری سے پڑھی جو بذل المجہود شرح ابو داؤد کے مصنف ہیں، ۱۳۴۳ھ میں اولاً شعبۂ تجوید و قرأت کا استاذ مظاہر علوم میں بنایا گیا اور دارالافتاء میں بھی بحیثیت معاون مفتی کام کرتے رہے، ۱۳۵۲ھ میں ان کو صدر مفتی بنایا گیا، بہت ہی متقی اور صاحب زہد و ورع تھے، فقہ کی جزئیات پر اچھی نظر تھی ان کی چھوٹی چھوٹی کئی کتابیں ہیں، فن تجوید و قرأت میں دو تین رسالے ہیں، ان کی مشہور کتاب "معلم الحجاج" ہے جو حاجیوں کی گائڈ ہے، اس سلسلہ کے سارے مسائل کو وضاحت سے بیان کیا ہے، کتاب مقبول ہے۔

وفات سہارن پور صفر ۱۳۷۷ھ (۱۹۵۷ء)

مولانا سلامت اللہ مبارک پوری

ولادت مبارک پور ضلع اعظم گڈھ ۱۲۸۹ھ (۱۸۷۲ء)

انھوں نے خاندانی نام سلامت اللہ کو بدل کر اپنا نام عبد السلام رکھ لیا تھا اور یہی نام استعمال کرتے تھے اسی سے مشہور بھی ہوئے ان کی تعلیم حافظ عبد اللہ غازی پوری

اور مولانا عبدالرحمٰن مبارک پوری صاحب تحفۃ الاحوذی کے حلقۂ درس میں ہوئی، پھر پھر دہلی جاکر حدیث شاہ نذیر حسین دہلوی سے پڑھ کر سند حاصل کی، مشہور یمنی محدث شیخ حسین بن محسن سے بھی ان کو حدیث کی سند و اجازت حاصل تھی، فراغت کے بعد وہ آرہ کے مدرسہ احمدیہ میں عرصہ دراز تک مدرس رہے ان کی قلمی یادگار، سیرت بخاری، ہے اور مشہور ہے۔

وفات ۱۸ر رجب ۱۳۴۲ھ فروری ۱۹۲۴ء

شیخ سلیم چشتی

مشہور شیخ طریقت، فتح پور سیکری میں آپ کا مزار ہے۔

وفات فتح پور سیکری ۹۸۰ھ (۱۵۷۳ء)

مولانا سید سلیمان ندوی

ولادت دیسنہ (بہار) ۱۲ر دسمبر ۱۸۸۴ء ۲۳ر صفر ۱۳۰۲ھ

علامہ شبلی کے جانشین، سربراہ دار المصنفین اعظم گڈھ، ہندوستان کے مشاہیر اور جلیل القدر علماء میں شمار تھا، زندگی کا بیشتر حصہ تصنیف و تالیف میں گذرا، دار المصنفین کو ایک ستارے سے آفتاب و ماہتاب بنادیا اور علمی دنیا پر اس کی دھاک بٹھادی، ندوۃ العلماء لکھنؤ میں تعلیم حاصل کرنے کے بعد کچھ دنوں مولانا ابوالکلام آزاد کے اخبار "الہلال" سے متعلق ہوکر کلکتہ میں رہے، کچھ دن بھوپال میں گذرے، پھر اعظم گڈھ آگئے، تقسیم ملک کے کئی سال بعد پاکستان چلے گئے، ہندوستان کے مشہور اور محقق مصنفین میں ان کا درجہ بہت بلند ہے۔ ان کی کتابوں میں سیرۃ النبی کی جلد سوم، چہارم، پنجم، ششم، ہفتم، عربوں کی جہاز رانی، خطبات مدراس، سیرۃ عائشہ، ارض القرآن، (دو جلدوں میں) خیام، حیات شبلی، رحمت عالم، بہادر خواتین اسلام، یاد رفتگاں، رسالہ اہل سنت والجماعت، دروس الادب شامل ہیں، ان کی ادارت میں نکلنے والا رسالہ "معارف" ہندو پاک کے اہم ترین رسالوں میں شمار ہوتا تھا، آپ حکیم الامۃ مولانا اشرف علی تھانوی سے بیعت تھے، اپنے شیخ سے بے پناہ عقیدت رکھتے تھے

ان کی وفات پر جو مضمون انھوں نے لکھا ہے اس سے ان کا درد جھلکتا ہے ۔

وفات کراچی ۲۲ر نومبر ۱۹۵۳ء ۱۴ر ربیع الاول ۱۳۷۳ھ

قاضی سلیمان منصور پوری

سیرت کی قدیم اردو کتاب "رحمۃ للعالمین" کے مصنف علوم اسلامیہ سے مکمل واقفیت کے ساتھ تورات وانجیل پر بھی مبصرانہ نظر رکھتے تھے، غیر مسلموں سے مناظرے میں بھی ان کو دلچسپی تھی، مسلک کے اعتبار سے اہلحدیث تھے لیکن ائمہ مجتہدین کا غایت احترام کرتے تھے، ندوۃ العلماء کے دیرینہ رکن تھے، کئی کتابوں کے مصنف ہیں، اُن کی کتابوں میں سب سے مشہور یہی رحمۃ للعالمین ہے اس کے علاوہ "الجمال والکمال" (سورہ یوسف کی تفسیر) اور "سفرنامہ حجاز" ہے زبان و بیان میں قدامت کا رنگ ہے، سفرِ حج سے واپسی میں حجاز میں وفات پاگئے۔

وفات یکم محرم ۱۳۴۹ھ (سنہ ۱۹۳۰ء)

مولانا محمد سلیمان پھلواروی

ولادت پھلواری شریف محرم ۱۲۷۶ھ (جولائی سنہ ۱۸۵۹ء)

یہ خانقاہ پھلواری کے مشائخ میں سے ہیں، تعلیم کا آغاز پھلواری شریف سے ہوا، مزید تعلیم کے لئے مولانا عبدالحیٔ فرنگی محلی کی خدمت میں لکھنؤ گئے وہاں سے تعلیم حاصل کرنے کے بعد دہلی کا سفر کیا اور شاہ نذیر حسین بہاری سے حدیث پڑھی، پھر سہارنپور مظاہر علوم میں جاکر مولانا احمد علی محدث سہارن پوری سے حدیث کی سند واجازت حاصل کی، تعلیم سے فراغت کے بعد شیخ علی حبیب پھلواروی سے بیعت ہوگئے، مزید استفادہ کے لئے مولانا شاہ فضل الرحمٰن گنج مرادآبادی کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کچھ دنوں ان کی خدمت میں رہ کر نسبت حاصل کی، حج کے لئے جب گئے تو وہاں حاجی امداداللہ تھانوی مہاجر مکی کی خدمت میں حاضر ہوکر ان سے بیعت واجازت حاصل کی، ابتدائی دور میں ترک تقلید میں متشدد تھے، پھر جب تصوف کی طرف مائل ہوئے تو وہ سختی ختم ہوگئی بلکہ ان تمام رسوم کے پابند ہوگئے جو اس دور کے عام خانقاہی مشائخ میں رائج تھے جیسے

عرسوں میں شرکت کرنا، قوالی کی محفلوں میں بیٹھنا، وجد وحال کا آنا وغیرہ وغیرہ۔
ندوۃ العلماء کی تنظیم ان دنوں سالانہ اجلاس کرتی تھی، اس کے کئی جلسوں کی صدارت کی، اس کے مقاصد کی تائید کرتے تھے اور عملاً اس میں حصہ لیتے تھے، تصنیف وتالیف کا بھی ذوق تھا، چھوٹی بڑی ان کی کئی کتابیں ہیں جن کا زیادہ تر تعلق تصوف سے ہے، ان کی تصانیف میں، شرح الحدیث المسلسل بالاولیۃ (عربی میں)، صلاح الدارین فی برکات الحرمین، صیانت الاحباب عن امانت الاصحاب وغیرہ، عربی میں شعر بھی کہتے تھے، اپنے دور کے بہترین واعظوں میں شمار کئے جاتے تھے۔
وفات پھلواری صفر ۱۳۵۴ھ (۱۹۳۵ء)

مولانا سلطان الحق بجنوری

ولادت موضع جیبب دار ضلع بجنور
ابتدائی تعلیم اپنے گاؤں میں حاصل کی اور پھر سہنسپور میں مزید تعلیم حاصل کرکے دارالعلوم دیوبند میں داخل ہوئے یہیں دورۂ حدیث پڑھ کر سند فضیلت حاصل کی، تعلیم سے فراغت کے بعد ان کو دارالعلوم دیوبند کے کتب خانہ کا ناظم اعلیٰ بنادیا گیا، آدھی صدی تک وہ اسی منصب پر رہے، حضرت شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد مدنی سے بیعت تھے اور گہری عقیدت رکھتے تھے۔
وفات دیوبند ۲ر فروری ۱۹۸۶ء (۱۴۰۶ھ)

مولوی سمیع اللہ خان

ولادت دہلی ۱۸۳۴ء
سرسید اور مولوی سمیع اللہ خان دونوں میں سے کس کے دل میں پہلے یہ خیال آیا کہ مسلمان میں انگریزی تعلیم رائج کرنے کے لئے ایک مدرسہ کی سخت ضرورت ہے، یہ فیصلہ کرنا مشکل ہے، بس یوں کہا جاسکتا ہے کہ دونوں کے دلوں میں ایک ساتھ خیال آیا لیکن سرسید نے عملی جدوجہد میں ان سے سبقت حاصل کرلی، دونوں میں ذہنی وفکری اتحاد وارتباط تھا، لیکن یہ اتحاد بعد میں چل کر کئی اسباب کی وجہ سے پارہ پارہ ہوگیا اور دونوں

کی راہیں جدا جدا ہوگئیں۔

مولوی سمیع اللہ خان نے تعلیم دہلی میں مولانا مملوک علی نانوتوی، مفتی صدرالدین آزردہ صدر الصدور دہلی سے حاصل کی، عربی اور فارسی میں وہ درجہ کمال حاصل کیا کہ ان کے استاذ مفتی صاحب کہا کرتے تھے کہ یہ میرا جانشین ہوگا، یہ ان کی ذہانت وفطانت کا کھلا اعتراف تھا، ۱۸۵۶ء میں انھوں نے وکالت اور منصفی کا امتحان امتیازی نمبروں کے ساتھ پاس کیا، ۱۸۵۸ء میں وہ کانپور کے منصف ہوگئے، ۱۸۶۲ء میں عہدۂ منصفی سے استعفا دیکر آگرہ الٰہ آباد ہائیکورٹ میں وکالت شروع کی کچھ ہی دنوں میں ان کا شمار ہائیکورٹ کے ممتاز وکلا میں ہونے لگا ۱۸۷۳ء میں وہ سب جج بنا دیے گئے اور علی گڈھ چلے گئے انھوں نے اس دور میں ایسے ایسے اہم اور نازک فیصلے کئے جو قانون دانوں اور وکالت پیشہ لوگوں کے لئے نظیر بن گئے، ان کے دو سو فیصلوں کو بطور نظیر شائع کیا گیا، انگریزی حکومت کی طرف سے ان کو ایک بار ایک اہم مسئلہ کی وجہ سے سفیر بنا کر مصر بھیجا گیا انھوں نے نہایت تدبر اور قابلیت کے ساتھ سفارتی خدمات انجام دیں کہ حکومت کی نگاہوں میں ان کا اعزاز بہت بلند ہوگیا واپسی کے بعد فوراً ان کو سشن جج بنا دیا گیا ۱۸۸۰ء میں انھوں نے یورپ کا سفر کیا ان کا مقصد سفر ٹھیک وہی تھا جو سرسید کے سفر لندن کا تھا، ۱۸۹۲ء میں ریٹائر ہوئے۔

وفات ۱۷/اپریل ۱۹۰۸ء ۱۵/ربیع الاول ۱۳۲۶ھ

سرسید احمد خان

ولادت دہلی ۱۷/اکتوبر ۱۸۱۷ء ۵/ذی الحجہ ۱۲۳۲ھ

بانی مسلم یونیورسٹی علی گڈھ، آپ کا خاندان دہلی کا تھا، مغلیہ دور حکومت میں اس خاندان کا اعزاز تھا، جب ان کے عروج کا سورج طلوع ہو رہا تھا اس وقت سلطنتِ مغلیہ کا چراغ جو جھلملا رہا تھا یک بیک بجھ گیا، آپ نے دہلی ہی میں تعلیم حاصل کی اپنے خالو کی سفارش پر سرکاری ملازمت مل گئی اور وہ میر منشی ہوگئے۔ پھر حسن کارگزاری کی وجہ سے ترقی کرکے ڈپٹی کلکٹر ہوگئے، ان کی ملازمت کے دوران غدر ۱۸۵۷ء برپا ہوا اس وقت

وہ بجنور میں تعینات تھے، غدر کے حالات پر انھوں نے دو کتابیں لکھیں، مسلمانوں میں انگریزی تعلیم و تہذیب کے فروغ کے لیے انھوں نے انتہائی جد و جہد کی انگریزی تعلیم کے ساتھ انگریزی تہذیب کو بھی وہ ضروری سمجھتے تھے، یہی بات مسلمانوں کو کھٹکتی تھی اس لئے کچھ لوگوں نے ان کی مخالفت بھی کی، ان کی سب سے بڑی غلطی یہ ہوئی کہ انھوں نے قرآن کی ایک تفسیر لکھ کر قرآن کو بازیچۂ اطفال بنادیا جو جمہور امت کے مسلمہ عقائد سے بوتاثر کرنے والی تھی، مخالفت کرنے والے ان کی تعلیمی تحریک کی مخالفت نہیں کرتے تھے بلکہ وہ انکے نقطۂ نگاہ کی مخالفت کرتے تھے جس کو وہ اپنے مدرسہ کے طلبہ میں پھیلانا چاہتے تھے، انھوں نے تہذیب الاخلاق کے نام سے ایک رسالہ بھی جاری کیا تھا اس میں ان کے جو مضامین شائع ہوتے تھے ان سے اسلامی مسلمات پر زد پڑتی تھی اس لیے ہر بار اشتعال بڑھ جاتا تھا، لیکن وہ اپنی جد وجہد میں لگے رہے اور کامیاب ہوئے، حالی نے ان کی مکمل سوانح حیات "حیات جاوید" کے نام سے بہت ہی ضخیم لکھی ہے جو عام لائبریریوں میں پائی جاتی ہے۔

وفات علی گڈھ ۲۷ مارچ ۱۸۹۸ء (۱۳۱۵ھ)

مولانا محمد سہول سجاد بھاگلپوری

ولادت پورینی ضلع بھاگلپور (بہار)

شاہ نذیر حسین بہاری دہلوی مولانا لطف اللہ علی گڈھی وغیرہ سے تعلیم حاصل کرکے دارالعلوم دیوبند آئے اور حضرت شیخ الہند سے حدیث پڑھی اور سند فضیلت حاصل کی، فراغت کے بعد دارالعلوم ہی میں استاد بنادیئے گئے اور آٹھ سال یہاں رہے پھر دیوبند سے مدرسہ عزیزیہ، مدرسہ عالیہ کلکتہ، مدرسہ عالیہ سلہٹ وغیرہ میں صدر مدرس یا شیخ الحدیث رہے ۱۹۲۰ء میں مدرسہ شمس الہدیٰ پٹنہ میں پرنسپل ہوئے اس عہدے سے ریٹائر ہوئے اور پھر وقت موعود آگیا۔

وفات پورینی ضلع بھاگلپور ۱۲ رجب ۱۳۶۷ھ ۱۹۴۸ء

سید علی بلگرامی

ولادت بلگرام ضلع ہردوئی ۱۲۶۸ھ (۱۸۵۱ء)

بے پناہ علوم وفنون اور زبانوں کے ماہر تھے، اُردو، فارسی، عربی، انگریزی، فرانسیسی، سنسکرت، بنگلہ، تلگو، المانی، لاطینی، مراٹھی، گجراتی، ہندی ہر زبان پر قدرت تھی، ریاست حیدرآباد میں ایک اچھے عہدے پر تھے لیکن قبل از وقت ریٹائرمنٹ لے لیا، آٹھ سو روپے ماہوار پنشن ہو گئی اس کے بعد لندن چلے گئے اور کیمبرج یونیورسٹی میں مرہٹی زبان کے پروفیسر ہو گئے، وہاں سے لوٹ کر ہندوستان آئے تو ہردوئی میں سکونت اختیار کرلی، مسلکاً شیعہ تھے لیکن تعصب، تنگ نظری سے بری تھے ان کی دو کتابوں نے بڑی شہرت حاصل کی ایک "تمدن عرب" اور دوسری "تمدن ہند" دونوں کتابیں فرانسیسی میں تھیں، ڈاکٹر لیبان ان کا مصنف تھا آپ نے دونوں کتابوں کا بہترین اُردو میں ترجمہ کیا۔

وفات ہردوئی ۱۳۲۹ھ (۱۹۱۱ء)

مولوی سید احمد دہلوی

ولادت دہلی ۱۸۴۶ء (۱۲۶۳ھ)

اُردو زبان کے مشہور ادیب لسانیات کے ماہر، بہت سی کتابوں کے مصنف ہیں، لاہور میں گورنمنٹ بکڈپو پنجاب میں نائب مہتمم رہے، گورنمنٹ کی طرف سے "خان صاحب" کا خطاب حاصل تھا، پنجاب یونیورسٹی کے فیلو اور ممتحن رہے، اُردو کی بہترین اور جامع لغت "فرہنگ آصفیہ" کے نام سے بڑے سائز کی پانچ ضخیم جلدوں میں لکھی ہے اور شائع ہو چکی ہے، ان کی دوسری کتابوں میں۔ "ہادی النساء" "لغات النساء" "علم اللسان" "رسوم دہلی اور اردو ضرب الامثال شامل ہیں۔

وفات ۱۹۱۹ء (۱۳۳۸ھ)

مولانا سیف الرحمٰن ٹونکی

موصوف قندھاری افغان تھے، نوجوانی میں دینی تعلیم کی غرض سے یوپی میں

آ گئے تھے، مختلف مدارس میں تعلیم حاصل کرنے کے بعد گنگوہ جاکر مولانا رشید احمد گنگوہی سے حدیث پڑھی اور سند واجازت حاصل کی، تعلیم سے فراغت کے بعد کچھ دنوں ریاست ٹونک کے مدرسہ میں تعلیم وتدریس کے فرائض انجام دیئے پھر وہاں سے دہلی آگئے، اور یہاں مدرسہ فتحپوری میں استاد ہوگئے، بہترین مقرر خطیب تھے، حضرت شیخ الہند سے ان کے بہت گہرے روابط تھے، جب شیخ الہند نے اپنی تحریک کو عملی شکل دینے کا آغاز کیا تو سب سے پہلے آپ نے سرحدی علاقوں میں بہترین اور پرجوش مقررین اور خطیبوں کو بھیجا تاکہ بہادر پٹھانوں میں جوش جہاد اور جذبہ اسلام کو بیدار کریں، مولانا سیف الرحمن اس کام کے لئے موزوں ترین شخص تھے اس لئے حضرت شیخ الہند نے فرمایا کہ آپ تدریسی زندگی کو خیرباد کہہ دیں اور سرحدی علاقوں میں چلے جائیں اور پورے علاقے میں اپنی تقریروں کے ذریعہ ان میں جوش جہاد کی آگ بھڑکادیں اور دشمن اسلام انگریزوں سے نفرت کا جذبہ بیدار کریں، انھوں نے فوراً تعمیل حکم کی اور مجاہدین کے مرکز یاغستان پہونچ گئے اور وہاں کے سب سے بااثر کمانڈر حاجی ترنگ زئی کے ساتھ آزاد قبائل کے دورے کئے اور ہر طرف جوش جہاد کی آگ دہکادی اور کئی مورچوں پر بذات خود دست بدست جنگ میں شریک بھی رہے، حضرت شیخ الہند کی حجاز میں گرفتاری کے بعد جب تحریک ناکام ہوگئی تو انگریزی حکومت نے حکومت افغانستان پر زور ڈالا کہ مولانا موصوف کو حدود افغانستان سے نکال دے آپ نے چاہا تھا کہ کابل میں رہ کر تعلیم وتدریس کا پرانا سلسلہ شروع کریں لیکن حکومت نے ان پر پابندی عائد کردی تو آپ پھر لوٹ کر اسی سرحدی علاقہ یاغستان میں واپس آگئے پھر پوری زندگی اسی علاقہ کی اصلاح میں گذاردی اس کے بعد کے حالات کا علم نہ ہوسکا اور نہ ان کی تاریخ وفات معلوم ہوسکی۔

www.kitaab

(ش)

علامہ شبلی نعمانی

ولادت بندول ضلع اعظم گڈھ مئی سنہ ۱۸۵۷ء

ہندوستان کا مایہ ناز محقق عالم، لافانی اور معرکۃ الآرا تصانیف کے مصنف، صاحب طرز انشاء پرداز، منفرد نثر نگار، اردو و فارسی کے قادر الکلام اور خوش فکر شاعر، مسلم یونیورسٹی علی گڈھ کے استاذ، ندوۃ العلماء لکھنؤ کے معتمد تعلیم، دار المصنفین جیسے مثالی ادارے کے بانی ہیں، ایسی شخصیتیں صدیوں میں کبھی کبھی پیدا ہوتی ہیں، ان کی عظیم الشان کتاب "سیرۃ النبی" اپنی نوعیت کی اردو میں بے مثال کتاب ہے، ان کی شاہکار تصانیف میں "الفاروق، المامون، الغزالی، الکلام، سیرۃ النعمان، شعر العجم (پانچ جلدوں میں) شامل ہیں، ان میں ہر ایک کتاب اپنا جواب آپ ہے، مسلمانوں پر مستشرقین کی جانب سے کئے جانے والے اعتراضات کے جواب میں جو محققانہ مقالے لکھے ہیں وہ استدلال، تحلیل، تجزیہ، تحقیق و تنقید اور زور بیان کے شاہکار ہیں، یہ مقالات آٹھ جلدوں میں شائع ہو چکے ہیں، ان کی فارسی غزلوں کے دو مجموعے بوئے گل اور دستۂ گل کی غزلوں کو پڑھئے تو ایسا محسوس ہوتا ہے کہ حافظ شیرازی اپنی تمام رعنائیوں شادابیوں اور رندانہ شوخیوں کے ساتھ نغمہ سرا ہیں، اردو میں ان کا کلام بیشتر نظموں پر مشتمل ہے، اسلامی واقعات کو نظموں میں ڈھال کر ان کو دو آتشہ بنا دیا گیا ہے، کشتگان کا پتور کی نظم اپنے زور بیان کے ساتھ انتہائی اثر انگیز ہے، عدل جہانگیری کے عنوان سے ان کی نظم جو منظر کشی کی ہے وہ صرف شبلی ہی کر سکتے تھے، اردو جب تک زندہ رہے گی شبلی کو نہیں بھول سکے گی۔

وفات اعظم گڈھ ۱۸ر نومبر سنہ ۱۹۱۴ء مدفن دار المصنفین اعظم گڈھ

مولانا شبلی جونپوری

ولادت ۱۰ر شعبان ۱۲۶۳ھ (جون پور) (جولائی ۱۸۴۷ء)

مشہور مصلح مولانا سخاوت علی جون پوری کے لڑکے ہیں، جونپور میں تعلیم کا آغاز ہوا، قرآن پاک کے حفظ کرنے کے بعد عربی تعلیم شروع ہوئی، علوم وفنون کی کتابیں مولانا محمد یوسف فرنگی محلی سے پڑھیں، حدیث پڑھنے کے لئے دہلی گئے اور وہاں شاہ نذیر حسین دہلوی کے حلقۂ درس میں شامل ہوئے، فراغت کے بعد خواجہ احمد نصیر آبادی سے بیعت ہوگئے اور عرصہ تک ان کی خدمت میں رہے، ۱۲۸۶ھ میں حرمین شریفین کی زیارت کی علم نحو میں ان کا ایک چھوٹا سا رسالہ قلمی یادگار ہے۔

وفات رمضان ۱۳۱۸ھ (۱۸۹۹ء) مدفن منڈیاہوں ضلع جونپور

علامہ شبیر احمد عثمانی دیوبندی

ولادت دیوبند ۱۸۸۵ء (۱۳۰۳ھ)

امام المنقول والمعقول، شیخ الاسلام پاکستان، ہندو پاک کے سربرآوردہ اور ممتاز علماء میں شمار تھا، آپ کی ولادت دیوبند میں ہوئی، والد کا نام مولانا فضل الرحمٰن عثمانی تھا جو بریلی میں ڈپٹی انسپکٹر مدارس تھے، دارالعلوم دیوبند کے بانیوں میں سے ہیں۔

آپ نے ۱۸۹۲ء میں دارالعلوم دیوبند میں داخلہ لیا اور ۱۹۰۸ء میں دورۂ حدیث پڑھ کر فارغ ہوئے فراغت کے بعد چند ماہ دارالعلوم میں عارضی طور پر تدریسی خدمات انجام دیں پھر مدرسہ عالیہ فتحپوری دہلی میں مدرس ہوکر چلے گئے، ۱۹۱۰ء میں دارالعلوم دیوبند کے مستقل مدرس بنادیئے گئے، ۱۹۲۵ء میں والی نجد وحجاز ابن سعود نے مکہ مکرمہ میں جو کانفرنس نظام حکومت کے سلسلہ میں عالم اسلام کے پیمانے پر بلائی تھی اس میں جمعیۃ علماء ہند کے وفد کے ساتھ حجاز گئے اور علماء دیوبند کے نقطۂ نگاہ کی نمائندگی کی، ۱۹۲۶ء میں علامہ انورشاہ کشمیری کے ساتھ دارالعلوم دیوبند چھوڑ کر ڈابھیل جامعہ اسلامیہ میں چلے گئے جہاں آپ نے ترمذی اور بخاری کے درس دیئے، ڈابھیل قیام کے دوران آپ دارالعلوم دیوبند کے صدر مہتمم بھی رہے، اور اپنی ذمہ داریوں کو پورا کرتے رہے، آزادی سے کچھ پہلے جب

مسلم لیگ نے جمعیۃ علماء ہند کی طاقت کو توڑنے کے لئے جمعیۃ علماء اسلام قائم کی تو آپ اس میں شامل ہو گئے، تحریک پاکستان کی بھر پور حمایت کی، تقسیم ملک کے بعد آپ پاکستان چلے گئے اور شیخ الاسلام پاکستان کہے جانے لگے، آپ نے بھر پور کوشش کی کہ پاکستان میں اسلامی حکومت قائم ہو جیسا کہ ہم لوگوں نے عام مسلمانوں سے کہا ہے اور اسی بنیاد پر ان سے ووٹ حاصل کیا ہے لیکن جب آپ نے پاکستان اسمبلی میں اسلامی حکومت قائم کرنے کی تجویز رکھی تو اس کو نہایت حقارت کے ساتھ ٹھکرا دیا گیا، موصوف کو اس سے سخت دلی صدمہ پہونچا اور اس صدمہ کی وجہ سے وہ زیادہ دن زندہ نہیں رہے اور کراچی میں وفات پا گئے۔

آپ کی سیاسی سرگرمیوں نے آپ کے علم وفضل کو پس منظر میں ڈال دیا حالانکہ آپ اپنے دور کے متبحر علماء میں سے تھے عرصہ دراز تک بخاری ومسلم کا درس دیا اور محققانہ درس دیا، مسلم شریف کی شرح علامہ نووی کے بعد آپ کے قلم سے "فتح الملہم" نام سے نکلی، افسوس کہ وہ مکمل نہ کر سکے، حضرت شیخ الہند کے ترجمہ قرآن پر حواشی آپ کے قلم سے ہیں جس کی اہمیت کا اعتراف ہر اہل علم کو ہے، اردو کے اچھے انشاء پرداز تھے، علم کلام سے زیادہ مناسبت تھی اس لئے آپ کی اردو کتابوں پر یہ رنگ چھایا ہوا ہے۔

وفات کراچی ۱۳ر دسمبر ۱۹۴۹ء (۱۳۶۹ھ)

مولانا شبیر علی تھانوی

ولادت بانس بریلی ۸ر رمضان ۱۳۱۲ھ (۱۸۹۴ء)

حکیم الامۃ مولانا اشرف علی تھانوی کے برادر زادہ تھے، مگر حضرت تھانوی کی تربیت میں رہے سہارنپور میں تعلیم حاصل کی، دارالعلوم دیوبند کی مجلس شوریٰ کے رکن تھے، خانقاہ امدادیہ تھانہ بھون کے نگراں اور منتظم تھے، مثنوی مولانا روم کی ایک شرح جو حضرت تھانوی کے افادات پر مشتمل ہے اس کے مرتب ہیں، آخر میں آپ پاکستان چلے گئے تھے، ناظم آباد میں سکونت اختیار کر لی تھی وہیں وفات پائی اور مدفون ہوئے۔

وفات ناظم آباد پاکستان ۲۸ر رجب ۱۳۸۸ھ ۲۰ر اکتوبر ۱۹۶۸ء

مولانا شرف الدین بہاری

مولانا نعمت اللہ رحمانی خانقاہ رحمانیہ مونگیر کے ساتھیوں میں سے تھے، امارت شرعیہ بہار کے ارکان میں تھے، خود بھی ایک دینی مدرسہ قائم کیا تھا اور اس کو ترقی دینے میں زندگی بھر مصروف رہے۔

وفات بیگوسرائے ۱ار جون ۱۹۹۱ء ۸ار ذی الحجہ ۱۴۱۱ھ

مولانا محمد شریف مصطفےٰ آبادی

مصطفےٰ آباد ضلع اعظم گڈھ کے رہنے والے تھے، منطق و فلسفہ میں درجہ کمال حاصل تھا، عربی ادب سے بھی لگاؤ تھا، مولانا عبدالرحمٰن مبارک پوری مصنف تحفۃ الاحوذی کے شاگردوں میں تھے، مولانا ہدایت اللہ رام پوری سے منطق و فلسفہ مدرسہ حنفیہ جونپور میں پڑھا تھا، مولانا حکیم برکات احمد ٹونکی سے طب و حکمت کی تعلیم حاصل کی تعلیم سے فراغت کے بعد درس و تدریس کو مشغلہ بنایا، متعدد مدارس میں فرائض تدریس انجام دیئے، جامعہ منظر العلوم بنارس، مدرسہ شمس الہدیٰ پٹنہ، مدرسہ مصباح العلوم الہ آباد میں بیسوں برس تک تعلیم دی، آخر میں دارالعلوم معینیہ اجمیر گئے وہاں حدیث و تفسیر کا درس دیتے رہے علم وسیع تھا اور علم مستحضر، کئی کتابوں کے مصنف ہیں۔ الافاضات القدسیہ، نسیم الکلام، جواہر الحکم، رموز حکمت، سوال و جواب، قطبی میر قطبی، سوال و جواب نور الانوار وغیرہ آخر میں لکھنؤ چلے گئے تھے وہیں انتقال کیا۔

وفات ذی الحجہ ۱۳۷۲ھ ۲۵ر جولائی ۱۹۵۲ء مدفن جھوائی ٹولہ لکھنؤ

مولانا شریف حسن دیوبند

ولادت ۱۹۲۰ء

دارالعلوم دیوبند میں استاد حدیث رہے۔

وفات دیوبند ۱۵ر جمادی الاول ۱۳۹۷ھ ۲ر جون ۱۹۷۶ء

مولانا مفتی محمد شفیع عثمانی دیوبندی

(ولادت دیوبند ضلع سہارن پور سنہ ۱۳۱۴ھ (سنہ ۱۸۹۶ء))

دارالعلوم دیوبند کے استاد اور مفتی اعظم تھے، حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی کے خلیفہ تھے، سنہ ۱۳۵۲ھ میں انھوں نے ایک کتاب "غایات النسب" لکھ دی تھی جس میں پیشہ ور برادریوں کے خلاف سخت جارحانہ انداز کلام اختیار کیا گیا تھا جس کی وجہ سے پورے ملک میں دارالعلوم دیوبند کے خلاف ایک بہت بڑا فتنہ کھڑا ہو گیا تھا، جس سے دارالعلوم کی بنیادیں ہل گئی تھیں، مولانا حسین احمد مدنی نے اپنے اثر و رسوخ سے اس آگ کو بجھایا، تحریک پاکستان جب شباب پر تھی تو دارالعلوم سے استعفا دیکر اپنے شیخ کے حکم سے تھانہ بھون چلے گئے تھے اور وہاں سے پاکستان کی حمایت اور کانگریس میں شرکت کو حرام قرار دینے کے لیے مضامین لکھتے رہے جس نے جمعیۃ علماء ہند کی طاقت کمزور کرنے میں مسلم لیگ کو کافی مدد ملی، قیام پاکستان کے بعد پورے خاندان کے ساتھ آپ ہجرت کر گئے، وہاں کے مفتی اعظم تسلیم کیے گئے ایک عظیم الشان مدرسہ کراچی میں جاری کیا، جس کو ان کے صاحبزادگان حسن و خوبی سے چلا رہے ہیں۔

آپ بہت سی کتابوں کے مصنف ہیں، ان کی مشہور ترین تصنیف "معارف القرآن" نام سے قرآن کی اردو میں تفسیر ہے جو آٹھ جلدوں میں برابر شائع ہو رہی ہے، ہندوستان و پاکستان دونوں جگہ عام ہے، آپ کے فتاویٰ کے مجموعے بھی مرتب کر کے شائع کر دیئے ہیں، فضائل صحابہ پر بھی ان کی ایک اہم علمی کتاب ہے جو "مقام صحابہ" کے نام سے شائع ہو چکی ہے۔

(وفات کراچی سنہ ۱۳۹۹ھ (سنہ ۱۹۷۸ء))

مولوی محمد شفیع اعظم گڈھی

(ولادت سیدھا سلطان پور ضلع اعظم گڈھ سنہ ۱۸۶۶ء (سنہ ۱۲۸۳ھ))

تعلیم دانا پور پٹنہ میں حاصل کی، مولانا فیض اللہ مئوی سے تعلیم حاصل کر کے سند فراغت حاصل کی مدرسۃ الاصلاح سرائے میر کے بانی ہیں جو اپنے مخصوص نصاب، طرز تعلیم اور

ایک مخصوص نقطۂ نگاہ کی وجہ سے ایک مکتبۂ فکر بن گیا ہے، اس ادارہ کے تعلیم یافتہ افراد نے علمی میدان میں اہم کارنامے انجام دیئے ہیں، جماعت اسلامی کی نشو و نما میں اس ادارے کو بڑا دخل ہے، مودودی جماعت کے رجال کار یہیں سے دستیاب ہوئے، تفسیر قرآن کے سلسلہ میں اس کے امام حمید الدین فراہی ہیں، جن کے تفسیری نقطۂ نگاہ کے سلسلہ میں ایک بار بہت بڑا فتنہ اٹھ چکا تھا

وفات سیدھا اپریل ۱۹۴۵ء (۱۳۶۵ھ)

مولانا شکر اللہ مبارکپوری

مدرسہ احیاء العلوم مبارکپور کے بانی اور اس کو ترقی کے بلند معیار پر پہونچانے والے، علماء اعظم گڈھ میں وہ کئی حیثیتوں سے ممتاز تھے انھوں نے اپنی جد و جہد کا مرکز صرف اپنے قصبہ کو بنا کر ایک مضبوط مرکز بنا دیا ایک عظیم الشان جامع مسجد ایک وسیع و عریض عیدگاہ ایک بلند و بالا مدرسہ کی تعمیر کی جماعت کو منظم کر کے اس کو جوش عمل سے بھر دیا اور گمنام مبارک پور کو اتنی شہرت دیدی کہ وہ علماء دیوبند کی فرودگاہ بن گیا، خود جید عالم اور دار العلوم دیوبند کے فاضل تھے۔

وفات مبارک پور ۱۹۴۲ء (۱۳۶۱ھ) ثمودی مبارکپور

مولانا شمس الحق دیانوی عظیم آبادی

دیانہ ضلع عظیم آباد وطن تھا، ابتدائی تعلیم اپنے دیار میں حاصل کر کے مزید تعلیم کے لئے لکھنؤ گئے اور وہاں مولانا فضل اللہ لکھنوی سے پڑھتے رہے پھر وہاں سے مرادآباد چلے گئے اور وہاں مولانا محمد بشیر قنوجی سے تعلیم حاصل کی، اس کے بعد حدیث پڑھنے کے لیے دہلی گئے اور وہاں شاہ نذیر حسین دہلوی کے حلقہ درس میں شامل ہوگئے، ان سے صحاح ستہ کی کتابیں پڑھ لینے کے بعد کچھ عرصہ ان کی خدمت میں رہے اور ان کے مسلک پر پختہ ہو کر عظیم آباد واپس آئے، وعظ و تذکیر اور تقریروں کے ذریعہ اپنے مسلک کی ترویج و اشاعت میں معروف ہوگئے، ان دنوں شب و روز اپنے مسلک کی اشاعت کی دھن سوار تھی، آپ کی تصانیف میں بھی وہی جوش و خروش رہے جو ان کی زبان میں تھا،

ان کی تصانیف ہیں۔ "الکلام المبین فی الجہر والتامین"۔ "التحقیقات العلیٰ باثبات فرضیۃ الجمعۃ فی القریٰ"، "رد علی الضرائح المتخذۃ من الخشب والثیاب"۔ "النور اللامع فی اخبار صلوٰۃ الجمعۃ من النبی الشافع"، "تحفۃ المتہجدین الابرار فی اخبار صلوٰۃ الوتر"، "وقیام رمضان علی النبی المختار"، "تنقیح المسائل" شامل ہیں، انھوں نے ابوداؤد کی ایک مبسوط شرح "غایۃ المقصود" کے نام سے لکھنی شروع کی تھی، مگر وہ نا تمام رہ گئی، البتہ اس سے مختصر شرح "عون المعبود" کے نام سے طبع ہو کر عام ہو چکی ہے۔

وفات ربیع الاول ۱۳۲۹ھ (۱۹۱۱ء)

مولانا شوکت علی خادم کعبہ

ولادت رام پور ۱۸۷۳ء (۱۲۹۰ھ)

رام پور وطن تھا، مولانا محمد علی جوہر کے بڑے بھائی تھے، ان کی تعلیم خالص انگریزی تھی، علی گڈھ یونیورسٹی کی مالیات کے سلسلہ میں دورے کرتے تھے، تحریک خلافت کے زمانہ میں دونوں بھائی چمکے اور ہمہ گیر شہرت کے مالک ہوئے اور "علی برادران" کے نام سے مشہور ہوئے، دینی علوم سے کوئی تعلق نہیں تھا، لباس رہن سہن جدید تہذیب کے تقاضوں کے مطابق تھا لیکن ملت کے مسائل سے سابقہ پڑا تو انگریزی لباس کی جگہ علماء صلحاء کا لباس اختیار کر لیا اور ملک وملت کی خدمت میں بڑی جانفشانی سے کام لیا اور بڑی مقبولیت حاصل کی۔

وفات دہلی ۱۳۵۷ھ (۱۹۳۸ء) مدفن دہلی جامع مسجد کی سیڑھیوں کے پاس

آغا شورش کشمیری

ولادت لاہور ۱۴؍ اگست ۱۹۱۷ء

صحافی، شاعر، قائد، پرجوش خطیب، اخبار ہفت روزہ "چٹان" کے مدیر، پرجوش نیشنلسٹ اخبار نویس، زود گو اور مرصع نظموں کے شاعر، زور تحریر میں مولانا آزاد کے انداز تحریر کے دیوانے، نظریہ پاکستان کے مخالف مگر پاکستان ہی میں رہے، علماء دیوبند سے گہری عقیدت رکھتے تھے، ان کی کتابوں میں "پس دیوار زنداں" مشہور ہوئی مولانا آزاد

سے نثر کا شکوہ، مولانا ظفر علی خاں سے صحافتی شاعری اور شاہ عطاء اللہ بخاری سے زور خطابت کے خمیرے جو پتلا تیار ہوا اس کا نام تھا شورش کشمیری آغا عبد الکریم

وفات لاہور ۱۹۷۵ء (۱۳۹۵ھ)

مولانا شوکت علی سندیلوی

ولادت سندیلہ محرم ۱۲۳۴ھ (۱۸۱۸ء)

اپنے دور کے مشہور علماء میں تھے، اپاہج اور چلنے پھرنے سے معذور تھے، ایک بیماری میں ان کے دونوں پاؤں ہلکے ہو گئے تھے اور کھڑے نہیں ہو سکتے تھے، اس کے باوجود انھوں نے تعلیم حاصل کی، بہترین حافظ قرآن اور اچھے عالم ہوئے انھوں نے تعلیم کا زیادہ حصہ مولانا تراب علی لکھنوی سے حاصل کیا جن کو ان کی تعلیم کے لئے خاص طور پر لکھنؤ سے سندیلہ بلایا گیا تھا، فقہ، اصول فقہ، منطق وفلسفہ اور دوسرے علوم وفنون میں درجہ کمال حاصل ہو گیا اور ممتاز اہل علم میں شمار کئے جانے لگے، ان کا اپنا ایک بیش قیمت کتب خانہ تھا جس میں نادر کتابوں کو جمع کیا گیا تھا انھوں نے سندیلہ میں ایک عربی مدرسہ قائم کیا اور اس کو ترقی دی چونکہ خاندانی رئیس اور زمیندار تھے اس لئے مدرسہ کے اخراجات کے لئے بہت سی جائداد وقف کر دی اسی مدرسہ میں آپ تدریسی فرائض انجام دیتے رہے اسی دوران شرح جامی پر آپ نے حاشیہ لکھا اس کے علاوہ بھی کئی کتابوں کے مصنف ہیں۔ الاستقصار فی الاستفسار، علم الیقین فی مسائل الاربعین، ثمرات الانظار فی ما مضیٰ من الآثار، انوار الہدیٰ فی تحقیق الصلوٰۃ الوسطیٰ، کشف الستور عن وجہ السحور وغیرہ

وفات سندیلہ ۱۸ ربیع الاول ۱۳۲۰ھ ۱۹۰۲ء بعمر ۸۶ سال

شیخ اکرام (مشہور مصنف)

ولادت چک جھمرا ضلع فیصل آباد پاکستان ۱۰ ستمبر ۱۹۰۸ء (شعبان ۱۳۲۶ھ)

انگریزی تعلیم یافتہ، حکومت کے اعلیٰ عہدوں پر رہے، بہترین انشاء پرداز، اردو ادب کو کئی اچھی کتابیں تحفہ میں دیں جن میں "غالب نامہ" اور "شبلی نامہ" خاص طور پر قابل ذکر ہیں، سب سے بڑا کارنامہ ان کا یہ ہے کہ انھوں نے ہندو پاک بلکہ متحدہ ہندوستان

کی مذہبی اور دینی سرگرمیوں پر تحلیل و تجزیہ کی روشنی میں تین ایسی کتابیں لکھیں جو اپنے موضوع پر بے مثال ہیں، ان کو کوثر سیریز کہہ سکتے ہیں، کتابوں کے نام ہیں "رودِ کوثر"، "آبِ کوثر" اور "موجِ کوثر" تینوں کتابیں ایک غیر جانبدارانہ تجزیہ کی شاہکار ہیں اور قابلِ قدر ہیں۔

وفات لاہور، ۷ر جنوری ۱۹۷۳ء (۱۳۹۲ھ)

مولانا شیر علی حیدر آبادی

آپ کا خاندان ریواڑی پنجاب کا تھا، ترک وطن کر کے حیدر آباد میں سکونت اختیار کر لی تھی، تعلیم کے سلسلہ میں مختلف مدارس اور مختلف شہروں میں رہے، اجمیر، احمد آباد، سورت، راندیر، دہلی اور لکھنؤ میں رہے، لکھنؤ میں مولانا عبد الحئی فرنگی محلی سے تعلیم حاصل کی، آخر میں آپ مدرسہ حنفیہ جونپور میں آئے اور یہاں مولانا ہدایت اللہ رام پوری سے تکمیل کی۔

تعلیم سے فراغت کے بعد درس و تدریس کا مشغلہ اختیار کیا، تدریسی سلسلہ میں بھی مختلف مقامات پر رہے، گلاؤٹھی ضلع بلند شہر میں دو سال مدرس رہے دو سال کانپور پھر وہاں سے وانمباڑی مدراس چلے گئے اور وہاں بھی تقریباً دو سال تک تعلیم و تدریس میں مصروف رہے اور پھر مدراس سے حیدر آباد چلے گئے اور وہاں نواب وقار الامراء وزیر حکومت آصفیہ نے اپنے لڑکے سلطان الملک کا اتالیق مقرر کر دیا یہیں سکونت اختیار کر لی اور یہیں شادی کر کے یکسوئی کے ساتھ رہنے لگے، پندرہ برس تک حیدر آباد سے باہر نہیں گئے، جب علامہ شبلی نعمانی ندوۃ العلماء لکھنؤ کے معتمد بنائے گئے تو انھوں نے موصوف کو حیدر آباد سے دار العلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ میں بلا لیا اور وہ یہاں صدر المدرسین بنائے گئے مگر وہ یہاں صرف دو سال رہے اور پھر حیدر آباد لوٹ گئے اور وہاں دار العلوم میں استاد ہو گئے اور جب عثمانیہ یونیورسٹی قائم ہوئی تو اس کے شعبۂ دینیات کے صدر بنا دیئے گئے اسی عہدے سے ریٹائر ہوئے، علم و تجربہ وسیع تھا بعض علوم میں خصوصی مہارت تھی، درس و تدریس کا فن خوب جانتے تھے اور وہ ہمیشہ ایک کامیاب استاد رہے۔

وفات حیدر آباد ذی قعدہ ۱۳۵۴ھ (۱۹۳۶ء)

(ص)

مولانا محمد صادق کراچوی

ولادت محلہ کھڈہ کراچی ۱۸۷۴ء (۱۲۹۱ھ)

جلیل القدر اور ممتاز علماء میں شمار تھا، جمعیۃ علماء ہند کے بانیوں میں آپ کا نام بھی شامل ہے، آپ کے والد کا نام مولانا عبد اللہ ابن عبد الکریم تھا جو ایک با اثر اور خدا ترس بزرگ تھے انھوں نے محلہ کھڈہ کراچی میں ابتداءً درس و تدریس اور وعظ و تبلیغ کا سلسلہ شروع کیا اور ۱۸۸۵ء میں محلہ کھڈہ کراچی میں مظہر العلوم نام سے ایک مدرسہ قائم کیا، مولانا صادق کی ابتدائی تعلیم اسی مدرسہ میں ہوئی تھی، پھر آپ دار العلوم دیوبند آئے اور یہاں شیخ الہند مولانا محمود حسن دیوبندی مولانا خلیل احمد محدث سہارن پوری اور مولانا غلام رسول ہزاروی سے جملہ علوم و فنون اور دورۂ حدیث پڑھ کر ۱۸۹۶ء میں سند فضیلت حاصل کی، فراغت کے بعد آپ نے کراچی میں اپنے والد کے قائم کردہ مدرسہ کو جو عربی کی ابتدائی تعلیم کا مدرسہ تھا اس کو ترقی دے کر جامعہ مظہر العلوم بنا دیا اور دورۂ حدیث کی تعلیم شروع کر دی آپ اس مدرسہ کے مہتمم، صدر المدرسین اور شیخ الحدیث سب کچھ تھے، تدریسی مشغلہ کے ساتھ دعوت و تبلیغ کا سلسلہ بھی جاری رکھا تھا، آپ کے ہاتھوں پر سیکڑوں افراد مسلمان ہوئے، آپ نے زندگی بھر سرگرم سیاست میں حصہ لیا اور جب ۱۹۱۹ء میں جمعیۃ علماء ہند کی بنیاد ڈالی جا رہی تھی تو آپ اس بنیاد رکھنے والوں میں شامل تھے کراچی میں صوبائی جمعیۃ علماء قائم کی اور آپ اس کے ہمیشہ صدر رہے، آپ کے سیاسی کارناموں میں ایک اہم کارنامہ یہ بھی تھا کہ ایک بار بلوچستان میں انگریزی فوجوں کے خلاف بغاوت کرا دی جس کی وجہ سے انگریزی فوج کو بصرہ کے محاذ پر شکست ہوئی اور اس کے ۱۷ ہزار آدمی مارے گئے یہ پہلی جنگ عظیم کا واقعہ ہے اس بغاوت پھیلانے کے جرم میں آپ کو جیل

بھیج دیا گیا اور اس وقت رہائی ہوئی جب جنگ عظیم مکمل طور پر ختم ہو گئی۔
وفات کراچی ۱۰ر جون ۱۹۵۲ء (۱۳۷۲ھ)

مولانا صاحب علی

گھوسی ضلع اعظم گڈھ (اترپردیش) کے ایک جاگیردار گھرانے کے مورث اعلیٰ تھے، ایسٹ انڈیا کمپنی کے گورنر جنرل کے میر منشی تھے اور کلکتہ میں رہتے تھے، ان کی خدمات کے سلسلہ میں گھوسی کے اطراف میں ایک بڑا علاقہ بطور جاگیر دیدیا گیا تھا، دینی علوم سے واقف تھے اور مولانا سخاوت علی جونپوری کے شاگردوں میں تھے۔
وفات گھوسی ماہ جمادی الثانی ۱۲۸۱ھ (۱۸۶۴ء)

صباح الدین عبدالرحمٰن بہاری

ولادت دیسنہ (بہار) ۱۹۱۱ء

انگریزی تعلیم یافتہ تھے، سید سلیمان ندوی کے ہم وطن تھے اس لئے ان سے واقف تھے جب پڑھ کر فارغ ہوئے تو انھوں نے ان کو دار المصنفین اعظم گڈھ بلالیا، ان کو یہ کام دیا کہ انگریزی میں مغلیہ دور کی جو تاریخ ہے اس کو تحلیل و تجزیہ کے ساتھ اردو میں منتقل کریں چونکہ اردو اچھی نہیں تھی اس لئے سید صاحب ان کے مضامین کے نوک پلک درست کرنے پر پورا وقت صرف کرتے تھے، ان کی تصانیف میں غالب مدح و قدح کی روشنی میں، بزم تیموریہ، عہد مغلیہ کے تمدنی جلوے وغیرہ ہیں، رسالہ "معارف" کے مدیر اور دار المصنفین کے ناظم ہو گئے، لکھنؤ میں ایک حادثہ کا شکار ہو گئے تھے لاش اعظم گڈھ لائی گئی اور یہیں سپرد خاک کئے گئے۔

وفات لکھنؤ ربیع الاول ۱۴۰۸ھ نومبر ۱۹۸۷ء مدفن اعظم گڈھ

مولانا صبغۃ اللہ بختیاری

وطن رائے چوٹی ضلع کڈپہ (آندھرا پردیش)

جنوبی ہندوستان کے مشہور مرشد، فاضل دار العلوم دیوبند، مولانا حسین احمد مدنی کے شاگردوں میں تھے، تصوف و احسان ان کی زندگی کا مشن تھا، آخری عمر میں انھوں نے

رائےبریلی میں ایک اصلاحی ادارہ "معہد احسانی" کے نام سے قائم کیا تھا، لیکن ابھی اس کی تعمیر و ترقی کا آغاز تھا، کہ ان کا وقت آخر آگیا، انھوں نے اپنی ذاتی کتابیں دے کر وہاں ایک لائبریری قائم کرنے کی وصیت کر دی جہاں زمین خرید کر ادارہ کی بنیاد رکھی تھی، کئی سلسلوں میں بیعت تھے اور لوگوں کو بیعت بھی کرتے تھے، ان کی تصانیف کے بارے میں کوئی علم نہ ہو سکا۔

وفات مدراس مدفن رائے بریلی ضلع کڈپہ ۱۱ر مئی ۱۹۹۳ء

مولانا صبغۃ اللہ شہید لکھنوی

شعلہ بیان مقرر تھے، اردو کے اچھے شاعر اور بہتر انشاء پرداز، فرنگی محل لکھنؤ کے خانوادۂ علم و فضل کے فرد تھے، ان کو سیاست کے اسٹیج نے چمکایا، ان کی شہرت سیاسی پلیٹ فارموں سے ہوئی وہ مختلف دور میں مختلف سیاسی جماعتوں سے وابستہ رہے، جس تنظیم میں رہے پورے جوش و خروش سے رہے، انجمن خدام کعبہ خلافت کمیٹی، کانگریس خدام الحرمین، اور جمعیۃ علماء ہند کے راستوں سے سفر کرتے ہوئے مسلم لیگ کے پنڈال تک پہونچ گئے اور پھر آخر تک تحریک پاکستان کی پرزور حمایت کرتے رہے، تقسیم ملک کے بعد ان کے بال بچے ڈھاکہ چلے گئے اور وہیں ان کے اکلوتے صاحبزادے حبیب لکھنوی سکونت پذیر ہو گئے، اسی کی وجہ سے وہ سال کے سال لکھنؤ سے ڈھاکہ جایا کرتے تھے۔

مسلمانوں کے مشہور رہنماؤں میں علی برادران، مولانا عبد الباری فرنگی محلی، مولانا حسرت موہانی جیسی مشہور اور معتبر شخصیتوں کے ساتھ سیاسی، دینی، قومی و ملی سرگرمیوں میں کام کرنے کا موقعہ ملا وہ لکھنؤ سے ایک ہفتہ وار اخبار "خدام الحرمین" بھی نکالتے تھے۔

انھوں نے کئی عربی کتابوں کے اردو میں ترجمے بھی کئے ہیں لیکن ان کا ممتاز اور نمایاں وصف تقریر اور خطابت تھی، خاص طور پر سیرت نبوی کے موضوع پر بولتے تھے تو سننے والوں کو رلا کر اٹھتے، بہت باغ و بہار، بذلہ سنج اور ظریف آدمی تھے، شعر و شاعری سے بھی دلچسپی تھی، خود بھی شعر کہتے اور دوسرے شعراء کے اشعار پر والہانہ داد دیتے، معمول کے مطابق وہ ایک بار ڈھاکہ جا رہے تھے کہ کلکتہ میں انتقال ہو گیا۔

وفات کلکتہ ۲۶ر دسمبر ۱۹۶۲ء مدفن لکھنؤ (شعبان ۱۳۸۲ھ)

مفتی صدرالدین آزردہ

ولادت دہلی ۱۲۰۴ھ ۱۷۸۹ء

بہت ہی جید اور عظیم عالم تھے، ان کے اساتذہ میں شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی، شاہ رفیع الدین دہلوی، شاہ محمد اسحاق محدث دہلوی اور امام المعقول مولانا فضل امام خیرآبادی شامل ہیں، مغلیہ دور حکومت میں انتہائی معزز و محترم اور صدر الصدور کے عظیم منصب پر فائز تھے، علم و فضل میں بہت بلند مقام رکھتے تھے، اردو فارسی ادب کا ذوق بڑا پاکیزہ اور بلند تھا، دونوں زبانوں میں غزلیں کہتے تھے، شعر و شاعری کے بہترین نقاد بھی تھے، اس معزز عہدے پر رہتے ہوئے بھی تعلیم و تدریس کا سلسلہ جاری رکھا تھا، اس وقت کے بہت سے مشاہیر علماء کو آپ سے شرف تلمذ حاصل تھا، غدر ۱۸۵۷ء میں انگریزی حکومت کے شکنجہ عذاب میں گرفتار ہوئے، عہدے سے معزول کر دیئے گئے، تمام جائداد بحق سرکار ضبط کرلی گئی، بس پھانسی سے بچ گئے، بڑی عسرت کی زندگی گذار کر راہی ملک بقا ہوئے۔

وفات دہلی ربیع الاول ۱۲۸۵ھ جولائی ۱۸۶۸ء

نواب صدیق حسن خاں قنوجی بھوپالی

ولادت ۱۹ر جمادی الاول ۱۲۴۸ھ ۱۴ر اکتوبر ۱۸۳۲ء

ولادت بانس بریلی کی ہے، قنوج آبائی وطن تھا، تلاش معاش میں بھوپال گئے، ان کی علمی شہرت کی وجہ سے ملکہ بھوپال شاہجہاں بیگم نے ان سے شادی کرلی اس لئے وہ مستقل طور پر بھوپال میں رہنے لگے، بہت ہی جید الاستعداد اور وسیع المطالعہ عالم تھے، علم مستحضر تھا اس لئے بہت زود نویس تھے، بہت سی کتابوں کے مصنف ہیں، ان کے صاحبزادے علی حسن خان نے ان کی سوانح حیات "مآثر صدیقی" میں ان کی کتابوں کی فہرست دی ہے، ان کا بیان ہے کہ چھوٹی بڑی ۲۲۲ کتابوں کے مصنف ہیں میں نے ۱۰۹ کتابوں کی فہرست دیکھی ہے جو ایک مقالہ "اردو ادب میں بھوپال کا حصہ" میں شائع ہوئی ہے مقالہ نگار کو اسی مقالہ پر پی ایچ ڈی کی ڈگری ملی ہے متشدد اہل حدیث تھے۔

وفات ۲۹ر جمادی الثانی ۱۳۰۷ھ ۲۰ر فروری ۱۸۹۰ء

مولانا صدیق احمد کشمیری

مظاہر علوم سہارن پور میں ان کو امام النحو کہا جاتا تھا، کشمیر کے رہنے والے تھے، مظاہر علوم سہارن پور میں تعلیم حاصل کیا، فراغت کے بعد یہیں مدرس بنادیئے گئے تقریباً چالیس سال تک مسلسل شرح جامی آپ نے پڑھائی، نحو کے سارے مسائل ازبر اور نوک زبان تھے اسی لئے وہ اساتذہ اور طلبا رمظاہر علوم ان کو امام النحو کہا کرتے تھے، مجذوب صفت بزرگ تھے، ہر ایک ان کا احترام کرتا تھا، بہت ہی سادہ زندگی تھی، البذاذۃ من الایمان والی بات تھی۔

وفات سہارن پور ۹ رشوال ۱۳۸۹ھ ۲۹ دسمبر ۱۹۶۹ء

مولانا حکیم محمد صدیق قاسمی

آپ مراد آباد کے رہنے والے تھے، حجۃ الاسلام مولانا محمد قاسم نانوتوی بانی دارالعلوم کے شاگرد بھی ہیں اور مرید بھی، بیعت کے بعد آپ کو خلافت بھی مل گئی، ان کے زہد وتقویٰ اوراد و وظائف کی پابندیوں نے ان کے باطن کو آئینہ کر دیا تھا، حضرت نانوتوی جب اس دیار کے لوگوں کو بیعت کرتے تو انھیں کی خدمت میں تعلیم وتربیت کے لئے بھیجدیتے تھے آپ کو حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی اور حضرت حاجی امداد اللہ تھانوی مہاجر مکی سے بھی اجازت وخلافت حاصل تھی۔

آپ عالم بھی تھے اور صوفی درویش بھی، آپ حاذق طبیب اور ماہر نباض بھی تھے اور امراض باطنی کا بھی علاج کرتے تھے، شہر کے مشہور اور بلند پایہ طبیب ومعالج تھے اور مطب کرتے تھے، حضرت نانوتوی کی ذات سے آپ کو عشق تھا، شیخ الاسلام مولانا حسین احمد مدنی جب بھی مراد آباد آتے تو انھیں کے یہاں قیام کرتے اور ان کا بڑا اعزاز واکرام بھی کرتے تھے۔

ایک زمانہ میں ان کو جامعہ قاسمیہ شاہی مراد آباد کا مہتمم بنادیا گیا تھا لیکن ان کے اپنے مشاغل اور معروفیات اتنی زیادہ تھیں کہ وہ زیادہ دنوں تک کار اہتمام کو نہ سنبھال سکے اور اس سے دست کش ہو گئے، اوراد و وظائف سے حد درجہ اشتغال

کی وجہ سے آپ پر استغراق کیفیت طاری ہوگئی تھی لوگوں نے اس کو جنون سمجھا، علاج کرایا گیا اسی علاج کی وجہ سے ان کی بینائی جاتی رہی ۸۲ سال کی عمر میں انتقال کیا نماز جنازہ قاضی بھوپال قاضی محی الدین نے پڑھائی۔

وفات مرادآباد ۳ر شوال ۱۳۴۷ھ (مارچ ۱۹۲۹ء)

(ض)

مولانا ضمیر احمد جلال پوری

جید الاستعداد عالم، واعظ شیریں بیاں، جلسوں کو قہقہہ زار بنا دینے والے واعظ وخطیب تھے، ضلع اعظم گڈھ کے ایک چھوٹے سے گاؤں کے رہنے والے تھے لیکن تعلیم حاصل کرنے کے بعد دار العلوم دیوبند سے آئے تو جلال پور فیض آباد کے مدرسہ کرامتیہ میں پوری زندگی گذار دی، مدرسہ کرامتیہ کو ایک مکتب سے ایک مشہور اور بڑے ادارے کی منزل تک پہونچا دیا، دار العلوم دیوبند میں استاذ حدیث کی حیثیت سے بلائے گئے لیکن حالات نے ان کو اجازت نہیں دی، ادھر برسوں سے کچھ علیل رہنے لگے تھے۔ بغرض علاج دہلی گئے مگر پھر واپس نہ ہو سکے دہیں انتقال کیا۔

وفات دہلی ۱۴ر اپریل ۱۹۹۰ء (۱۴۱۰ھ) مدفن دیوبند

شیخ ضیاء النبی رائے بریلوی

ولادت رائے بریلی ۱۲۴۲ھ (۱۸۲۶ء)

دہلی اور مراد آباد میں تعلیم حاصل کی، سلوک وطریقت کی تعلیم خواجہ احمد نصیر آبادی سے حاصل کی، ان کی وفات کے بعد شیخ فیض اللہ اورنگ آبادی سے بیعت ہوئے ان کی خدمت میں عرصہ تک رہے پھر انھیں سے اجازت وخلافت آپ کو ملی، آپ سے بیعت ہونے والوں کی تعداد بھی خاصی ہے۔

وفات رائے بریلی ۱۵ر ذی قعدہ ۱۳۲۶ھ (۱۹۰۸ء)

مفتی ضیاء احمد گنگوہی

مظاہر علوم سہارن پور کے فضلاء میں ہیں، تکمیل کے بعد مظاہر علوم کے شعبۂ افتاء میں ان کی تقرری ہوئی، کچھ دنوں بعد ریاست حیدر آباد چلے گئے اور وہاں ایک مدرسہ میں

تدریسی فرائض انجام دینے لگے، حضرت مولانا اشرف علی تھانوی کے ارادتمندوں میں تھے اور بہ کثرت تھانہ بھون حاضری دیتے رہتے تھے، چھوٹی بڑی کئی کتابوں کے مصنف ہیں۔

وفات گنگوہ ۲۹ رشوال ۱۳۷۶ھ (۱۹۵۵ء)

ضیاء الرحمٰن انصاری

حکومت ہند میں ایک عرصہ تک کابینی درجہ کے وزیر رہے، انگریزی تعلیم یافتہ تھے، دیندار گھرانہ کے فرد تھے اس لئے وضع قطع مسلمانوں کی طرح تھا صوم وصلوٰۃ کے پابند تھے، نیک اور صالح اور دل میں اسلام کا درد رکھنے والے مسلمان تھے اقتدار کا نشہ ان پر کبھی حاوی نہیں ہوا نفقہ مطلقہ کے سلسلہ میں جب مسلمانوں کی طرف سے تحریک چلائی گئی اور قانون میں ترمیم کا مطالبہ کیا گیا تو پارلیمنٹ میں صرف انھیں کی پرزور آواز اس تحریک اور مطالبہ کی حمایت میں بلند ہوئی تھی دوسرے مسلمان وزراء اقتدار کے شکنجہ میں پھنسے ہوئے تھے، دہلی میں سکونت اختیار کرلی تھی زندگی کے آخر دور میں ایسا دلخراش حادثہ ان کے ساتھ ہوا کہ وہ زندگی سے بیزار ہوگئے اور جلد ہی سفر آخرت اختیار کرلیا۔

وفات دہلی، راکتوبر ۱۹۹۲ء (۱۴۱۳ھ)

مولانا ضیاء الحسن اعظمی

ولادت مئو ناتھ بھنجن ۲۰ رفروری ۱۹۳۲ء (شوال ۱۳۵۰ھ)

فاضل دارالعلوم دیوبند، علم حدیث سے خصوصی مناسبت اور علم وتحقیق سے دلچسپی تھی، تعلیم کا آغاز مقامی مدرسہ مفتاح العلوم سے کیا متوسطات تک پڑھ کر آپ دارالعلوم دیوبند چلے گئے وہاں مسلسل تین سال تعلیم حاصل کرکے جملہ علوم وفنون کے بعد دورۂ حدیث پڑھ کر سند فضیلت حاصل کی، ان کے اساتذہ میں شیخ الاسلام مولانا حسین احمد مدنی اور علامہ ابراہیم کے نام خاص طور پر قابل ذکر ہیں، فراغت کے بعد دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ آئے وہاں عربی ادب میں تخصص کیا، پھر علم حدیث میں تبحر حاصل کرنے کے ارادہ سے محدث عصر حضرت مولانا حبیب الرحمٰن الاعظمی کی خدمت میں عرصہ تک رہے، اور مصنف عبدالرزاق کی تحقیق وتخریج احادیث میں معاون رہے اور مولانا اعظمی کے حکم پر بیروت میں ایک عرصہ تک

رہ کر مصنف عبدالرزاق کی طباعت کی نگرانی اور پروف ریڈنگ کرتے رہے، بیروت سے واپسی کے بعد مالیگاؤں کے مدرسہ معہد ملت میں استاد بنائے گئے، کچھ دنوں جامعہ مظہر العلوم بنارس میں بھی فرائض تدریس انجام دیئے، یہیں سے آپ کو دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ میں شیخ الحدیث کے منصب پر بلالیا گیا، آپ کے علمی کاموں میں یہ بھی ہے کہ صحیح بخاری کے ایک قدیم راوی کا مراکشی نسخہ دریافت ہوا تو اس کی فوٹو اسٹیٹ کاپی ڈاکٹر مصطفےٰ اعظمی کے ذریعہ آپ کے پاس آئی آپ نے اس کی تصحیح کی، اسی طرح مولانا عبدالحی فرنگی محلی کی کتاب ظفر الامانی کی تحقیق و تشریح کی۔

نہایت نیک مرنجان و مرنج خوش اخلاق اور خوش مزاج بزرگ تھے۔

وفات لکھنؤ ۲۳ رجمادی الثانی ۱۴۰۹ھ ۲ رجنوری ۱۹۸۹ء

مولانا ضیاء الحسن علوی

کاکوری ضلع لکھنؤ آپ کا وطن تھا، دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ کے فاضل تھے جدید و قدیم تعلیم کے جامع تھے، مدارس عربیہ اترپردیش کے انسپکٹر اور مشرقی امتحانوں کے رجسٹرار تھے، ندوۃ العلماء کی تنظیم کے تحت جب لکھنؤ میں دارالعلوم قائم کیا گیا تو اس کے سب سے پہلے یہ طالب علم تھے، ان کے اساتذہ میں مولانا محمد فاروق چریاکوٹی مولانا حفیظ اللہ بندوی، مولانا عبدالشکور فاروقی لکھنوی شامل ہیں اور آخر آخر میں آپ نے علامہ شبلی کے سامنے زانوئے تلمذ تہ کیا اور ان کے خصوصی شاگردوں میں شامل ہوئے، ۱۹۰۶ء کے جلسہ دستار بندی میں مولانا سید سلیمان ندوی کے ساتھ ان کی بھی دستار بندی ہوئی، اردو ادب کا ذوق خاندانی تھا، طالب علمی ہی کے زمانے سے آپ کے مضامین اور مقالے معتبر رسالوں میں شائع ہونے لگے تھے ــــــــــ عربی تعلیم سے فراغت کے بعد آپ نے انگریزی تعلیم شروع کی اور علی گڑھ سے ایم اے کیا اور ۱۹۱۰ء میں حکومت اترپردیش کے محکمہ تعلیم کی طرف سے آپ انسپکٹر مدارس عربیہ بنائے گئے اور آخر تک اسی عہدے پر رہے اور اسی عہدے سے رٹائر ہوئے، ان کا خاندان حضرت شاہ مولانا فضل الرحمٰن گنج مرادآبادی سے بیعت تھا مگر یہ شاہ ابو احمد مجددی بھوپالی سے بیعت ہوئے جو شاہ عبدالغنی مجددی مہاجر مکی کے

خلیفہ تھے، ان کی کوئی مستقل تصنیف نہیں، البتہ "یادِ ایام" کے عنوان سے ان کی ایک آپ بیتی ہے جو رسالہ "الندوہ" کے آٹھ نمبروں میں شائع ہوئی۔

وفات ۱۳ رجون ۱۹۳۵ء رجب ۱۳۶۳ھ

مولانا ضیاء القادری

ولادت بدایوں، ۲ ررجب ۱۳۰۰ھ (۱۳ رجون ۱۸۸۳ء)

رضا خانی جماعت کے مشہور شاعر، رسالہ "آستانہ" دہلی کے مخصوص لکھنے والوں میں شامل تھے، بلکہ تقسیم ملک کے بعد یہ کراچی چلے گئے تو آستانہ کے کمیشن ایجنٹ بن گئے ان کی آمدنی کا یہ بھی ایک ذریعہ تھا، جب تک ہندوستان میں رہے مختلف شہروں میں ہونے والے میلاد کے جلسوں میں شرکت کرتے رہے، اسٹیج پر تقریریں بھی کرتے اور اپنی نعتیں بھی سناتے۔ "ردِ وہابیت" ان کا دلچسپ ترین موضوع تھا، وہ سرکاری ملازم تھے تحصیل گنور ضلع بدایوں میں سب رجسٹرار قانون گو تھے، کہا جاتا ہے کہ وہ شاعری میں اسیر بدایونی کے شاگرد تھے تقسیم ملک کے بعد وہ پاکستان چلے گئے جہاں انھوں نے بڑی خوشحالی کی زندگی گذاری، ان کے لڑکے پاکستان میں سکشن افسر تھے، ان کے داماد اور بیٹی بھی کراچی پہنچ گئے ماہنامہ "آستانہ" دہلی جو رضا خانی جماعت کا ترجمان اور اس وقت کا ایک مشہور اور کثیر الاشاعت رسالہ تھا اس کے لئے مسلسل نظمیں لکھ کر بھیجتے رہتے تھے، ایک بار بغداد شاہ عبدالقادر جیلانی کے مزار کی زیارت کے لئے گئے تھے تو پوری روداد سفر انھوں نے نظم میں لکھ دی، ان کی قلمی یادگار میں ایک کتاب بدایوں کی تاریخ "اکمل التاریخ" کے نام سے دو جلدوں میں ہے، ان کے شاگردوں میں خصوصیت کے ساتھ شکیل بدایونی کا نام لیا جاتا ہے، جنھوں نے اپنی پوری شاعری فلموں کی بھینٹ چڑھادی، انتقال سے دس بارہ سال قبل ہی سے ہاتھوں میں رعشہ پیدا ہوگیا تھا اور زبان بھی لڑکھڑانے لگی تھی، بات صاف نہیں کر پاتے تھے، ۹۰ سال کی طویل عمر میں راہی ملک بقا ہوئے۔

وفات کراچی ۱۲ رجمادی الثانی ۱۳۹۰ھ ۱۵ راگست ۱۹۷۰ء

(ط)

شیخ طاہر پٹنی

ولادت ۹۱۴ھ (۱۵۰۹ء)

ہندوستان میں حدیث اور علوم حدیث کے مستند اور متبحر عالم تھے، ان کی کتاب "مجمع البحار" اہل علم کے نزدیک سند کی حیثیت رکھتی ہے، جس میں مفردات حدیث کی توضیح و تشریح کی گئی ہے، گجرات کا علاقہ پاک پٹن آپ کا وطن تھا۔

وفات ۹۸۶ھ (۱۵۷۸ء)

مولانا طاہر معروفی

ولادت پورہ معروف ضلع اعظم گڈھ ۱۲۲۴ھ (۱۸۰۹ء)

مشہور شیخ طریقت اور مصلح و مرشد مولانا کرامت علی جونپوری سے بیعت تھے اور ان کے خلیفہ تھے، علوم اسلامیہ سے پوری واقفیت تھی، فن طب سے بھی تعلق تھا، علاج معالجہ بھی کرتے تھے، ان کی جسمانی قوت کے حیرتناک واقعات مشہور عوام ہیں۔

وفات پورہ معروف ۱۲۹۱ھ (۱۸۷۴ء)

طفیل احمد منگلوری

ولادت منگلور ضلع رڑکی ۱۴ر دسمبر ۱۸۶۸ء

آزادی سے قبل انھوں نے علی گڈھ یونیورسٹی کے پس منظر میں مسلمانوں کی تاریخ ماضی کے بجائے مستقبل کی لکھی تھی، کتاب کا نام "مسلمانوں کا روشن مستقبل" ہے کتاب ضخیم ہے، وہ اتنی مقبول ہوئی کہ یہی ایک کتاب علمی حلقوں میں ان کے تعارف کا بہترین ذریعہ بن گئی۔

وفات ۳ر مارچ ۱۹۴۶ء (۱۳۶۵ھ)

مولانا سید طلحہ ٹونکی

ولادت ٹونک ۱۳۰۹ھ (۱۸۹۱ء)

دار العلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ میں مولانا فاروق چریا کوٹی اور دوسرے اساتذہ سے تعلیم حاصل کرکے ٹونک لوٹ گئے اور وہاں جاکر بقیہ تعلیم مولانا حیدر حسن ٹونکی اور مولانا سیف الرحمٰن سے مدرسہ ناصریہ ٹونک میں پوری کی، دہلی جاکر طب پڑھی، ۱۳۳۵ھ (۱۹۱۶ء) میں وہ پنجاب یونیورسٹی لاہور میں لکچرر ہوگئے اور ۲۵ سال اسی شعبہ میں رہے تدریسی ذمہ داریوں کے ساتھ تحصیل علم کا سلسلہ بھی برابر جاری رکھا اور انگریزی کے امتحانات دیئے اور کامیاب ہوئے، اس طرح انھوں نے خالص علمی زندگی گذاری ۱۳۶۱ھ (۱۹۴۲ء) میں وہ سبکدوش ہوئے، مطالعہ کتب کا بے پناہ شوق تھا شب و روز اسی میں مصروف رہتے تاریخ و تراجم سے خصوصی دلچسپی تھی، علم نجوم سے بھی واقف تھے، عربی فارسی اور اردو کے بیشمار اشعار نوک زبان تھے ۱۳۶۶ھ (۱۹۴۷ء) میں آزادی کے بعد پاکستان چلے گئے اور کراچی میں مقیم ہوئے، وہاں سے ۱۳۷۵ھ (۱۹۵۵ء) میں اسلامی ممالک کی سیاحت کے لئے نکلے، مصر، شام اور قسطنطنیہ کی سیر کی اور وہاں کی مشہور لائبریریوں میں جاکر استفادہ کیا۔

تصنیف و تالیف کا ذوق اچھا تھا، ان کی ایک کتاب عہد رسالت اور عہد صحابہ کے تمدنی و تہذیبی حالات پر ایک قابل قدر اور اہم کتاب ہے جس میں عربوں کے عادات و خصائل، معاشرتی، سماجی زندگی ان کے زمانے کے علوم و فنون اور کچھ ایسی معلومات فراہم کی ہیں کہ آسانی سے کہیں دستیاب نہیں ہوسکتیں، ان کی دوسری کتاب "سیرت ام سلمہؓ" ہے، ان کے علمی مقالات کی تعداد بھی خاصی ہے، سب اسلامی موضوعات پر ہیں۔

وفات ۲۳ رجب ۱۳۹۰ھ ۲۵ ستمبر ۱۹۷۰ء اسپتال کراچی (پاکستان)

مولانا محمد طیب مکی

ولادت مکہ مکرمہ

ندوۃ العلماء لکھنؤ میں استاد رہے، پیدائش مکہ میں ہوئی، بچپن بھی وہیں گذرا

نوجوانی میں ہندوستان آئے، مولانا عبدالحق خیرآبادی اور مولانا ارشاد حسین رام پوری سے رام پور میں تعلیم حاصل کی، تعلیم سے فراغت کے بعد مدرسہ عالیہ رام پور میں استاد ہوگئے، حیدرآباد میں کچھ دنوں تدریسی خدمات انجام دی تھیں پھر دارالعلوم ندوۃ العلماء آئے، وفات رام پور میں ہوئی۔

(وفات رام پور ۲ر ذی قعدہ ۱۳۳۴ھ م ۱۹۱۶ء)

مولانا قاری محمد طیب صاحب مہتمم دارالعلوم دیوبند

ولادت دیوبند ۱۳۱۵ھ (م ۱۸۹۷ء)

بانی دارالعلوم دیوبند حجۃ الاسلام مولانا محمد قاسم نانوتوی کے پوتے ہیں، جید اور سربرآوردہ علماء میں شمار تھا، تقریباً ۶۰ سال دارالعلوم دیوبند کے مہتمم رہے، مولانا حبیب الرحمٰن عثمانی مہتمم دارالعلوم دیوبند کے انتقال کے بعد نوجوانی کی عمر ہی میں آپ کو اہتمام کی ذمہ داری سپرد کردی گئی، آپ کے دور اہتمام میں دارالعلوم نے بے پناہ ترقی کی، اکثر عمارتیں آپ کے دور اہتمام کی یادگار ہیں، آپ کے والد حافظ احمد صاحب جو ریاست حیدرآباد میں مفتی اعظم کے عہدے پر فائز تھے اور دارالعلوم دیوبند کے صدر مہتمم بھی تھے، حضرت قاری صاحب کے دور اہتمام میں دارالعلوم دیوبند میں اس کے سو سال کامیابی سے گذارنے پر ایک عظیم الشان جشن کا اہتمام کیا گیا جس میں بیسوں لاکھ مسلمانوں نے بڑے جوش وخروش سے حصہ لیا، اور دنیائے اسلام کی ممتاز شخصیتوں کے علاوہ ہندوستان کی وزیراعظم نے شرکت کی۔

اسی گولڈن جوبلی کے بعد بعض ناخوشگوار حالات کی وجہ سے آپ نے دارالعلوم دیوبند سے قطع تعلق کرلیا تھا، حالات بگڑتے چلے گئے اور دارالعلوم کی صد سالہ تاریخ داغدار ہوتی جارہی تھی، ایسا محسوس ہوتا تھا کہ اس کی باوقار زندگی کے دن پورے ہوگئے مگر قدرت کو ابھی اس سے کام لینا تھا، بتدریج حالات پر قابو ملا اور پُرسکون ماحول میں تعلیم وتدریس کا سلسلہ جاری ہوسکا، آپ بہترین واعظ وخطیب تھے، علم کلام سے خصوصی شغف تھا، آپ کی تقریر وتحریر دونوں میں اس کی جھلک رہتی تھی، چھوٹی بڑی کئی کتابوں کے

مصنف ہیں، آپ قادر الکلام شاعر بھی تھے، آپ کے خطبات شائع ہو چکے ہیں۔
وفات دیوبند ۱۱؍ جولائی ۱۹۸۳ء (۱۴۰۳ھ)

pdfbooksfree.pk / ...istan.com

ظ

مولانا ظفر احمد عثمانی تھانوی

حکیم الامۃ مولانا اشرف علی تھانوی کے عزیز بھی تھے اور آپ کے خلیفہ بھی، عرصہ دراز تک ڈھاکہ یونیورسٹی میں استاد رہے، تحریک پاکستان میں پرجوش حصہ لیا تھا اور پورے ملک کا دورہ کیا تھا، تقسیم ملک کے بعد آپ مغربی پاکستان چلے گئے اور پھر ساری زندگی وہیں گذار کر راہی ملک بقا ہوئے۔

آپ کا بے مثال اور عظیم الشان کارنامہ ان کی کتاب "اعلاء السنن" ہے۔ جو ۲۱ جلدوں میں پاکستان سے شائع ہوئی ہے اس میں احناف کی تمام مستدل روایتوں کو جمع کیا گیا ہے اور روایتوں کے مقام و مرتبہ، سند اور راویوں پر مکمل بحث کی گئی ہے یہ اپنی نوعیت کا اسلامی تاریخ میں پہلا اور شاندار کارنامہ ہے، اس کتاب کا مقدمہ بذاتِ خود ایک مکمل کتاب ہے جس کو علیحدہ سے "معرفۃ علوم الحدیث" کے نام سے مشہور محقق عالم شیخ عبدالفتاح ابوغدہ نے شائع کیا ہے اور تعلیق و تحشیہ سے اس کی افادیت میں کئی گنا اضافہ کر دیا ہے اس کے علاوہ بھی کئی کتابوں کے مصنف ہیں۔

وفات پاکستان ۸ ر دسمبر ۱۹۷۴ء (۱۳۹۴ھ)

مولانا ظفر الملک علوی

ولادت کاکوری ضلع لکھنؤ ۱۸۸۲ء (۱۳۰۰ھ)

پورا نام اسحاق علی ظفر الملک علوی ہے اپنے دور کے معتبر صحافی تھے، ان کا اپنا ایک رسالہ "الناظر" تھا، بیسوں سال پابندی سے نکلتا رہا اور مشاہیر کے مضامین شائع کئے جاتے تھے، اس کا علمی معیار یکساں رہا۔ اکابر جمعیۃ علماء ہند سے بہت قریب تھے۔

وفات سلطان پور فروری ۱۹۳۶ء (۱۳۵۴ھ)

مولانا ظفر علی خاں

ولادت کوٹ مہرتھ ضلع سیالکوٹ ۱۸۷۳ء (۱۲۹۰ھ)

ہندوستان کے مشہور اخبار "زمیندار" کے مالک اور ایڈیٹر تھے، عالم، فاضل، پرجوش خطیب، سیاسیات ہند میں سرگرم حصہ لینے والے، صحافتی شاعری کا انھوں نے آغاز کیا اور انھیں پر یہ شاعری ختم بھی ہوگئی، بہت رواں دواں نظمیں کہتے، لوگ پڑھتے اور جھومتے، ان کے اخبار نے طویل عمر پائی اگرچہ کئی بار حکومت کے شکنجہ میں آیا مگر جان سلامت بچالے گیا اپنے دور کا سب سے مقبول اور سب سے زیادہ اردو داں طبقہ میں پڑھا جانیوالا اخبار تھا۔

وفات کرم آباد ضلع گوجرانوالہ ۲۷ر نومبر ۱۹۵۶ء (۱۳۷۶ھ)

ظفر احمد وکیل

وطن راما بھاری ضلع سیتاپور

دینی تعلیمی کونسل اترپردیش کے لکھنؤ دفتر میں سکریٹری تھے، اپنی ساری زندگی اسی کونسل کے مقاصد کو بروئے کار لانے میں وقف کردی، علی گڈھ مسلم یونیورسٹی کے تعلیم یافتہ تھے وہیں سے ایل، ایل، بی کیا تھا، سیتاپور میں وکالت کرتے تھے ۱۹۵۹ء میں قاضی عدیل عباسی بستوی نے جو تعلیمی کنونشن منعقد کیا تھا وہ اس سے متاثر ہوئے اور جب صوبے کے پیمانے پر دینی تعلیمی کونسل بنی تو آپ کو اس کا سکریٹری بنادیا گیا، بہت ہی مخلص، دیانتدار اور جفاکش تھے۔

وفات راما بھاری ضلع سیتاپور ۳ر اکتوبر ۱۹۸۰ء (ذی الحجہ ۱۴۰۰ھ)

مولانا ظہور الاسلام فتحپوری

وطن دلمئو ضلع رائے بریلی

استاذ الاساتذہ مولانا لطف اللہ علی گڈھی سے تعلیم حاصل کرکے لکھنؤ مولانا عبدالحی فرنگی محلی کی خدمت میں حاضر ہوئے اور مختلف علوم و فنون کی کتابیں ان سے پڑھیں اور حدیث قاری عبدالرحمٰن محدث پانی پتی سے پڑھی تھی، تعلیم سے فراغت کے بعد اس دور کے

مشہور ترین بزرگ مولانا شاہ فضل الرحمٰن گنج مرادآبادی سے بیعت ہوگئے اور پھر خلیفہ مجاز ہوئے، اپنے وطن فتح پور میں ایک عربی مدرسہ قائم کیا اور اس میں درس دیتے رہے وعظ و تذکیر اور دعوت و تبلیغ میں تاثیر تھی، متعدد غیر مسلموں نے ان کے زہد و تقویٰ کو دیکھ کر اور ان سے گفتگو کر کے بت پرستی سے توبہ کرلی، دو بار سفر حج میں گئے، وہ تحریک علی گڈھ کا زمانہ تھا وہ دینی و دنیاوی دونوں طرح کی تعلیم کی حمایت کرتے تھے، ندوۃ العلماء کی تنظیم اسی دور میں قائم ہوئی تھی، آپ اس کے ارکان میں شامل تھے اور پورا تعاون دیتے تھے۔

وفات فتح پور جمادی الآخر سنہ ۱۳۲۹ھ (سنہ ۱۹۱۱ء)

مولانا ظہور محمد خاں سہارن پوری

ولادت سہارن پور سنہ ۱۲۹۰ھ (سنہ ۱۸۷۳ء)

تعلیم مظاہر علوم سہارن پور میں حاصل کی، فراغت کے بعد ایک مدرسہ میں مدرس ہوگئے، کچھ ہی دنوں بعد رڑکی کے مدرسہ رحمانیہ میں چلے گئے اور پھر تا زندگی اسی مدرسہ سے متعلق رہے، تحریک شیخ الہند کے موقعہ پر پولیس آپ کو گرفتار کر کے الٰہ آباد لے گئی تھی اور ہر ممکن کوشش کی کہ ان سے اپنے مقصد کی کوئی بات معلوم کرلے، مگر ناکام رہی، وہ گونگے بن گئے۔ مجبور ہو کر رہا کر دیا۔

وفات تقریباً سنہ ۱۹۲۴ء (سنہ ۱۳۴۳ھ)

مولانا ظہور الحسن کسولوی

ولادت کسولی، ر شعبان سنہ ۱۳۳۲ھ نومبر سنہ ۱۹۱۴ء

مظاہر علوم سہارن پور کے فاضل تھے، فراغت کے بعد مدرسہ کے دارالافتاء میں ان کی تقرری ہوگئی، کچھ دنوں بعد خانقاہ امدادیہ تھانہ بھون چلے گئے، مولانا وصی اللہ فتح پوری سے بیعت تھے اور ان کے خلیفہ تھے، خانقاہ امدادیہ کی انتظامی ذمہ داری ان کے سر تھی، یہیں انتقال کیا، کہا جاتا ہے کہ مشہور کتاب "ارواح ثلاثہ" کے مرتب یہی ہیں۔

وفات تھانہ بھون ۱۹ر شعبان سنہ ۱۳۹۸ھ ۲۵ر جولائی سنہ ۱۹۷۸ء

مولانا ظہیر حسن شوق نیموی

حدیث وفقہ کے متبحر اور ممتاز ترین علماء میں شمار تھا، وہ موضع نیمی ضلع عظیم آباد (بہار) میں پیدا ہوئے، مولانا عبدالحیٔ فرنگی محلی لکھنوی کے شاگردوں میں ہیں، حضرت مولانا شاہ فضل الرحمن گنج مراد آبادی سے بیعت تھے، نوجوانی میں شعروشاعری سے دلچسپی تھی، غزلیں کہتے تھے، شوق تخلص تھا لیکن ان کے ایک خواب نے ان کی کایا پلٹ دی اور وہ علم حدیث کی طرف دل وجان سے مڑ گئے، چونکہ صلاحیت واستعداد خداداد تھی اس لئے بڑے عزم وثبات کے ساتھ علم حدیث کی خدمت انجام دی، ان کی زندگی کا سب سے بڑا کارنامہ ان کی تصنیف "آثار السنن" ہے جو احادیث کا مجموعہ ہے اس پر انھوں نے تعلیقات لکھیں، یہ تعلیقات اتنی پھیلیں کہ وہ مستقل ایک کتاب بن گئی تو اس کا نام "التعلیق الحسن علی آثار السنن" رکھا، پھر ان تعلیقات میں کچھ تشنگی محسوس ہوئی تو ان تعلیقات پر پھر تعلیقات لکھیں، اس کو علیحدہ طبع کرایا اور اس کا نام "تعلیق التعلیق" رکھا، یہ کتاب فقہی ابواب کی ترتیب پر ہے۔

اس کے علاوہ ان کی تصنیفات میں "اوشحۃ الجید فی تحقیق الاجتہاد والتقلید" اور "الحبل المتین" شامل ہیں۔

وفات نیمی ضلع عظیم آباد (بہار) ۱۳۲۵ھ (۱۹۰۷ء)

(ع)

حاجی سید محمد عابد حسین

ولادت دیوبند ۱۲۵۰ھ (۱۸۳۴ء)

یکے از بانیان دارالعلوم دیوبند

وفات دیوبند ۱۳۳۱ھ (۱۹۱۲ء)

ڈاکٹر عابد حسین

جامعہ ملیہ دہلی کی روح رواں، ڈاکٹر ذاکر حسین کے دست و بازو، گاندھی جی کی کتاب کو "تلاش حق" اور پنڈت جواہر لال نہرو کی کتاب کو "میری کہانی" کے نام سے اردو میں منتقل کرنے والے ہیں، قنوج کے قریب وائی پور گاؤں کے رہنے والے تھے، اردو فارسی کی تعلیم کے بعد انگریزی تعلیم کی طرف متوجہ ہوئے، میور سنٹرل کالج الٰہ آباد اور مسلم یونیورسٹی علی گڈھ میں تعلیم حاصل کرنے کے بعد جرمنی گئے وہاں مشہور عالم فلسفہ کے استاد ایڈورڈ اسپرنگر سے وابستہ ہوگئے اور ان کی نگرانی میں پی، ایچ، ڈی کی ڈگری حاصل کی، اسی زمانہ میں ڈاکٹر ذاکر حسین اور ڈاکٹر مجیب بھی برلن پہونچے، یہی تینوں افراد بعد میں چل کر دم توڑتی ہوئی جامعہ ملیہ دہلی کے مسیحا بنے، آج جامعہ ملیہ جو اتنی بلندی پر نظر آتی ہے وہ انھیں تینوں کی مشترکہ جدوجہد، خلوص اور لگن اور شب و روز کی محنت کا ثمرہ ہے۔

ڈاکٹر عبدالحق کے ساتھ اورنگ آباد میں رہ کر اردو، انگریزی ڈکشنری کی ترتیب میں شریک رہے، عابد صاحب جامعہ ملیہ میں اردو پڑھاتے تھے اور رسالہ "جامعہ" کے مدیر بھی تھے۔ جب ڈاکٹر ذاکر حسین علی گڈھ مسلم یونیورسٹی کے وائس چانسلر بنا کر علی گڈھ بھیجدیے گئے تو ایک بار جامعہ ملیہ کا حال پھر ابتر ہوگیا، تب ڈاکٹر مجیب نے شیخ الجامعہ کا عہدہ سنبھالا اور عابد حسین اعلیٰ تعلیم کے ذمہ دار ہوئے ان دونوں نے مل کر جامعہ کی گرتی ہوئی ساکھ کو بحال کیا

اور سنبھالا، عابد حسین فطری طور پر مذہب کا دل میں درد رکھتے تھے اور اسلام کی سرخروئی کے لئے ان کے دل میں تڑپ تھی، یہی وجہ تھی کہ عصر حاضر کے چیلنج کے جواب میں انھوں نے ایک رسالہ اردو میں "اسلام اور عصر جدید" کے نام سے جاری کیا اور انگریزی میں ایک سہ ماہی رسالہ "اسلام اینڈ دی ماڈرن ایج" کی بنیاد ڈالی۔

وفات دہلی ۱۳ر دسمبر ۱۹۷۸ء محرم ۱۳۹۹ھ

مولانا عاشق الٰہی میرٹھی

اپنے دور کے مشہور اور جید عالم تھے، آپ نے قرآن کا ترجمہ اُردو میں کیا ہے جو بامحاورہ ہے جب کہ اس سے پہلے تحت اللفظ ترجمہ ہوتا تھا، حضرت شیخ الہند اور مولانا اشرف علی تھانوی کے ہم عصر ہیں مگر آپ کا اُردو ترجمہ قرآن ان دونوں حضرات کے ترجمہ سے پہلے لکھا گیا آپ کی تصانیف میں دو کتابیں خاص طور پر قابل ذکر ہیں ایک "تذکرۃ الرشید" جس میں دور آخر کے محدث جلیل مولانا رشید احمد گنگوہی کی مکمل سوانح حیات ہے اور دوسری کتاب "تذکرۃ الخلیل" جس میں مولانا خلیل احمد محدث سہارن پوری اور بذل المجہود کے مصنف کی سوانح ہے، انھیں دونوں کتابوں نے ان عظیم ترین شخصیتوں کی خدمات سے ہم کو روشناس کرایا ان کے علاوہ بھی آپ کی کتابیں ہیں۔

وفات ۱۳۶۲ھ (۱۹۴۳ء)

مولانا عامر عثمانی

دیوبند کے عثمانی خاندان کے ذہین وفطین عالم، فاضل دیوبند، بہترین انشار پرداز اور خوش فکر شاعر، دیوبند سے ماہنامہ "تجلی" نکالتے تھے وہی اس کے مالک بھی تھے اور مدیر بھی، جماعت اسلامی کے پرجوش حامی تھے، بعض علمار دیوبند پر ان کی تنقید بڑی جارحانہ ہوتی تھی، رد بدعت میں ان کا قلم خارا شگاف اور تیز نشتر کا کام کرتا تھا، فقہ کے بعض مسائل میں وہ منفرد تھے، "تجلی" کے خاص نمبروں کی ان کے مخصوص طرز تحریر کی وجہ سے بڑی مقبولیت حاصل تھی، ایک مشاعرہ میں گئے وہیں انتقال ہوگیا۔

وفات ۱۳ر اپریل ۱۹۷۵ء ۱۳۹۵ھ مدفن دیوبند

مولانا عبدالاول جونپوری

مشہور مصلح وشیخ طریقت مولانا کرامت علی جونپوری کے لڑکے تھے اور مولانا عبدالحیٔ فرنگی محلی لکھنوی کے شاگردوں میں تھے، مشہور مناظر مولانا رحمت اللہ کیرانوی مہاجر مکی سے بھی حدیث کی سند حاصل تھی، عربی ادب کے ماہر اور عربی کے اچھے شاعر اور خوش بیان واعظ تھے، ان کی بعض تصانیف بھی ہیں۔

وفات کلکتہ شوال ۱۳۳۹ھ (۱۹۲۰ء) مدفن کلکتہ

مولانا عبدالاحد دیوبند

ولادت ۱۳۲۹ھ (۱۹۱۱ء)

دارالعلوم دیوبند میں حدیث وفقہ کے استاذ تھے۔

وفات ۱۳۹۹ھ (۱۹۷۸ء)

مولانا عبدالباری فرنگی محلی لکھنوی

ولادت فرنگی محل لکھنؤ ۱۸۷۸ء (۱۲۹۵ھ)

علماء فرنگی محل کے کاروان علم کے ممتاز فرد، علم وفضل، زہد وتقویٰ کے ساتھ تحریک آزادی ہند کے ممتاز رہنما، ملکی سیاسیات کے مزاج داں اور نبض شناس، تحریک آزادی وطن کو مذہبی جہاد کا رنگ دیدینا آپ کا کارنامہ ہے، مولانا عبدالحیٔ فرنگی محلی اور مولانا عین القضاۃ کے خصوصی شاگرد تھے، حجاز جاکر وہاں کے محدثین سے سند حدیث حاصل کی، مجلس خلافت اور جمعیۃ علماء ہند کی تاسیس میں نمایاں حصہ لیا اور ان کی رہنمائی کرتے رہے، انکی تصنیف کردہ چھوٹی بڑی کتابوں کی تعداد سیکڑوں میں ہے، اردو میں ایک تفسیر بھی لکھ رہے تھے مگر ناتمام رہ گئی اور ان کا سفر زندگی تمام ہوگیا۔

وفات لکھنؤ جمادی الثانی ۱۳۴۴ھ ۱۹ر جنوری ۱۹۲۶ء

مولانا عبدالباری قاسمی

ولادت قصبہ مبارک پور ضلع اعظم گڈھ

ضلع اعظم گڈھ میں ۱۹۴۵ء اور ۱۹۴۶ء کے الکشن میں سیاسی سطح پر مسلم لیگ کی

ڈٹ کر جن دو علماء نے زبردست مخالفت کی ان میں ایک مولانا عبد الباری قاسمی مبارکپوری بھی تھے، آپ فاضل دار العلوم دیوبند بہت ہی ذی استعداد اور ذہین وفطین عالم تھے، گھر کے خوشحال تھے اس لئے تدریسی لائن نہیں اختیار کی اور حسبۃً للہ مدرسہ احیاء العلوم کی خدمت کرتے رہے، ان کے چچا مولانا شکر اللہ مبارکپوری نے مدرسہ احیاء العلوم کی نشاۃ ثانیہ کی تھی۔ اور مخالفتوں کی آندھی میں مبارکپور ضلع اعظم گڈھ میں ایک مستحکم اور جوشِ عمل سے بھرپور جماعت کی شیرازہ بندی کی تھی اس جوش کردار سے بھرپور جماعت کی سربراہی اور ان کے جذبہ کردار کو باقی رکھنے کے لئے ضرورت تھی کہ ۱۹۴۲ء میں مولانا شکر اللہ کی وفات کے بعد کوئی سربراہ ہو مولانا موصوف فارغ ہو کر وطن آچکے تھے اس لئے پوری جماعت نے متفقہ طور پر موصوف کو ان کے چچا کا جانشین بنا دیا پھر اس کے بعد تو انھوں نے اپنی پوری زندگی قوم ملت اور جماعت کے لئے وقف کر دی، آپ کی جد وجہد کا دائرہ وسیع ہو کر پورے ضلع تک پھیل گیا، اپنی قومی وملی بے لوث وبے غرض خدمات کی وجہ سے پورے ضلع میں بڑے اعزاز واحترام کی نگاہوں سے دیکھے جاتے تھے، مدرسہ احیاء العلوم کے مہتمم تھے، صوبائی جمعیۃ علماء کے نائب ناظم رہے، تمام اکابر علماء کے علاوہ کانگریس کے عام لیڈروں سے آپ کے روابط تھے جس کی وجہ سے ضلع کے مسلمانوں کے مسائل حل کرنے میں وہ کامیاب ہو جاتے تھے، زندگی بھر گھر سے بے نیاز رہے زندگی بھر قومی وملی کاموں میں لگے رہے یہاں تک کہ وقت موعود آگیا۔

وفات مبارکپور ضلع اعظم گڈھ ۵ر دسمبر ۱۹۸۷ء (جمادی الاول ۱۴۰۸ھ)

مولانا عبد الجبار اعظمی

ولادت پورہ معروف ضلع اعظم گڈھ ۱۹۰۷ء (۱۳۲۵ھ)

ممتاز علماء میں شمار تھا، جامعہ قاسمیہ شاہی مراد آباد کے شیخ الحدیث تھے، مظاہر علوم سہارنپور میں تعلیم حاصل کی، فراغت کے بعد مدرسہ میں معین مدرس بنائے گئے دوسرے سال موضع ہرّیا ضلع گورکھپور چلے گئے وہاں مدرسہ میں چھ سال رہے، پھر جامعہ اسلامیہ ڈابھیل ضلع سورت، احیاء العلوم مبارکپور، پھر دوبارہ جامعہ اسلامیہ ڈابھیل اور وہاں

سے آنند (گجرات) کے مدرسوں میں یکے بعد دیگرے تدریسی فرائض انجام دیئے، آنند میں سات سال تدریسی خدمات انجام دیکر جب وطن آئے تو آپ آنند کے بجائے مراد آباد گئے اور وہاں کے مشہور اور قدیم ادارہ جامعہ قاسمیہ شاہی مراد آباد میں شیخ الحدیث کے منصب پر فائز ہوئے، پھر یہیں زندگی کے آخری لمحات تک بخاری شریف اور حدیث کی دوسری کتابوں کا درس دیتے رہے۔

آپ شیخ طریقت بھی تھے مولانا زکریا صاحب شیخ الحدیث کے خلیفہ تھے، ارشاد وتلقین کا سلسلہ بھی جاری تھا ان سے بیعت ہونے والوں کی تعداد بھی خاصی ہے، بخاری شریف کی ایک شرح اردو میں "امداد الباری" کے نام سے لکھی ہے جس کی چار جلدیں طبع ہو چکی ہیں جو میری نگاہ سے گذری ہیں، سنا جاتا ہے کہ مسودہ مکمل ہے، طباعت کا مرحلہ باقی ہے۔

رد بدعت، رد مودودیت پر بھی ان کے رسالے ہیں لیکن تاہنوز مطبوع نہیں ہیں۔

مراد آباد ہی میں وفات پائی اور وہیں مدفون بھی ہوئے۔

وفات مراد آباد ۳۰؍شعبان ۱۴۰۹ھ مارچ ۱۹۸۹ء

مولانا عبد الحامد بدایونی

آپ کا ذہنی و فکری رشتہ اس مکتبۂ فکر سے ہے جو بدعات و خرافات کو اصل دین سمجھتا ہے اور اس کے علماء اس کے جواز کا فتویٰ دیتے ہیں، بدایوں کی جس خانقاہ سے آپ تعلق رکھتے ہیں ان میں سے کچھ اپنی نسبت قادری کی وجہ سے قوالی کی محفلیں نہیں منعقد کرتے لیکن مولانا موصوف قادری نسبت کے باوجود قوالوں کی پارٹی بلاتے ہیں اور بڑی دھوم دھام سے ہارمونیم اور ڈھول پر قوالیاں کراتے ہیں، دنیا داری میں وہ بہت زیرک اور دور اندیش تھے، ان کے بڑے بھائی مولانا عبد الماجد بدایونی کو ریاست حیدر آباد سے وظیفہ ملتا تھا ان کے انتقال کے بعد یہ وظیفہ ان کے لڑکوں کو ملتا تھا جو موصوف کے حقیقی بھتیجے تھے اور وہ ان کا احترام بھی کرتے تھے لیکن موصوف نے حیدر آباد جاکر کچھ ایسا چکر چلایا کہ بھائی کا وظیفہ ان کے لڑکوں کے بجائے ان کو ملنے لگا بھتیجے بہت تلملائے مگر ان پر جوں نہیں رینگی اور پچاس روپے ماہوار ریاست کا وظیفہ ان کو براہ راست ملنے لگا۔

مرحوم اچھے مقرر اور واعظ تھے، بڑی دھوم دھام کی تقریر کرتے تھے، موصوف کی جملہ تعلیم بدایوں کے مدرسہ شمس العلوم میں ہوئی تھی، وہ دور طالب علمی سے ہی تقریر کی مشق کرتے رہتے تھے، آزادی سے کچھ قبل جب تحریک پاکستان پورے شباب پر تھی آپ مسلم لیگ میں شامل ہو گئے ایک عالم دین اور اچھے مقرر ہونے کی وجہ سے لیگ والے ان کو اپنے ہر جلسہ میں بلانے لگے جس کی وجہ سے پورے ملک میں ان کی شہرت ہو گئی ان کی مالی حالت بھی بہتر ہو گئی ان جلسوں کی بدولت اتنے خوشحال ہو گئے کہ اپنی رہائش کے لئے ایک شاندار مکان تیار کرالیا، جس جلسہ میں تقریر کرتے تو اس کی رپورٹ خود اپنے قلم سے لکھتے اس میں خود کو بڑے بڑے القاب وخطاب ایک عظیم لیڈر اور عظیم المرتبت عالم کی حیثیت سے پیش کرتے اور اس کو اخبارات میں اشاعت کے لئے بھیجتے، بعد میں اخبارات والے اس فریب کو سمجھ گئے اور ان کی مرتب کردہ رپورٹ کو من وعن شائع کرنے کے بجائے ضابطہ کی رپورٹ بناکر شائع کرتے۔

تقسیم ملک کے بعد پاکستان چلے گئے، کراچی کے باہر ایک مدرسہ "تعلیمات اسلامی" کے نام سے قائم کیا، ارباب حکومت سے خوب مالی مدد لی ڈیڑھ لاکھ روپے صدر ایوب نے دیئے، حکومت کویت نے بھی ایک بڑی رقم اس مدرسہ کے نام پر دی تھی، کچھ پاکستانی بنکوں نے بھی لمبی لمبی رقمیں مہیا کی تھیں، تمام دولت کے انبار کے باوجود کوئی خاص عمارت نہیں بنی، جب کہ اس دولت سے ایک بہت بڑا اور عظیم الشان ادارہ تعمیر کیا جاسکتا تھا معائنہ کے وقت ایک ٹیم نے اپنی رپورٹ میں لکھا کہ اس وقت اس یونیورسٹی میں صرف ۱۹ طلبہ تھے، معلوم ہوا کہ سارا روپیہ ان کے ذاتی اکاؤنٹ میں جمع ہے۔

وفات کراچی سنہ ۱۹۷۰ء (سنہ ۱۳۹۰ھ)

مولانا عبد الحئی بڈھانوی

مشہور مصلح ومرشد سید احمد شہید رائے بریلوی کے رفیق کار اور ان کی تحریک اصلاح وجہاد کے دست وبازو تھے، شاہ عبد العزیز محدث دہلوی کے تلامذہ میں ہیں اور انھیں کے داماد بھی ہیں، سید احمد شہید کی تحریک اصلاح میں ان کی موثر تقریروں نے بڑا اہم کردار انجام دیا، سید صاحب کا جب ملک میں دورہ ہوا تو بیشتر مقامات پر عوام کو یہی خطاب کرتے تھے اور ان میں

دین وایمان کی ایسی تڑپ پیدا کرتے تھے کہ چند گھنٹوں میں اس آبادی سے بدعات وخرافات اور مشرکانہ رسوم کا نام ونشان مٹادیا جاتا تھا، سیرت احمد شہید کے مصنف نے اس طرح کے بہت سے واقعات کا اپنی کتاب میں ذکر کیا ہے خاص طور سے اس سفر کا واقعہ جو دہلی سے کلکتہ تک کا ہوا اس میں سید صاحب کے ساتھ مولانا اسماعیل شہید دہلوی اور مولانا عبدالحئی بڈھانوی نے جو عظیم الشان دینی کارنامہ انجام دیا وہ تاریخ میں اپنی نوعیت کا بے مثال کارنامہ تھا۔

وفات ۱۲۴۳ھ فروری ۱۸۲۸ء

مولانا عبدالحئی حسنی رائے بریلوی

ولادت دائرہ شاہ علم اللہ ۱۸ / رمضان ۱۲۸۶ھ ۲۲ / دسمبر ۱۲۶۹ء

ہندوستانی علماء کے تذکرے میں آٹھ جلدوں پر مشتمل عربی زبان میں آپ کی کتاب "نزہۃ الخواطر" اتنا اہم کارنامہ ہے کہ تاریخ اس کو فراموش نہیں کر سکتی، صرف یہی ایک کتاب علمی حلقوں میں زندہ جاوید بنا دینے کے لئے کافی ہے، یہ کتاب کسی کمرے میں بیٹھ کر نہیں لکھی گئی بلکہ اس کے مصنف کے مقدر میں پورے ہندوستان کی سرزمین میں صحرانوردی لکھی گئی تھی بہ کشش تیس سال کی تگ ودو، تلاش وجستجو اور ہر صاحب تذکرہ سے اگر مصنف کا معاصر ہے تو اس سے براہ راست ملنے کی کوشش اور پورے حالات کی تفتیش کرنے کے بعد یہ کتاب وجود میں آئی۔

ان کی دوسری اہم کتاب ہندوستان میں اسلامی علوم وفنون بھی اپنے موضوع پر منفرد ہے نہ اس سے پہلے اس موضوع پر کسی نے قلم اٹھایا اور نہ بعد میں کسی اہل قلم نے اس طرح کے ٹھوس اور تحقیق طلب کام کا ارادہ کیا، کتاب اپنے موضوع کا حق ادا کرتی ہے، اس کے علاوہ بھی ان کی دو ایک کتابیں اور ہیں، ہر کتاب کے پس منظر میں تلاش وجستجو اور شبانہ روز کی چھان بین اور حقیقت تک رسائی کی کہانی پوشیدہ ہے، عالم اسلام کے مشہور عالم مولانا ابوالحسن علی ندوی آپ ہی کے صاحبزادے ہیں، مشہور مصلح اور مرشد طریقت سید احمد شہید رائے بریلوی اسی خاندان کے آفتاب وماہتاب ہیں، جنھوں نے پورے ہندوستان میں بدعات وخرافات کی ظلمتوں میں اپنی کرنیں عام کی تھیں۔

وفات لکھنؤ ۱۳۴۱ھ فروری ۱۹۲۳ء مدفن رائے بریلی

مولانا محمد عثمان ساحر مبارکپوری

ولادت مبارک پور ضلع اعظم گڈھ ۱۳۳۳ھ (۱۹۱۴ء)

تعلیم احیاء العلوم مبارک پور اور مفتاح العلوم مئو میں حاصل کی دورۂ حدیث جامعہ قاسمیہ شاہی مراد آباد میں مولانا سید فخر الدین احمد مولانا سید محمد میاں دیوبندی اور مولانا اسمٰعیل سنبھلی سے پڑھ کر سند فراغت حاصل کی، تعلیم سے فراغت کے بعد درس و تدریس مشغلہ رہا مختلف مدارس میں تدریسی فرائض انجام دیئے، مدرسہ قرآنیہ جونپور، پھر جامعہ حسینیہ شاہی مسجد لال دروازہ جونپور اور آخر میں مدرسہ منبع العلوم خیرآباد ضلع مئو میں صدر مدرس رہے، شعر و شاعری کا ذوق فطری تھا، نعت بہت اچھی کہتے تھے بہت زود گو عربی میں بھی مشق سخن جاری تھی، چند عربی قصائد پر مشتمل ایک کتابچہ القصائد الغالیہ کے نام سے شائع کیا تھا، نعتوں کا ایک مختصر مجموعہ نور و سرور کے نام سے شائع ہو چکا ہے علمی استعداد بہت پختہ تھی بدن بھاری تھا قبل از وقت سارے دانت جھڑ گئے تھے۔

وفات مبارک پور شوال ۱۴۱۳ھ (۱۹۹۳ء)

مولانا عبد الحی فرنگی محلی لکھنوی

ولادت باندہ ۱۲۶۴ھ (۱۸۴۷ء)

ہندوستان کے مایۂ ناز عالم، بے مثال محقق، اسلامی علوم و فنون کے ماہر کامل، معرکۃ الآراء کتابوں کے مصنف تھے، زیادہ تعلیم اپنے والد سے اور کچھ کتابیں دوسرے علماء سے حاصل کر کے ۱۷ سال کی عمر میں فارغ ہو گئے، فراغت کے بعد حیدرآباد چلے گئے اور وہاں ایک ادارہ میں تدریس و افتاء کا کام کیا، اور جب سفر حجاز کا موقعہ آیا اور حج کے ارادہ سے گئے تو وہاں کے مشہور محدثین سے بھی حدیث کی سند و اجازت حاصل کی ان میں سید احمد بن زینی دحلان الشافعی، مفتی محمد بن عبد اللہ الحنبلی سے مکہ مکرمہ میں اور شیخ محمد بن محمد المغربی الشافعی، شیخ عبد الغنی بن ابو سعید عمری حنفی دہلوی سے مدینہ منورہ میں سند حاصل کی، اور جب ریاست حیدرآباد سے آپ کی علمی خدمات کی وجہ سے ڈھائی سو روپیہ ماہوار وظیفہ مقرر ہو گیا تو آپ حیدرآباد سے فرنگی محل لکھنؤ واپس آ گئے اور فرنگی محل میں اپنے گھر پر بیٹھ کر

درس وتدریس کا بھی مشغلہ رکھا اور تصنیف وتالیف کا بھی سلسلہ برابر جاری رہا، کم سے کم مدت میں آپ نے جتنا تصنیفی کام کیا وہ اپنی کمیت وکیفیت دونوں لحاظ سے اپنی مثال آپ ہے، ہندوستان کے اکابر علمار کو آپ سے شرف تلمذ حاصل تھا اور وہ اس نسبت پر فخر کرتے تھے اگرچہ آپ حنفی المسلک تھے مگر تعصب اور تنگ نظری سے بہت دور تھے، امام المعقولات مولانا عبدالحق خیر آبادی، مشہور محدث مولانا محمد بشیر سہسوانی اور نواب صدیق حسن خاں قنوجی بھوپالی سے بہت سے علمی مسائل میں اختلافات ہوئے اور جواب میں انھوں نے دلائل وبراہین کے انبار لگا دیئے۔

ان کی تصانیف مختلف علوم وفنون سے تعلق رکھتی ہیں، نحو، صرف، منطق، فلسفہ، فقہ، اصول فقہ، حدیث، اصول حدیث، احادیث موضوعہ ہر ایک فن میں ان کی کتابیں اور رسالے موجود ہیں، مذہبی گروہ بندیوں میں جو مختلف فیہ مسائل ہیں ان میں سے اکثر مسائل پر ان کی تصانیف موجود ہیں، ان کی کتابوں کی فہرست بڑے سائز کے دو صفحوں میں ہے، حیرت ہوتی ہے کہ اتنی کم مدت میں کس طرح اتنے کام ہو سکے، جب انھوں نے اس دار فانی سے کوچ کیا تو ان کی عمر صرف ۳۹ سال تھی

وفات لکھنؤ ربیع الاول ۱۳۳۴ھ (۱۹۱۵ء) مدفن انوار باغ لکھنؤ

مولانا عبدالحیؒ سہارنپوری

مشہور محدث مولانا احمد علی سہارن پوری کے پوتے تھے، حضرت تھانوی سے بیعت تھے، حیدرآباد کی عثمانیہ یونیورسٹی میں استاد مقرر ہوئے اور اسی کے ساتھ ولی عہد بہادر کی اتالیقی کے منصب پر بھی فائز رہے، اچھے طبیب تھے اور حافظ قرآن بھی رمضان میں تراویح پڑھاتے تھے، عربی ادب اور لغات ومحاورات پر بھی آپ کو عبور حاصل تھا، حیدرآباد ہی میں وفات پائی۔

وفات حیدرآباد ۲۷ر رمضان ۱۳۴۸ھ مارچ ۱۹۳۰ء

مولانا عبدالحیٔ چشتی

ولادت انجان شہید ضلع اعظم گڈھ ۱۳۴۵ھ اپریل ۱۹۲۶ء

فاضل دیوبند، شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد مدنی کے شاگرد، مرید اور انھیں کے خلیفہ بھی تھے، فراغت کے بعد کئی مدرسوں میں تدریسی و انتظامی خدمات انجام دیں، خود اپنے وطن میں ایک عربی مدرسہ قائم کیا اور اس کو ترقی دی، عمر نے وفا نہیں کی جوانی ہی میں انتقال کر گئے۔

وفات بنارس یکم ذی الحجہ ۱۳۹۵ھ ۵ر دسمبر ۱۹۷۵ء مدفن انجان شہید

شیخ عبدالحق محدث دہلوی

ولادت محرم ۹۵۸ھ جنوری ۱۵۵۱ء)

محدث کبیر، فقیہ جلیل اور عظیم المرتبت شیخ طریقت تھے، فتحپور سیکری میں کچھ دنوں تعلیم و تدریس کا کام کیا تھا دربار اکبری کے ابوالفضل، فیضی، ملا عبدالقادر بدایونی وغیرہ آپ سے متاثر ہی نہیں مرعوب تھے، ان کی جلالت علمی کا رعب تھا، ۹۹۶ھ میں سفر حج میں گئے اور وہاں شیخ عبدالوہاب متقی سے بیعت ہوئے، دہلی واپسی کے بعد حدیث کا درس جاری کیا، آپ کی کتابوں میں حدیث کی مشہور درسی کتاب مشکوٰۃ کی شرح۔ لمعات، عربی میں اور دوسری شرح اشعۃ اللمعات فارسی میں مشہور ہیں اور عام لائبریریوں میں موجود ہیں، ان کے علاوہ ان کی تصانیف میں۔ مرج البحرین۔ اخبار الاخیار (تذکرہ میں) مدارج النبوۃ مقبول و مشہور ہیں، مجدد الف ثانی سرہندی سے بھی ربط و تعلق تھا اور باہمی خط و کتابت بھی تھے، دہلی ہی میں وفات پائی۔

وفات دہلی ۲۱ ربیع الاول ۱۰۵۲ھ جون ۱۶۴۲ء مدفن مہرولی متصل حوض شمسی

مولانا عبدالحق حقانی

ولادت دہلی، ۲۷ رجب ۱۲۶۵ھ (۱۸۴۸ء)

دہلی کے مشہور علماء میں تھے، آپ کے اساتذہ میں مولانا لطف اللہ علی گڈھی، مفتی محمد یوسف لکھنوی مولانا عبدالحق مہاجر مکی اور شاہ نذیر حسین دہلوی شامل ہیں، مولانا شاہ

فضل الرحمٰن گنج مرادآبادی سے بیعت تھے۔ ندوۃ العلماء کی تاسیس میں پیش پیش تھے۔

آپ نے قرآن پاک کی اردو میں ایک ضخیم تفسیر لکھی ہے جو "تفسیر حقانی" کے نام سے طبع ہو چکی ہے تفسیر سے پہلے ایک طویل مقدمہ لکھا ہے جس میں اور باتوں کے علاوہ عیسائیوں کے بہت سے اعتراضات کے مدلل و مفصل جوابات دیئے ہیں، ان کے عہد میں تبلیغ عیسائیت کا فتنہ شباب پر تھا۔

وفات دہلی ۱۳۳۵ھ (۱۹۱۶ء) مدفن درگاہ خواجہ باقی باللہ دہلی

مولانا عبدالحق پورقاضوی

ولادت پور قاضی ضلع مظفر نگر ۱۲۵۸ھ (۱۸۴۲ء)

یہ دارالعلوم دیوبند کے ابتدائی دور کے مستفیدین میں سے ہیں، آپ ۱۲۸۶ھ (۱۸۶۹ء) میں دورۂ حدیث پڑھ کر فارغ ہوئے فراغت کے بعد دو سال فنون کی کتابیں مزید پڑھتے رہے ۱۲۹۰ھ (۱۸۷۳ء) میں دارالعلوم دیوبند میں پہلا جلسہ دستار بندی ہوا جس میں شیخ الہند مولانا محمود حسن دیوبندی اسیر مالٹا کے ساتھ آپ کی بھی دستار بندی ہوئی، محرم ۱۳۰۵ھ سے رجب ۱۳۰۷ھ تک آپ جامعہ قاسمیہ شاہی مسجد مرادآباد میں صدر المدرسین رہے، پھر آپ ریاست رتلام چلے گئے وہاں آپ کو اکاؤنٹنٹ جنرل بنایا گیا پھر تازندگی اسی عہدے پر رہے اور اسی عہدے سے پنشن یاب ہوئے۔

مولانا عبداللطیف ناظم مظاہر علوم سہارنپور آپ کے داماد تھے، آپ نے اپنی لڑکی کی رخصتی کے وقت کچھ نصیحتیں قلمبند کر کے لڑکی کے جہیز میں دی تھیں، جب ان نصائح کا علم مولانا اشرف علی صاحب تھانوی کو ہوا تو آپ نے وہ تحریر طلب کر کے اس کو "بہترین جہیز" کے عنوان سے اپنی مشہور کتاب "بہشتی زیور" میں شائع کر دیا اور آج بھی ہر ایڈیشن میں شائع ہوتی رہتی ہے، اس تحریر پر ۱۳۲۱ھ کی تاریخ پڑی ہے۔

وفات رتلام ۱۳۴۲ھ (۱۹۲۳ء)

مولانا عبدالحق مدنی

ولادت مدینہ منورہ ۱۳۰۵ھ (۱۸۸۷ء)

ہندوستان کے جلیل القدر علماء میں شمار تھا، بہترین خطیب، عربی زبان کے ادیب اور شاعر، آپ کا آبائی وطن دیوبند ضلع سہارن پور تھا، آپ کے والد فوجی سرجن تھے اور ترکی حکومت کی طرف سے مدینہ منورہ میں متعین تھے پھر انھوں نے وہیں اقامت کی نیت کر دی، بہت خوشحال اور رئیس تھے۔

مولانا موصوف کی ولادت اسی ارض طیبہ میں ہوئی، بچپن سے جوانی تک ۲۹ سال کی عمر تک مدینہ منورہ میں رہے، آپ کی ساری تعلیم مسجد نبوی میں ہوئی، یہ وہ زمانہ تھا جب کہ مولانا سید حسین احمد مدنی حرم نبوی میں درس دے رہے تھے آپ کی ساری تعلیم از ابتدا تا انتہا حرم نبوی میں حضرت شیخ ہی سے ہوئی، صحاح ستہ کی کتابیں آپ سے پڑھ کر سند حدیث حاصل کی اور جب آپ بعد میں ہندوستان آئے تو حضرت شیخ الہند اور مولانا خلیل احمد محدث سہارنپوری کے سامنے بھی اوائل حدیث پڑھ کر سند و اجازت ان حضرات سے حاصل کی۔

تعلیم سے فراغت کے بعد کچھ عرصہ محکمۂ ڈاک میں ملازم ہو گئے مگر جلد ہی اس سے کنارہ کش ہو کر مدرسہ صولتیہ مکہ مکرمہ میں درس حدیث دینے لگے ۱۳۳۴ھ میں حکومت عثمانیہ کے خلاف عربوں نے بغاوت کر دی، مدینہ منورہ کا امن وامان درہم برہم ہو گیا تو آپ شام چلے گئے وہاں تین سال مقیم رہے اور ایک مدرسہ میں استاد تھے، مدینہ میں امن ہونے کے بعد آپ مدینہ لوٹ آئے اور دو سال تک رہے، پھر تلاش معاش میں ینبع چلے گئے اور ایک مدرسہ میں مدرس رہے، مگر وہاں سے جلد ہی رخصت ہو کر ہندوستان آ گئے اور اپنے آبائی وطن دیوبند میں قیام کیا، اور دار العلوم کھڈہ کراچی میں شیخ الحدیث ہو گئے، اسی سال آپ کی شادی حضرت شیخ الہند کی بھتیجی سے ہوئی مدرسہ امدادیہ کے ایک رئیس سرپرست نے کراچی جا کر آپ کو امدادیہ میں قیام کرنے پر آمادہ کیا آپ راضی ہو گئے اور کراچی سے مراد آباد مدرسہ امدادیہ میں شیخ الحدیث ہو کر آ گئے کچھ عرصہ بعد مدرسہ شاہی میں آپ کو بحیثیت مہتمم بلا لیا گیا، پھر تا زندگی یہیں رہے۔

شاہی مسجد میں بعد نماز فجر ترجمہ اور تفسیر قرآن بیان کرتے تھے جس کی وجہ سے شہر کے

کونے کونے سے آکر لوگ شریک ہوتے تھے، خدا نے آپ کو عوام وخواص میں بڑی مقبولیت ومحبوبیت عطا کی تھی جمعیۃ علماء ہند کے بعض سالانہ اجلاس کی صدارت بھی فرمائی ہے، مدرسہ شاہی کی ساری عمارت آپ ہی کے دور اہتمام میں تعمیر ہوئی بیماری کے دوران آپ دیوبند چلے گئے تھے وہیں انتقال ہوا اور قبرستان قاسمی میں مدفون ہوئے۔

وفات دیوبند ۳۰ر ذی قعدہ ۱۳۷۳ھ ۱۹۵۴ء

مولانا عبدالحق شیخ الدلائل

ضلع الٰہ آباد کے ایک گاؤں کے رہنے والے تھے، مولانا تراب علی لکھنوی سے رسڑا ضلع بلیا میں تعلیم حاصل کی، مولانا عبداللہ گورکھپوری سے بیعت تھے اور ان سے اجازت وخلافت بھی حاصل بھی، فراغت کے بعد مدرسہ غفاریہ رسڑا ضلع بلیا میں ایک عرصہ تک تعلیم دیتے رہے، اس دیار کے کئی مشہور علماء کو ان کی شاگردی کا شرف حاصل تھا ان کی ایک تفسیر "الاکلیل" کے نام سے کئی ضخیم جلدوں میں ہے، خود رسڑا میں اکلیل پریس قائم کر کے اس کی طباعت کرائی تھی، مکہ مکرمہ تشریف لے گئے اور وہیں انتقال ہوا۔

وفات مکہ مکرمہ ۱۹ر شوال ۱۳۳۳ھ (۱۹۱۵ء)

مولانا عبدالحق خیرآبادی

ولادت دہلی ۱۲۴۴ھ (۱۸۲۸ء)

امام المعقول مولانا فضل حق خیرآبادی کے صاحبزادے ہیں، منطق وفلسفہ میں اپنے دور کے ممتاز عالم تھے مدرسہ عالیہ رام پور میں استاد رہے، پھر حیدرآباد چلے گئے اور وہاں سے دوسو روپے ماہوار شاہی وظیفہ مقرر ہو گیا تو اپنے وطن خیرآباد میں رہ کر علمی خدمات انجام دیتے رہے بعد میں پھر کچھ دنوں کے لئے رام پور کے مدرسہ عالیہ میں استاد بنائے گئے تھے خیرآباد میں وفات پائی۔

وفات خیرآباد ۲۳ر شوال ۱۳۱۶ھ مارچ ۱۸۹۹ء

ڈاکٹر عبدالحق (بابائے اُردو)

ولادت اسرار یہ یوپی ۲۰ راگست ۱۸۷۰ء جمادی الاول ۱۲۸۷ھ

ساری زندگی اردو کی ترویج و ترقی میں صرف کردی، اس لئے اردو دنیا کی طرف سے ان کو "بابائے اردو" کا خطاب ملا، انجمن ترقی کو متحرک اور فعال بنانے میں ان کی انتھک جدوجہد کا سب سے بڑا ہاتھ ہے انھوں نے خود مستقل اُردو کتابیں کم لکھیں، مرحوم دلی کالج، نصرتی ملک الشعرار بیجاپور، سید احمد خان حالات وافکار کے نام ہم کو ملتے ہیں لیکن کتابوں پر مقدمے خوب لکھے ہیں، یہ مقدمے بذات خود بہت اہم ہیں، انھوں نے اردو لغت مرتب کرائی، تقسیم ملک کے بعد وہ پاکستان چلے گئے وہاں بھی اُردو ہی ان کا اوڑھنا بچھونا بنی رہی۔

وفات کراچی ۱۶ راگست ۱۹۶۱ء (ربیع الاول ۱۳۸۱ھ)

مولانا عبدالحق (اکوڑا خٹک پاکستان)

پاکستان کے مشہور دینی مدرسہ دارالعلوم حقانیہ کے بانی اور اس کے شیخ الحدیث رہے آپ فاضل دارالعلوم دیوبند ہیں، فراغت کے بعد یہاں کچھ دنوں تدریسی خدمات بھی انجام دی تھیں، لیکن پھر وطن چلے گئے وہاں دبستان دیوبند کے نقطۂ نگاہ کی زندگی بھر بھرپور وکالت کرتے رہے پاکستان میں نظام اسلام کے نفاذ کی تحریک چلانے والوں میں شامل تھے۔

وفات آکوڑا خٹک پاکستان ۱۹۸۸ء (۱۴۰۹ھ)

مولانا عبدالحفیظ بلیاوی (ابوالفضل)

عربی اردو کی مشہور لغت "مصباح اللغات" کے مرتب ہیں، دارالعلوم دیوبند کے فاضل تھے ساری زندگی درس وتدریس میں گذری، بریلی کے مدرسہ مصباح العلوم، دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ میں تدریسی خدمات انجام دیں، عربی کی مشہور اور مدارس اسلامیہ میں عام طور پر پائی جانے والی لغت "المنجد" ایک عیسائی کی تصنیف ہے، اس نے اپنی بدباطنی کی وجہ سے بہت سے الفاظ کا مفہوم متعین کرنے میں فریب سے کام لیا ہے اس کی بہت سی تشریحات معتقدات اسلامی کے خلاف ہیں، یہ اہل علم کے لئے ایک تشویشناک بات تھی، مولانا موصوف کے دل میں مصباح اللغات لکھنے کا جذبہ اسی وجہ سے پیدا ہوا چونکہ نیت نیک تھی اس لئے خدا نے اس لغت کو

اہل علم اور مدارس میں وہ مقبولیت دی کہ اس کے بار بار ایڈیشن شائع ہوئے ہیں، ناشرین خوب نفع کما رہے ہیں۔

وفات سنہ ۱۳۹۱ھ (سنہ ۱۹۷۱ء)

مولانا عبدالحلیم فرنگی محلی لکھنوی

مشہور عالم و محقق مولانا عبدالحئی فرنگی محلی لکھنوی کے والد ہیں، جید عالم، منطق و فلسفہ پر بہت گہری نظر تھی جملہ اسلامی علوم و فنون پر بھی مبصرانہ نگاہ رکھتے تھے، تعلیم و تدریس مشغلہ تھا اس سلسلہ میں وہ مختلف مدارس میں رہے، باندہ، جون پور اور حیدرآباد کے مدارسِ اسلامیہ میں فرائض تدریس انجام دیئے۔

وفات سنہ ۱۲۸۵ھ (سنہ ۱۸۶۸ء)

مولانا عبدالحلیم شرر لکھنوی

ولادت لکھنؤ، ۱ر جمادی الثانی سنہ ۱۲۷۵ھ ۱۳ر جنوری سنہ ۱۸۶۰ء

مشہور ناول نویس، رسالہ "دلگداز" کے ایڈیٹر، اور اردو زبان کے محسنوں میں شمار کیے جاتے ہیں، عربی علوم و فنون کے عالم تھے، عربی تعلیم انھوں نے مولانا عبدالحئی فرنگی محلی سے حاصل کی تھی اور حدیث دہلی جاکر شاہ نذیر حسین دہلوی سے پڑھی، آپ باضابطہ سند یافتہ عالم تھے، اردو فارسی اور عربی تعلیم کے ساتھ انگریزی اور فرنچ زبانوں سے بھی بقدر ضرورت واقف تھے، چونکہ ان کا رجحان طبع ناولوں کی طرف ہوا اس لئے درجنوں ناول ان کے قلم سے نکلے، ایک زمانہ انھیں کے ناولوں کا تھا اور پورے ملک میں ان کے ناول شوق اور بے تابی کے ساتھ حاصل کئے جاتے اور پڑھے جاتے تھے، ان کو شہرت اسی فن کی وجہ سے ملی اس لئے ان کا اصلی جوہر پس منظر میں چلا گیا، ورنہ وہ علوم اسلامی سے واقف اور محاضرات و تاریخ کے ماہر تھے، ان کی ایک کتاب "مخدرات" ہے مشہور خواتین کا ذکر ہے جس میں کئی ایک محدثہ وقت خواتین کا تحقیقی ذکر ہے اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ آپ کو فن اسماء الرجال سے اچھی واقفیت تھی، ان کے ناولوں کی تعداد خاصی ہے جو اپنے دور کے مقبول ترین ناول تھے۔

وفات لکھنؤ رجب سنہ ۱۳۴۵ھ جنوری سنہ ۱۹۲۶ء

مولانا عبدالحلیم صدیقی لکھنوی

وطن ملیح آباد ضلع لکھنؤ

اپنے دور کے مشہور علماء میں تھے، عربی زبان کے ادیب اور اہل زبان کی طرح عربی بولتے تھے، یہی وجہ تھی کہ جب مکہ مکرمہ میں حجاز کانفرنس ۱۹۲۳ء میں ہوئی تو جمیعۃ علماء ہند کے وفد میں ان کو خاص طور پر شامل کیا گیا تھا، جمیعۃ علماء ہند کے چوٹی کے رہنماؤں میں تھے اور اس کے ناظم عمومی بھی رہے، بہترین خطیب تھے، ایک زمانہ میں مدرسہ عالیہ کلکتہ میں شعبۂ عربی کے استاد رہے جنگ آزادی کے دور میں ان کی تقریروں کی بنا پر کئی بار گرفتار کیا گیا اور جیل گئے حافظ قرآن تھے اور بہت عمدہ پڑھتے تھے، ہر سال دہلی کی سنہری مسجد میں تراویح پڑھتے تھے، سیاسی ہنگامہ آرائیوں نے ان کو معاش کی طرف سے کبھی مطمئن نہیں ہونے دیا۔

وفات...

مولانا عبدالرؤف داناپوری

ولادت داناپور پٹنہ ۱۸۷۴ء

داناپور پٹنہ آپ کا وطن تھا کنیت ابوالبرکات تھی جید عالم تھے احادیث اور سیرۃ و تاریخ پر نظر وسیع تھی، علامہ شبلی کی مشہور عالم کتاب "سیرۃ النبی" جب چھپ کر آئی تو ان کو اس کے غزوات و سرایا کے باب پر سخت اعتراضات پیدا ہوئے، اس لئے انھوں نے خود سیر کی ایک کتاب "اصح السیر" کے نام سے تحریر کی جس میں بزعم خود صحیح ترین روایتوں کا التزام کیا گیا ہے لیکن انھوں نے غزوات و سرایا اور واقعات کے اسباب و علل اور اس کے پس منظر کو نظر انداز کر کے بیان کیا ہے اس کی وجہ سے صورت حال کو بد منظر بنا دیا ہے، یہ حیرتناک بات ہے کہ صحت روایات کے تمام دعووں کے باوجود اہل علم میں اس کتاب کی خاطر خواہ پذیرائی نہیں ہوئی۔

وفات کلکتہ ۲۰ فروری ۱۹۴۸ء ۱۳۶۷ھ

عبدالرشید غازی

دہلی کے مشہور خطاط اور کاتب تھے، اخبار "تیج" میں ملازم تھے اور کتابت کا کام کرتے تھے، شاتم رسول سوامی شردھانند نے ایک نہایت ہی دل آزار کتاب "رنگیلا رسول"

کے نام سے لکھی گئی تھی جس میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی مقدس ذات پر ناپاک حملے کئے تھے، کتاب چھپ کر شائع ہوگئی اور لوگوں کے ہاتھوں میں پہونچی، مسلمانوں میں سخت اشتعال پیدا ہوا، عبدالرشید نے بھی وہ کتاب پڑھی ان کا خون کھول گیا وہ اخبار کے دفتر سے اٹھے اور سیدھے مصنف کے گھر پہونچ گئے اور ان کے کمرے میں جاکر گولی ماردی، گرفتار ہوئے عدالت میں مقدمہ چلا انھوں نے عدالت میں خود اقبال جرم کرلیا پھانسی کا حکم ہوا دہلی جیل میں پھانسی دی گئی، دہلی کے مسلمانوں کو معلوم ہوا تو پچاس ہزار مسلمانوں کا مجمع پھانسی کے بعد لاش کو لے کر جیل سے چلا ہر شخص جوش و خروش سے بھرا ہوا تھا انگریزی دور حکومت تھا اس لئے بات آگے نہیں بڑھی اسی کارنامے کی وجہ سے غازی عبدالرشید کے نام سے مشہور ہوئے انھیں کے نام پر بجوری بھٹیارن کی مسجد میں مدرسہ رشیدیہ قائم کیا گیا۔

پھانسی دہلی جیل ۱۴ر نومبر ۱۹۲۷ء (۱۳۴۶ھ) مدفن قبرستان دہلی گیٹ دہلی

عبدالرزاق کانپوری

ولادت انبالہ ۱۸۶۶ء (۱۲۸۳ھ)

علامہ شبلی کے بے تکلف دوستوں میں سے تھے، تصنیف و تالیف کا بہت اچھا ذوق رکھتے تھے، اردو نثر ان کی معیاری اور خوبصورت ہوتی تھی، ان کی کتاب "البرامکہ" جو عہد خلافت عباسیہ سے متعلق ہے جب شائع ہوئی تو علمی حلقوں میں ہاتھوں ہاتھ لی گئی، اور ان کی شہرت کا باعث بنی "یاد ایام" ان کی دوسری کتاب ہے جو خود اپنی سرگذشت ہے، زبان و بیان اور موضوع کی وسعت نے ان کی مقبولیت میں اضافہ کیا۔ آخر میں کانپور سے بسلسلہ معاش بھوپال چلے گئے تھے اور وہیں سے سفر آخرت پر روانہ ہوگئے۔

وفات بھوپال ۱۸ر فروری ۱۹۴۸ء (۱۳۶۷ھ)

عبدالرزاق ملیح آبادی

ولادت ملیح آباد ضلع لکھنؤ ۱۸۹۸ء

جامع ازہر قاہرہ (مصر) کے تعلیم یافتہ تھے، وہیں سے انقلابی ذہن و مزاج لے کر ہندوستان واپس آئے یہاں آکر دارالعلوم ندوۃ العلماء میں داخل ہوگئے تھے تاکہ

سی آئی ڈی کی تیز نگاہوں سے محفوظ رہ سکیں، وہ کلکتہ میں مولانا آزاد کے الہلال سے وابستہ ہو گئے تھے اور مستقل وہیں قیام کر لیا، کہا جاتا ہے کہ بنگال کے دہشت پسندوں سے ان کا رابطہ تھا، وہ ان کی دہشت پسندیوں کے ہم نوا اور مشیر بھی تھے، انگریزی حکومت کے خلاف ان کے باغیانہ ذہن و مزاج کا اس سے پتہ چلتا ہے، لیکن بظاہر وہ مولانا ابوالکلام آزاد کے رفیق کار اور الہلال و البلاغ میں کام کرتے تھے، مولانا آزاد کی زندگی کو انھوں نے بڑے قریب سے دیکھا تھا اور پرکھا تھا، اپنے وقت کے مشہور صحافی تھے، کئی کتابوں کے مصنف ہیں، آخر میں تلاش معاش کے سلسلہ میں بمبئی چلے گئے تھے وہیں انتقال کیا اور لاش ملیح آباد لائی گئی اور اپنے وطن میں دفن ہوئے۔

وفات بمبئی ۲۴ جون ۱۹۵۹ء مدفن ملیح آباد لکھنؤ

شاہ عبدالرحیم دہلوی

ولادت ۱۰۵۴ھ (۱۶۴۴ء)

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کے والد تھے، خود بھی صاحب علم و فضل اور انتہائی نیک اور زاہد و متوکل بزرگ تھے، نئی دہلی مہندیاں میں آپ کے نام سے ایک مدرسہ رحیمیہ ہے جہاں دینی تعلیم ہوتی ہے۔ یہیں خاندان کے بیشتر افراد آسودۂ خواب ہیں، ایک مسجد بھی آپ کی یادگار ہے زندگی کے آخری ایام یہیں بسر ہوئے۔

وفات دہلی ۱۱۳۱ھ ۲۳ دسمبر ۱۷۱۸ء مدفن مہندیان دہلی

مولانا عبدالرحیم صادق پوری

ولادت صادق پور پٹنہ، ۱۲۵۲ھ (۱۸۳۶ء)

سید احمد شہید رائے بریلوی کی تحریک جہاد کے ایک عظیم المرتبت فرد، انگریزی حکومت کے ظلم و استبداد کا شکار ہوئے ان پر حوادث و مصائب اس قدر گذرے کہ اس کو سوچ کر بھی بدن پر لرزہ طاری ہو جاتا ہے، ایک بڑے جاگیردار رئیس گھرانے کے رکن تھے، بڑی دور تک وہ انتہائی اعزاز و احترام کی نگاہوں سے دیکھے جاتے تھے، دینی و دنیاوی دونوں طرح کی سرافرازیاں آپ کو حاصل تھیں، اپنے دور کے ممتاز علماء سے تعلیم حاصل کی تھی اور برسوں تعلیم

وتدریس کا بھی سلسلہ جاری رکھا تھا، سرحدی علاقوں میں سید احمد شہید کے بقیۃ السیف مجاہدین کی سرگرمیاں جاری تھیں، استھانہ میں ان کا مرکزی کیمپ تھا، کئی بار وہ انگریزی فوجوں سے ٹکرا چکے تھے اس لئے حکومت ان کی شدید دشمن تھی، اس تحریک میں مجاہدین کی بھرتی اور مالیات کی مدد ہندوستان سے جاتی تھی، علماء صادق پور اس مہم میں پیش پیش تھے آدھے درجن کے قریب اس خاندان کے افراد انگریزوں کے شکنجہ عذاب میں گرفتار ہوئے انھیں میں مولانا عبدالرحیم بھی تھے، ان کو گرفتار کر کے انگریزوں نے ان پر سازش وبغاوت کا مقدمہ چلایا اور حبس دوام بعبور دریائے شور سزا تجویز کی اور ان کو جزیرہ انڈمان (کالے پانی) بھیج دیا گیا، اور ساری جائداد گھر بار بحق سرکار ضبط کر لیا گیا، ان کے محل کو ڈھا کر زمین کے برابر کر دیا اور اتنے بڑے رئیس خانہ ان کو نان شبینہ کا محتاج بنا دیا گیا، آپ جزیرہ انڈمان میں تقریباً بیس سال رہے، جزیرہ میں اتنا محترم ومعزز عالم اور اتنا بڑا رئیس کبیر انسان مزدوروں سے بدتر زندگی گذارنے پر مجبور تھا، بیس سال کی طویل اور اذیتناک اسارت اور سزا کے بعد کالے پانی سے ان کو رہائی نصیب ہوئی، لوٹ کر گھر آئے تو اس کے کھنڈرات پر کھڑے ہو کر عربی کے جو دو شعر ہیں جس میں اپنی دردناک حالت کا بیان تھا اس منظر کو سوچئے تو بدن پر رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں، ہندوستان سے دل ٹوٹ چکا تھا مکہ مکرمہ چلے گئے وہیں منیٰ میں وفات پائی۔

وفات منیٰ ۱۳۴۱ھ ۲۲ر اگست ۱۹۲۳ء

شاہ عبدالرحیم رائے پوری۔ ولادت تگری ضلع انبالہ ۱۸۵۵ء (۱۲۷۲ھ)

اپنے دور کے مشہور بزرگ، خانقاہ رائے پور کے محترم شیخ طریقت، مولانا رشید احمد گنگوہی کے خلیفہ تھے دارالعلوم دیوبند کی مجلس شوریٰ کے ممبر تھے اور حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسن صاحب شیخ الحدیث دارالعلوم دیوبند کے گہرے دوست اور رفیق تھے، جنگ عظیم شروع ہو جانے پر جب شیخ الہند حجاز جانے لگے تو اہم امور کے سلسلہ میں ان کو اپنا قائم مقام بنایا تھا، اور تمام کارکنوں کو ہدایت کی تھی کہ ان کے مشورے کے بغیر کوئی قدم نہ اٹھایا جائے تحریک کے بعض دوسرے امور کی ذمہ داری مولانا احمد اللہ پانی پتی کو دی گئی حضرت رائپوری

پورے استقلال، عالی ہمتی اور انتہائی رازداری کے ساتھ تحریک سے متعلق سارے امور کو انجام دیتے رہے، جب شیخ الہند کو حجاز میں گرفتار کرکے مالٹا بھیجدیا گیا تو ہندوستان کی پولیس حرکت میں آئی اور پورے ملک میں مشتبہ افراد کے گھروں پر چھاپے پڑنے شروع ہو گئے، حضرت رائپوری کی خانقاہ میں بھی پولیس کا ایک دستہ پہونچا، آپ اس وقت بستر علالت پر تھے، انتہائی کمزور اور لاغر و نحیف ہو چکے تھے بدن پر گوشت نام کی کوئی چیز نہیں تھی صرف ہڈی چمڑے کا مجموعہ رہ گیا تھا، سی آئی ڈی کے افسر نے تحریک کے بارے میں آپ سے استفسار کیا اور الزامات لگائے تو آپ نے ان الزامات کی تردید کی اور بعض امور میں اپنی لاعلمی کا اظہار کیا، پولیس کام کی کوئی بات نہ پا سکی ناکام واپس چلی گئی، اس واقعہ کے چند دنوں بعد ہی آپ رفیق اعلیٰ سے جا ملے۔

وفات رائے پور ۲۶ ربیع الثانی ۱۳۳۷ھ ۲۹ جنوری ۱۹۱۹ء

شیخ عبدالرحیم سندھی

ہندوستان کے مشہور قومی لیڈر اچاریہ کرپلانی کے حقیقی بڑے بھائی تھے، مولانا عبیداللہ سندھی کے ہاتھ پر مسلمان ہو گئے تھے اور ان کے مخلص دوستوں میں شامل ہو گئے تھے، نہایت دیندار اور متقی تھے، مولانا سندھی حضرت شیخ الہند کی تحریک کے قائد تھے، ان کو کابل جانے کا حکم دیا گیا تھا، مگر ہندوستان میں زیادہ مدت لگ جانے کی وجہ سے پاس کی رقم سب خرچ ہو چکی تھی اب زاد راہ ختم ہو چکا تھا، شیخ سندھی نے اپنی بیوی کے زیورات فروخت کرکے مولانا سندھی کے حوالے کیا کہ آپ بے فکری سے سفر کریں، خود ان کے ساتھ ہندوستان کی سرحد تک گئے اور ساتھ لے کر انتہائی رازداری کے ساتھ بارڈر پر پہونچے اور موقعہ دیکھ کر جب سرحد پار کرکے حدود افغانستان میں داخل ہو گئے تب واپس آئے، مولانا سندھی کی حضرت شیخ الہند سے خط و کتابت انھیں کے ذریعہ ہوتی تھی، ایک بار کچھ خطوط سی آئی ڈی کے ہاتھ لگ گئے، پولیس ان کی تلاش میں لگ گئی وہ انڈر گراونڈ ہو گئے اور آخر تک روپوش رہے اور پولیس کے ہاتھ نہیں آئے، وہ خفیہ طور پر سرہند میں رہتے تھے مجدد الف ثانی کے وطن میں انتقال کیا، صحیح تاریخ وفات دریافت نہ ہو سکی۔

مولانا عبدالرحمٰن کیمل پوری

ولادت بہبودی ضلع کیمل پور، ۲۰ر اگست ۱۸۸۲ء (شوال ۱۲۹۹ھ)

مغربی پنجاب کے رہنے والے تھے مظاہر علوم سہارن پور کے فاضل تھے، فراغت کے بعد دوبارہ دورۂ حدیث دارالعلوم دیوبند جاکر پڑھا اور حضرت شیخ الہند سے سند اجازتِ حدیث حاصل کی، دارالعلوم سے فراغت کے بعد مظاہر علوم میں ان کو استاد بنا دیا گیا، چونکہ جید الاستعداد عالم تھے اس لئے جلد ہی مظاہر علوم میں صدر المدرسین ہوگئے تقسیم ملک کے بعد پاکستان میں ہی قیام کیا، مدرسہ خیر المدارس ملتان اور دارالعلوم الاسلامیہ ٹنڈوالہ یار اور جامعہ اسلامیہ اکوڑہ خٹک میں یکے بعد دیگرے مسلسل شیخ الحدیث رہے اور نصف صدی تک احادیث کا درس دیتے رہے، حضرت مولانا اشرف علی تھانوی سے بیعت تھے اور آپ کے خلیفہ بھی۔

وفات پنڈی (پاکستان)، ۲۰ر شعبان ۱۳۸۵ھ ۱۴ر دسمبر ۱۹۶۵ء

مولانا عبدالرحمٰن امروہوی

ولادت امروہہ ضلع مرادآباد ۱۲۷۷ھ (۱۸۶۰ء)

حجۃ الاسلام مولانا قاسم نانوتوی اور حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی کے شاگرد تھے، تعلیم سے فراغت کے بعد جامع مسجد امروہہ کے مدرسہ میں کچھ دنوں مدرس رہے پھر جامعہ اسلامیہ ڈابھیل میں تدریسی خدمات انجام دیں۔

آپ کی علمی یادگار میں تفسیر بیضاوی پر حاشیہ ہے، اسی طرح مشہور کتاب "مفصل" پر بھی آپ نے حواشی لکھے ہیں، حاجی امداد اللہ مہاجر مکی سے بیعت تھے اور ان سے خلافت بھی حاصل تھی۔

وفات امروہہ ۲۲ر جمادی الثانی ۱۳۶۷ھ (۱۹۴۷ء)

مولانا قاری عبدالرحمٰن پانی پتی

آپ کی شہرت فن تجوید میں درجہ کمال حاصل ہونے کی وجہ سے ہوئی، حالانکہ وہ محقق فقیہ اور حدیث کا مطالعہ بہت وسیع تھا، اور عرصہ دراز تک حدیث کا درس دیا، حدیث میں انکے استاد علامہ رشید الدین دہلوی ہیں اور تکمیل مولانا مملوک علی نانوتوی سے کی ہے فن تجوید میں انکے استاد امام الدین امروہوی ہیں، علوم وفنون کی تکمیل کے بعد خاص طور پر صرف حدیث پڑھنے کے لئے

محدث ہند شاہ اسحاق محدث دہلوی کے حلقۂ درس میں شامل ہو گئے ان کی صلاحیت واستعداد کی وجہ سے حضرت شاہ صاحب کی نظر عنایت خصوصیت کے ساتھ ان پر زیادہ ہو گئی، یہ ان کی خوش قسمتی تھی کہ وہیں سے وہ درس وافتار کی صلاحیتیں لے کر واپس ہوئے۔

فراغت کے بعد وہ نواب باندہ کی دعوت پر ان کے یہاں چلے گئے مگر صرف تین سال وہاں رہ کر وہ اپنے وطن پانی پت لوٹ گئے اور اپنے وطن ہی میں درس وتدریس کا آغاز کیا اور اپنے دور میں علمار احناف کے سرخیل ہو گئے، نہایت متقی صاحب زہد وورع بزرگ تھے، شب وروز قرآن وحدیث کی خدمت میں لگے رہے، مشہور شیخ سعید سنبل کی اوبیات کا ایک نسخہ ان کے پاس تھا جس پر محدث ہند حضرت شاہ اسحاق محدث دہلوی کی مہر تھی اور آپ کا دستخط بھی تھا اس کی ان کو اپنے شیخ سے اجازت حاصل تھی، اس لئے علمار ہند ان کی خدمت میں اس نسخہ کو پڑھ کر حضرت قاری صاحب سے سند واجازت حدیث حاصل کرنے کے لئے جاتے تھے، بعض مسائل پر ان کے چند چھوٹے چھوٹے رسائل بھی ہیں۔

وفات پانی پت ربیع الثانی ۱۳۱۴ھ ۱۸۹۶ء مدفن پانی پت

مولانا عبدالرحمٰن نگرامی

(ولادت نگرام ۱۸۹۹ء ۱۳۱۷ھ)

دارالعلوم ندوۃ العلمار لکھنؤ کے فاضل، حضرت شیخ الہند شیخ الحدیث دارالعلوم دیوبند کے مُرید اور مجاز صحبت، انتہائی متحرک اور فعال عالم تھے، ان کی پوری تعلیم ندوہ میں ہوئی، اس ادارے کے وہ ابتدائی دور کے طلبہ میں سے تھے، علامہ شبلی سے ان کو گہری عقیدت تھی، علامہ شبلی کی بھی نظر عنایت ان پر تھی، طالب علمی کے دور ہی سے بہترین مقرر تھے، فراغت کے بعد مدرسۃ الاصلاح میں استاد رہے، چار سال یہاں رہے اسی دور میں نان کوآپریشن تحریک کے سلسلہ میں سرکاری مدارس کے مقابلہ میں آزاد مدارس کھولے جارہے تھے، مولانا ابوالکلام آزاد نے مدرسہ عالیہ کلکتہ کے مقابلہ میں کلکتہ کی جامع مسجد میں جامعہ اسلامیہ قائم کیا تھا مولانا موصوف سرائے میرسے کلکتہ اسی مدرسہ میں چلے گئے اور صدر المدرسین بنائے گئے، اسی دوران مولانا آزاد گرفتار ہو کر جیل چلے گئے تو مدرسہ کی مالی حالت سقیم ہو گئی مگر آپ نے اس کو سنبھالا

موصوف کلکتہ خلافت کمیٹی کے صدر ہو گئے اور کلکتہ میں ہونے والی خلافت کانفرنس کے صدر استقبالیہ منتخب ہوئے، آپ نے خطبہ استقبالیہ پڑھا، مدرسہ جب بے یار و مددگار رہ گیا تو آپ لکھنؤ چلے آئے یہاں ندوہ میں ان کو تفسیر کا استاد بنایا گیا وہ اردو اور عربی کے اچھے انشاء پرداز تھے ان کی چھوٹی چھوٹی کئی کتابیں ہیں مگر اپنے موضوع اور مواد کے لحاظ سے اہم ہیں، انھوں نے بہت سے علمی، مذہبی اور سیاسی مضامین لکھے جو ملک کے مختلف رسائل میں شائع ہوتے رہے بعد میں ان کا مجموعہ بھی شائع کیا گیا، چونکہ حضرت شیخ الہند سے بیعت تھے اس لئے سیاست کا رنگ بھی ان پر گہرا تھا، کئی گرم سیاسی مضامین بھی ان کے قلم سے نکلے مگر عمر کم پائی صرف ۴۰ سال کی عمر میں دنیا سے منہ موڑ لیا۔

وفات نگرام ۶ مارچ ۱۹۳۶ء (۱۳۴۴ھ)

مولانا عبد الرحمٰن بچھراؤنی

ولادت بچھراؤں ضلع مرادآباد ۱۳۳۳ھ (۱۹۱۴ء)

آپ دار العلوم چلّہ امروہہ کے صدر المدرسین اور شیخ الحدیث تھے، ابتدائی تعلیم آپ نے اپنے وطن میں حاصل کی اور پھر دار العلوم دیوبند میں داخل ہوئے اور وہاں شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد مدنی شیخ الحدیث دار العلوم دیوبند اور دوسرے اساتذہ سے صحاح ستہ کی کتابیں پڑھ کر سند فضیلت حاصل کی۔

فراغت کے بعد مدرسہ عباسیہ بچھراؤں میں مدرس ہو گئے ۱۳۸۲ھ (۱۹۶۲ء) میں دار العلوم چلّہ امروہہ ضلع مرادآباد کے صدر المدرسین اور شیخ الحدیث ہو گئے آپ یہاں سات سال اسی منصب پر رہے، ۱۳۸۹ھ میں آپ جامعہ قاسمیہ مدرسہ شاہی مرادآباد میں آ گئے اور یہاں درجہ علیا کے استاد اور مفتی بنائے گئے، پھر تا زندگی آپ یہیں رہے، حدیث کی کتابوں میں ترمذی شریف کا درس آپ کے ذمہ تھا، کئی سال بخاری شریف جلد ثانی اور مسلم شریف کا بھی درس دیا۔

آپ بعد نماز فجر روزانہ شاہی مسجد میں تفسیر قرآن بیان کرتے تھے، شہر کے اطراف سے مسلمان فجر کی نماز پڑھنے اور تفسیر سننے کے لئے شاہی مسجد آتے تھے اور اچھا خاصا اجتماع

ہوجاتا تھا، ۱۴ برسوں میں آپ نے ۴۱۷۲ چار ہزار ایک سو بہتر استفسار کے جوابات تحریر کئے، اب تک از. ون کو مرتب کرکے شائع نہیں کیا گیا ہے ا، سال کی عمر میں وفات پائی۔

وفات مراد آباد ۱۰ر شوال ۱۳۲۰ھ ۲۱ر جولائی ۱۹۰۳ء مدفن بچھراؤں

مولانا عبدالرحمٰن سیوہاروی

سیوہارہ ضلع بجنور آپ کا وطن تھا، ممتاز علماء میں شمار تھا، جامعہ قاسمیہ شاہی مراد آباد کے ابتدائی دور کے مستفیدین میں شامل تھے، تکمیل دارالعلوم دیوبند میں کی۔ عربی ادب سے خصوصی شغف تھا، عربی نظم و نثر پر یکساں قدرت حاصل تھی، عربی کے قادرالکلام شاعر تھے، اکابر دارالعلوم دیوبند کی تنظیم موتمرالانصار کے اجلاس مراد آباد کے موقعہ پر آپ نے عربی میں ایک نعت لکھی تھی جسے مفتی اعظم مولانا کفایت اللہ صاحب شاہجہاں پوری دہلوی نے اجلاس میں پڑھ کر سنایا۔

آپ ۱۳۴۳ھ سے ۱۳۵۰ھ تک دارالعلوم دیوبند کی مجلس شوریٰ کے رکن رہے، بھوپال کی مقتدر تنظیم "مجلس العلماء" کے رکن رکین تھے: جب آپ نے بھوپال میں مستقل قیام کیا تو ریاست بھوپال کے سرکاری مدرسہ جامعہ احمدیہ کے مسند اہتمام پر بھی فائز تھے، درس و تدریس کا بھی سلسلہ جاری تھا، جمعیۃ علماء ہند کے ممتاز رہنما اور عربی کے ادیب مولانا عبدالحلیم صدیقی لکھنوی ناظم اعلیٰ جمعیۃ علماء ہند آپ کے مخصوص شاگردوں میں تھے، بھوپال میں تاعمر پورے اعزاز و احترام کے ساتھ رہے، یہاں تک کہ پیام اجل آپہونچا۔

وفات بھوپال ۱۹۳۲ء (۱۳۵۱ھ)

مولانا عبدالرحمٰن مبارکپوری

ولادت مبارک پور ضلع اعظم گڈھ ۱۲۸۳ھ (۱۸۶۶ء)

ترمذی شریف کی عربی میں ایک مبسوط شرح تحفۃ الاحوذی نے آپ کو علمی دنیا میں زندۂ جاوید بنادیا، علم حدیث میں ان کا کیا مقام و مرتبہ تھا؟ اس کتاب سے اہل علم اندازہ لگاسکتے ہیں، آپ قصبہ مبارک پور ضلع اعظم گڈھ کے محلہ پورہ صوفی میں ایک خام سفال پوش مکان میں رہتے تھے، آخر عمر میں نابینا ہوگئے تھے، تب بھی آپ کی تصنیف کا سلسلہ

جاری تھا، آپ زبانی املا کراتے تھے۔

وفات مبارک پور ضلع اعظم گڈھ ۱۳۵۳ھ (۱۹۳۴ء)

مولانا عبدالسلام ندوی

ولادت ۱۳۰۰ھ (۱۸۸۳ء)

دار المصنفین اعظم گڈھ کے رفیق تھے، مجذوب صفت عالم تھے، خود میں کھوئے کھوئے سے رہتے تھے لیکن ذہن بڑا روشن اور بہت دراک تھا، تصنیف و تالیف میں جتنے صفحات روزانہ لکھنا انھوں نے طے کر لیا اتنے صفحات وہ ضرور لکھتے اگر صفحے کے ختم ہونے پر بات نا تمام رہ گئی تو جملہ تک کل کیلئے ادھورا چھوڑ دیتے اور دوسرے دن اس بات کو مکمل کرتے ایسا محسوس ہوتا تھا کہ ان کو جو کچھ لکھنا ہوتا تھا ان کے ذہن میں مرتب رہتا تھا ان کی کتاب "شعر الہند" علمی حلقوں کی مقبول ترین کتاب ہے۔

وفات اعظم گڈھ ۲۵ صفر ۱۳۷۶ھ اکتوبر ۱۹۵۶ء

مولانا عبدالسلام قدوائی

ولادت تھولینڈی ضلع رائے بریلی

تعلیم ندوۃ العلماء لکھنؤ اور جامعہ ملیہ دہلی میں حاصل کی، تکمیل کے بعد دار العلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ میں استاد بنا دیئے گئے پھر وہاں سے جامعہ ملیہ دہلی میں آگئے، آخر میں آپ جامعہ ملیہ کے شعبۂ دینیات کے ناظم ہو گئے تھے، حضرت حاجی امداد اللہ تھانوی مہاجر مکی سے بیعت تھے۔ کئی کتابوں کے مصنف ہیں جن میں۔ ہماری بادشاہی، ہندوستان کی کہانی، حدیث نبوی کے اولین صحیفے، حضرت بلالؓ، قرآن مجید کی پہلی دوسری اور تیسری کتاب، مثالی حکمراں، تعلیمات اسلام، روح القرآن وغیرہ، رسالہ معارف دار المصنفین اعظم گڈھ کے شذرات بھی ایک عرصہ تک لکھتے رہے۔

وفات تھولینڈی ضلع رائے بریلی ۴ر اگست ۱۹۷۹ء (۱۴۰۰ھ)

مولانا عبدالسلام فاروقی لکھنوی

جید عالم، بہترین اور ذہین مناظر، دار المبلغین پاٹانالہ لکھنؤ کے سربراہ، امام اہلسنت

مولانا عبدالشکور فاروقی لکھنوی کے صاحبزادے تھے، ردشیعیت ان کا خاص موضوع تھا، روافض کی کتابوں اور حوالوں سے خوب واقف تھے، انتہائی سادہ مزاج اور انتہائی سادگی کی زندگی گذاری۔

وفات لکھنؤ ۱۴ اگست ۱۹۷۴ء (۱۳۹۴ھ)

مولانا عبدالسمیع دیوبندی

ولادت دیوبند ۱۲۹۵ھ (۱۸۷۸ء)

دارالعلوم دیوبند میں استاد تھے

وفات دیوبند ۱۳۶۶ھ (۱۹۴۶ء)

مولوی عبدالسمیع رام پوری

رام پور منہاران ضلع سہارنپور کے رہنے والے تھے، مفتی صدرالدین آزردہ دہلوی کے شاگرد تھے، اردو شاعری میں مرزا غالب سے اصلاح لیتے تھے، کسی مدرسہ میں مدرس تھے، بدعات مروجہ کی تائید و حمایت میں سب سے پہلی کتاب ان کی "انوار ساطعہ" ہے جو ۱۸۸۵ء میں شائع ہوئی، یہ رضاخانی فرقہ کا نقطۂ آغاز تھا جو بعد میں بتدریج ایک فرقہ کی شکل اختیار کرگیا، مولانا خلیل احمد صاحب محدث سہارنپوری نے اس کے جواب میں "براہین قاطعہ" لکھی تھی، موصوف ان دنوں بھاول پور کے ایک مدرسہ میں استاد تھے اس کتاب نے بدعات وخرافات کو دین سمجھنے والے حلقہ میں آگ لگادی اور کتاب کے خلاف اہل بدعت نے بڑے بڑے فتنے کھڑے کئے۔

تاریخ وفات دریافت نہیں ہوسکی۔

مولانا عبدالشکور فاروقی لکھنوی

ولادت کاکوری ضلع لکھنؤ ۲۳ ذی الحجہ ۱۲۹۳ھ دسمبر ۱۸۷۶ء

ردشیعیت میں ہندوستان کی تاریخ میں بے مثال شخصیت، امام اہل سنت، بے پناہ مضامین، ایک پر ایک کتابیں اور بہت سے مناظروں کی روداد یں آپ کی علمی زندگی کے اجزا ہیں، اس فتنہ کی اہمیت کو جتنی شدت سے محسوس کیا اتنی ہی قوت وطاقت سے اس کے

آگے بند باندھنے میں اپنی ساری زندگی صرف کر دی، شیعی مجتہدین کی چرب زبانی اور رطب اللسانی کے باوجود ان کا ناطقہ بند کر دیا، رد شیعیت ہی کو پیش نظر رکھ کر لکھنؤ میں دار المبلغین کے نام سے ایک تربیت گاہ قائم کی جہاں علماء فضلاء کو مناظروں کی تربیت دیجاتی تھی، ایک اخبار النجم ہفتہ وار نکالتے تھے یہ ساری جدوجہد شیعیت ورافضیت کی تردید کے سلسلہ میں تھی، چونکہ کربلا کا واقعہ ہی شیعوں کے ایمان واسلام کا محور ہے، اس کے علاوہ ان کے دین میں اور کوئی نہ حکم ہے اور نہ فریضہ، آپ نے "قاتلان حسین کی خانہ تلاشی" کتاب لکھ کر ناقابل تردید دلائل سے ثابت کر دیا کہ حضرت حسین کو کربلا کے میدان میں شہید کرنے والے خود ہی شیعہ تھے اور آج خود ہی اس کا ماتم کرتے ہیں۔

آپ کی علمی یادگار میں ایک قرآن پاک کا اردو ترجمہ ہے، صحابہ کرام کے حالات پر مشتمل اور مشہور کتاب "اسد الغابہ" جیسی ضخیم کتاب کو بھی آپ نے اردو میں منتقل کیا، شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کی خلفائے راشدین کے سلسلہ کی کتاب "ازالۃ الخفاء" کو بھی اردو کا لباس پہنایا، تفسیر آیت استخلاف اور دوسری بہت سی کتابیں ہیں۔

وفات لکھنؤ ۱۷ ذی قعدہ ۱۳۸۰ھ (۱۹۶۲ء)

مولانا عبد الصمد کوپا گنجی

قصبہ کوپا گنج ضلع اعظم گڑھ وطن تھا وہاں کے ایک بڑے مدرسہ مصباح العلوم کے صدر المدرسین تھے ان کے شاگردوں میں اس دیار کے بہت سے اہل علم شامل ہیں، ساری زندگی درس و تدریس میں گذری۔

وفات کوپا گنج ضلع اعظم گڑھ ۶ جنوری ۱۹۶۷ء (۱۳۸۶ھ)

شاہ عبد العزیز محدث دہلوی

ولادت دہلی ۱۱۵۹ھ (۱۷۴۶ء)

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کے فرزند اکبر تھے، حدیث میں اپنے والد کے جانشین ہوئے، بلکہ ان کے علوم انھیں کے ذریعہ ہندوستان میں عام ہوئے، ان کے تلامذہ پورے ہندوستان میں پھیلے ہوئے ہیں ہندوستان، پاکستان اور بنگلہ دیش کے علماء کی سند حدیث

بغیر ان کے نام نامی کے مکمل نہیں ہوسکتی، یہ ایسی سنہری اور طلائے ناب زنجیر کی کڑی ہیں کہ اگر ان کا نام نہ لیا جائے تو یہ زنجیر ہی ٹوٹ جائے گی، علم حدیث کا بحر مواج تھے، جس عالم نے ان کے سامنے زانوئے تلمذ تہ کرلیا اس کا سر فخر سے بلند ہوگیا اس کے کلاہ افتخار میں ایک بیش بہا موتی کا اضافہ ہوگیا، ہندوستان کے مشہور بزرگ مصلح و مرشد، شیخ طریقت سید احمد شہید رائے بریلوی، حضرت شاہ فضل الرحمٰن گنج مراد آبادی جیسے عظیم المرتبت بزرگوں کو آپ کی شاگردی پر ناز رہے، ردِ شیعیت میں ان کی کتاب "تحفۂ اثنا عشریہ" اپنے موضوع پر لاجواب اور لاثانی کتاب ہے، آپ کی دوسری مختصر کتاب "بستان المحدثین" ہے۔

وفات ۱۲۳۹ھ (۱۸۲۳ء)

مولانا عبد العزیز میمن

ولادت راج کوٹ (کاٹھیاواڑ) ۱۸۸۸ء (۱۳۰۶ھ)

اپنے دور میں عربی زبان کے مشہور ادیب، محقق عالم اور انشا پرداز تھے، ڈپٹی نذیر احمد دہلوی کے شاگردوں میں تھے، ادب عربی کی تعلیم انھیں سے حاصل کی تھی، مشن کالج پشاور میں عربی فارسی کے استاد رہے، پھر لاہور آگئے، یہاں بھی درس و تدریس ہی مشغلہ رہا، آخر میں آپ مسلم یونیورسٹی علی گڈھ آئے اور شعبۂ عربی میں ریڈر ہوئے اور ۱۹۵۰ء میں صدر شعبہ کی حیثیت سے ریٹائر ہوئے، اس کے بعد وہ پاکستان چلے گئے، بقیہ ایام زندگی وہیں بسر کرکے سفر آخرت پر چلے گئے۔

وفات کراچی، ۲۰ اکتوبر ۱۹۷۸ء (۱۳۹۹ھ)، بعمر ۹۰ سال

مولانا عبد العزیز گوجرانوالہ

فاضل دار العلوم دیوبند اور محدث وقت تھے، گوجرانوالہ کی جامع مسجد کے امام اور خطیب تھے انھوں نے صحاح اور مسانید کی متعدد کتابوں کی فہرستیں بطور اطراف مرتب کی ہیں جن میں سے صرف بخاری شریف کی فہرست "نبراس الساری فی اطراف البخاری" کے نام سے شائع ہوچکی ہے مسند احمد بن حنبل کی بھی ایک فہرست مرتب کی تھی مگر تادم تحریر شائع نہیں ہوسکی ہے اور دوسری فہرستوں کے مسودہ کے بارے میں بھی علم نہیں، محفوظ ہیں یا ضائع ہوگئے۔

وفات گوجرانوالہ پاکستان ۱۳۵۹ھ (۱۹۴۰ء)

حافظ عبدالعزیز مرادآبادی (حافظ ملت)

آپ کا وطن مرادآباد تھا بسلسلہ ملازمت مبارک پور ضلع اعظم گڈھ آئے اور پھر یہیں سکونت اختیار کر لی، مدرسہ اشرفیہ کی بنیاد ڈالی اور اس کو بام ترقی پر پہونچایا، اس زمانہ میں بریلی کا مدرسہ رضویہ زوال پذیر تھا اور اس کی مرکزیت ختم ہو چکی تھی، مدرسہ اشرفیہ نے جماعت کی گرتی ہوئی دیوار کو سہارا دینے میں اہم رول ادا کیا، موجودہ دور میں رضاخانی جماعت کا مرکزی مدرسہ یہی مدرسہ اشرفیہ ہے، موصوف زندگی بھر جماعت کی تنظیم میں لگے رہے کافی عزت و مقبولیت حاصل کی تھی جماعتی جلسوں میں بلائے جاتے تھے، مبارکپور ہی میں وفات پائی۔

وفات مبارک پور ضلع اعظم گڈھ (۱۳۹۶ھ ۱۹۷۶ء)

ڈاکٹر عبدالعلی ناظم ندوۃ العلماء لکھنؤ

ولادت دائرہ شاہ علم اللہ رائے بریلی (۱۳۱۱ھ ۱۸۹۳ء)

دائرہ شاہ علم اللہ تکیہ رائے بریلی کے سلسلۃ الذہب کی ایک کڑی تھے، طب کی تعلیم حاصل کی تھی علاج معالجہ پیشہ تھا، ایک عرصہ تک دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ کا بار اہتمام آپ کے کندھوں پر تھا، بہت ہی متقی اور محتاط زندگی بسر کی حضرت شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد مدنی سے بیعت تھے، شیخؒ کے دل میں بھی ان کی قدر و منزلت یہ تھی کہ جب بھی لکھنؤ تشریف لاتے تو ڈاکٹر صاحب کا گھر ہی آپ کی قیام گاہ ہوتی تھی۔

وفات لکھنؤ ۲۲ ذی قعدہ ۱۳۸۰ھ مئی ۱۹۶۱ء

مولانا عبدالعلی میرٹھی

وطن عبداللہ پور ضلع میرٹھ

حجۃ الاسلام مولانا قاسم نانوتوی اور مولانا احمد علی محدث سہارنپوری کے شاگرد ہیں خود ان کے شاگردوں میں مولانا اشرف علی تھانوی مولانا حسین احمد مدنی، علامہ انور شاہ کشمیری جیسے علماء شامل ہیں، عرصہ دراز تک دارالعلوم دیوبند میں استاد رہے، بعد میں دیوبند سے دہلی مدرسہ حسین بخش میں چلے گئے تھے۔ وہیں تدریسی فرائض ادا کرتے ہوئے

جان جاں آفریں کو سپرد کی۔

وفات دہلی ۱۳۴۰ھ (۱۹۲۱ء) مدفن مہندیاں دہلی

ملا عبد العلی بحر العلوم

مشہور علمی خانوادہ فرنگی محل لکھنؤ کے فرد جلیل تھے اپنے دور میں منطق و فلسفہ کے امام سمجھے جاتے تھے۔

وفات ۱۲ رجب ۱۲۲۵ھ (۱۸۱۰ء)

مولانا عبد الغفار مئوی۔

ولادت مؤ ضلع اعظم گڈھ ۸ر صفر ۱۲۸۳ھ (۱۸۶۶ء)

مولانا رشید احمد گنگوہی کے شاگرد تھے، علوم اسلامیہ میں تبحر حاصل تھا مختلف مدارس گورکھپور بنارس وغیرہ میں مدرس رہے امام ابو حنیفہ کے حالات پر ایک کتاب "غرائب البیان فی مناقب النعمان"۔ دوسری کتاب تصوی الندیٰ فی من تمسک باوثق العریٰ قلمی یادگار ہے۔

وفات مئو ۱۳۴۱ھ (۱۹۲۲ء)

شاہ عبد الغنی محدث دہلوی

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کے صاحبزادے ہیں، علم وفضل اس خاندان کا طرۂ امتیاز ہے این خانہ ہمہ آفتاب ست اپنے والد اور بھائیوں کی علمی خدمات میں شریک ہیں، اس خاندان کے احسان سے اسلامی ہند کبھی سبکدوش نہیں ہو سکتا۔

وفات دہلی ۱۲۲۷ھ (۱۸۱۲ء)

شاہ عبد الغنی مجددی دہلوی

ولادت ۱۲۳۵ھ ۱۸۲۰ء

اپنے دور کے عظیم المرتبت محدث اور شیخ طریقت تھے، ان کے تلامذہ کی تعداد بھی بہت ہے بعد میں آپ مدینہ منورہ ہجرت کر گئے تھے وہاں بھی حدیث کی تعلیم و تدریس کا سلسلہ جاری کر رکھا تھا اسی مقدس سرزمین میں آسودۂ خواب ہوئے۔

وفات مدینہ منورہ جون ۱۸۷۹ء محرم ۱۲۹۶ھ

مولانا عبد الغنی پھولپوری

مولانا اشرف علی تھانوی کے اجلّہ خلفاء میں سے تھے، علم وفضل میں ممتاز تھے، مدرسۃ الاصلاح سرائمیر میں مدرس رہے بعد میں خود اپنا ایک مدرسہ بیت العلوم قائم کیا اور عرصہ دراز تک اس میں فرائض تدریس انجام دیتے رہے بیعت وارشاد کا بھی سلسلہ جاری تھا آپ کا وطن پھولپور ضلع اعظم گڈھ ہے، آخر میں آپ پاکستان چلے گئے تھے وہیں تا زندگی رہے، وہیں وفات پائی ان کی ایک کتاب معرفت الٰہیہ ان کی قلمی یادگار ہے۔

وفات کراچی ۲۱ ربیع الاول ۱۳۸۳ھ ۱۲ اگست ۱۹۶۳ء

مولانا عبد الغنی پھلاوَدی

ولادت پھلاوَدہ ضلع میرٹھ ۳ ذی قعدہ ۱۲۶۹ھ ۹ اگست ۱۸۵۳ء

عالم باعمل، ولی کامل، معرفت وسلوک میں بلند مقام پر فائز تھے، آپ مولانا قاسم نانوتوی بانیٔ دار العلوم کے خاص شاگردوں میں ہیں، انھوں نے اس زمانہ میں آپ سے پڑھا ہے جب حضرت نانوتوی میرٹھ کے مطبع مجتبائی میں تصحیح کا کام کر رہے تھے اور چند مخصوص طلبہ کو اپنے ساتھ رکھ کر ان کو ہر علم وفن کی کتابیں پڑھاتے، مولانا احمد حسن محدث امروہوی، مولانا محمود حسن شیخ الہند اور مولانا عبد الغنی نے اسی طرح تعلیم حاصل کی ہے۔

تفسیر، فقہ، اصول فقہ، منطق وفلسفہ ہر علم وفن کی کتابیں انھیں سے پڑھیں، پھر ان کو دار العلوم دیوبند بھیج دیا اور انھوں نے وہاں دورۂ حدیث پڑھ کر سند فضیلت حاصل کی، فراغت کے بعد امروہہ گئے اور مولانا امروہوی کے مدرسہ میں مدرس ہو گئے، اس سے قبل ایک سال مدرسہ شاہی مرادآباد میں درس دے چکے تھے۔

آپ حضرت حاجی امداد اللہ تھانوی مہاجر مکی سے بیعت تھے اور ان کے خلیفہ تھے سند خلافت مکہ مکرمہ سے اس وقت بھیجی گئی جب آپ امروہہ کے مدرسہ میں تدریسی خدمت انجام دے رہے تھے اس تحریر پر یکم ربیع الثانی ۱۳۱۱ھ کی تاریخ پڑی ہوئی ہے، آپ نے ۸۰ سال کی عمر پائی۔

وفات ، ربیع الثانی ۱۳۵۲ھ ۱۱ اگست ۱۹۳۳ء

شیخ عبدالقادر جیلانی

مشہور شیخ طریقت ولی کامل، مدفن بغداد (عراق)

وفات ۵۶۱ھ (۱۱۶۶ء)

شاہ عبدالقادر دہلوی

ولادت ۱۱۶۷ھ (۱۷۵۳ء) دہلی

خانوادۂ ولی اللّٰہی کے چشم و چراغ تھے، سب سے پہلے قرآن پاک کا اردو میں ترجمہ کرنے والے ہیں جو "موضح القرآن" کے نام سے اہل علم میں مشہور ہے، ساری زندگی تعلیم و تدریس تفسیر، آیاتِ قرآنی پر غور و فکر کرتے ہوئی گذری۔

وفات دہلی رجب ۱۲۳۰ھ جون ۱۸۱۵ء

شاہ عبدالقادر رائے پوری

مشہور خانقاہ رائے پور ضلع سہارن پور کے شیخ طریقت، علماء دیوبند و مظاہر علوم سہارن پور کے مقتدا اور شیخ تھے، ان سے بیعت ہونے والوں کی تعداد مغربی اضلاع اور پنجاب میں زیادہ ہے

وفات رائے پور ضلع سہارن پور ۱۳۸۲ھ (۱۹۶۲ء)

مولانا عبدالقادر مالیگانوی

ولادت رسول پور ضلع اعظم گڈھ ۱۳۳۲ھ

دارالعلوم دیوبند کے فاضل، مجلس شوریٰ دارالعلوم دیوبند کے قدیم ترین ارکان میں سے تھے آپ کا خاندان مشرقی اتر پردیش میں ضلع اعظم گڈھ کا تھا جو مالیگاؤں ضلع ناسک میں جاکر آباد ہوگیا ان کی عزیزداریاں ضلع اعظم گڈھ میں ہیں خود عالم فاضل، متقی، انتہائی نیک سیدھے سادے، مرنجان مرنج اور مالیگاؤں میں بڑی عزت اور احترام کی نگاہ سے دیکھے جاتے تھے جمعیۃ علماء ہند کے کاز کی حمایت کرتے اور اس کے پروگراموں کو عملی جامہ پہنانے میں اپنی ٹیم کے ساتھ ہمیشہ سرگرم رہے۔

وفات مالیگاؤں ضلع ناسک ۲۷ر نومبر ۱۹۹۲ء (۱۴۱۳ھ)

pistan.com

شاہ عبدالقدوس گنگوہی

مشہور شیخ طریقت، مزار گنگوہ میں ہے۔

وفات جمادی الثانی ۹۴۴ھ نومبر ۱۵۳۷ء

مولانا عبدالقدیر بدایونی

ولادت بدایوں ۱۱ر شوال ۱۳۱۱ھ ۱۷ر اپریل ۱۸۹۴ء

خانقاہ قادریہ بدایوں کے پیر و مرشد تھے، ان کے مریدین کی تعداد خاصی تھی، بہت خوش بیان واعظ تھے جس درگاہ سے وابستہ تھے اس کا مشن صرف، ردّ وہابیت، تھا، جو لوگ بدعات وخرافات اور مشرکانہ رسوم کی مخالفت کرتے تھے وہ لوگ ان کو وہابی کہتے تھے، جس زمانہ میں انگریزوں کے اشارہ سے شریف حسین نے ترکوں کے خلاف حجاز میں بغاوت کرائی تھی اس زمانہ میں موصوف حجاز گئے ہوئے تھے، انھوں نے شریف حسین سے کئی ملاقاتیں کیں اور اس کو اس بغاوت پر مبارکباد دی تھی، لیکن شریف حسین کی بدقسمتی یہ ہوئی کہ جلد ہی اس کو اپنی غداری کی سزا مل گئی اور حجاز پر ایک دیندار خاندان کا اقتدار قائم ہوگیا اور اس نے حجاز میں اسلامی قانون کے مطابق نظام حکومت قائم کرنے کے لئے عالم اسلام کے نمائندوں پر مشتمل ایک اسلامی کانفرنس بلائی جس میں ہندوستان سے جمعیۃ علماء ہند کے ارکان کو مدعو کیا گیا اور اس کی طرف سے مفتی کفایت اللہ شاہجہاں پوری، مولانا عبدالحلیم صدیقی لکھنوی، سید سلیمان ندوی شریک ہوئے، اس وفد کی مخالفت میں مولانا عبدالقدیر بدایونی کے حکم سے ان کے بھانجے خواجہ غلام نظام الدین نے عربی میں ایک پوسٹر چھپوایا اور شریف حسین کو جدہ میں بھیجا تھا، اس پوسٹر میں اس وفد کی مخالفت کی گئی تھی اور شریف حسین کی حمایت کی گئی تھی۔

موصوف عراق وغیرہ کا سفر کر چکے تھے، ریاست حیدرآباد سے آپ کے خاندان کا تعلق تین پشتوں سے تھا ان کے دادا مولانا فضل رسول بدایونی کا وظیفہ ریاست کی طرف سے مقرر تھا، اس لئے ان کے مدرسہ کے لئے بھی حیدرآباد سے سو روپیہ ماہوار مقرر تھا، خود موصوف کی ذات کے لئے بھی سو روپے ماہوار علیحدہ سے ملتا تھا اور بقول ماہر القادری

(یادرفتگاں) مریدوں سے بھی اچھی آمدنی ہو جاتی تھی اس لئے بڑی خوشحالی اور فارغ البالی سے زندگی گذرتی تھی، بعد میں یہ ریاست حیدر آباد میں مفتی کے عہدے پر بھی فائز ہو گئے تھے ایک بار کسی نے موصوف سے پوچھا کہ قبروں پر جو کچھ ہو رہا ہے، پھول، چادر چڑھانا، چراغ جلانا، اگربتی جلانا، صندل ملنا، قبروں کو غسل دینا، انھیں چومنا، ان کو سجدہ کرنا کیا ان میں سے کوئی بھی بدعت نہیں ہے تو اس کے جواب میں انھوں نے تلخ و تند لہجہ میں کہا کہ بدعت؟ بدعت تو مولوی اشرف علی کا نام ہے۔

موصوف ذہین، طباع، بذلہ سنج تھے، شعر و شاعری سے غیر معمولی شغف تھا، ہر سال وہ بغداد بڑے پیر صاحب کے مزار پر جاتے تھے اور وہیں گیارہویں شریف مناتے تھے، یہ ان کا معمول تھا۔

وفات بدایوں ۲۰ر شوال ۱۳۷۹ھ ۱۳ر مارچ ۱۹۶۰ء

مدفن درگاہ قادری بدایوں

حکیم عبدالقوی دریا آبادی

دریا آباد ضلع بارہ بنکی وطن تھا، مشہور مصنف عبدالماجد دریا آبادی کے برادر زادہ بھی تھے اور داماد بھی، خود بھی بہت اچھے اور زود نویس صحافی تھے، کئی اخبارات کے بیک وقت افتتاحیہ لکھتے تھے، "صدق جدید" کا بیشتر کام لکھنؤ میں رہ کر یہی انجام دیتے تھے، کچہری روڈ پر ان کا دیران سا مطب تھا، بہت کم سخن اور کم گو تھے۔

وفات بعمر ۷۰ سال ۱۶ر اکتوبر ۱۹۹۲ء (۱۴۱۳ھ)

مولانا عبدالقیوم بڈھانوی

یہ مولانا عبدالحی بڈھانوی کے صاحبزادے اور حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی کے نواسے تھے اور حضرت اسحاق محدث دہلوی کے داماد تھے، بھوپال میں سکونت اختیار کر لی تھی، ان کا شمار اس دور کے مشاہیر علماء اور بڑے مفتیوں میں ہوتا تھا، حدیث حضرت شاہ اسحاق محدث سے پڑھی تھی، بھوپال کے مدرسہ میں حدیث و تفسیر اور فقہ کا درس دیتے تھے، نمود و نمائش کا ان کی شخصیت میں دور دور کہیں پتہ نہیں چلتا تھا، بہت سادگی کے ساتھ رہتے

تھے، بہت ہی عظیم شیخ و مرشد تھے، فقہ حنفی کے بہت بڑے عالم اور درسیات کی کتابوں کے گویا حافظ تھے، آخر میں جب علیل ہوئے تو بھوپال سے اپنے وطن بڈھانہ کے لئے چل پڑے بنارس میں چند دن ٹھہرے، ان کے ساتھ طلبہ کی ایک جماعت بھی سفر کرتی تھی اور راہ میں ان سے حدیث کا درس لیتی رہتی تھی، مرض بڑھتا گیا، جب اپنے وطن بڈھانہ پہونچے اسی دن بخاری شریف ختم کرائی، اپنے گھر میں داخل ہونے کے دو گھنٹے بعد سفر آخرت کے لئے روانہ ہو گئے، ان کی قلمی یادگار ایک رسالہ اُردو میں ہے جس میں بیواؤں کے نکاح ثانی کی ترغیب دلائی گئی ہے اور جو لوگ اس کو عیب سمجھتے ہیں ان کی مذمت کی گئی ہے۔

وفات بڈھانہ ضلع مظفر نگر ۱۲۹۹ھ (۱۸۸۲ء)

مولانا مفتی عبد الکریم گمتھلوی

ولادت قصبہ گمتھلہ ضلع کرنال ۵ ارمحرم ۱۳۱۵ھ (۱۸۹۷ء)

مظاہر علوم سہارن پور کے فضلاء میں ہیں، فراغت کے بعد اجراڑہ ضلع میرٹھ اور گوڑگانواں کے مدرسوں میں کار تدریس انجام دیا، اس کے بعد آپ تھانہ بھون چلے آئے خانقاہ امدادیہ تھانہ بھون میں تدریس و تالیف اور افتاء کا کام کرتے رہے، شدھی سنگٹھن کے زمانہ میں آگرہ اور اس کے اطراف میں تبلیغ کا بڑا کام کیا، آدھے درجن کتابوں کے مصنف ہیں آزادی کے بعد ساہیوال ضلع سرگودھا چلے گئے تھے وہیں وفات پائی۔

وفات ساہیوال ۹ ررجب ۱۳۶۸ھ ۸ رمئی ۱۹۴۹ء مدفن ساہیوال

مفتی عبد اللہ ٹونکی

مشاہیر علماء میں شمار تھا، ادب میں مولانا فیض الحسن ادیب سہارن پوری کے اور حدیث میں مولانا احمد علی محدث سہارن پوری کے شاگرد تھے، مولانا فیض الحسن اس زمانہ میں اورنٹیل کالج لاہور میں پروفیسر تھے، جب موصوف رٹائر ہوئے تو استاد کی جگہ پر یہی پروفیسر بنائے گئے، اخیر زمانہ میں دار العلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ میں صدر المدرسین ہو کر آگئے، ندوہ کے بعد مدرسہ عالیہ کلکتہ میں صدر مدرس ہوئے، یہیں سے بیمار ہو کر اپنے لڑکے کے پاس بھوپال چلے گئے وہیں انتقال ہوا۔

وفات بھوپال، ۲ر نومبر ۱۹۲۰ء ربیع الاول ۱۳۳۹ھ

www.KitaboSunnat.com

عبداللہ چکڑالوی

فرقہ اہل قرآن کے بانی، منکرین حدیث کے سرگروہ تھے، لاہور میں سکونت تھی۔ "اہل الذکر" کے نام سے ایک جماعت بنائی تھی، ان کے نزدیک نماز کا طریقہ جمہور امت کے خلاف تھا۔

وفات ۱۳۳۴ھ (۱۹۱۵ء)

مولانا عبداللہ شاہ جلال آبادی

جلال آباد ضلع مظفر نگر وطن تھا، دارالعلوم دیوبند کے ابتدائی دور کے فیض یافتوں میں سے ہیں، مولانا محمد یعقوب نانوتوی کے شاگردوں میں ہیں، دوبارہ حدیث مولانا احمد علی محدث سہارن پوری سے پڑھی، شاہ عبدالرحیم رائے پوری سے بیعت تھے، بعد میں کرنال میں سکونت اختیار کرلی تھی کئی کتابوں کے مصنف ہیں۔

وفات ۱۲ر شوال ۱۳۴۳ھ ۱۵ر مئی ۱۹۲۴ء

مولانا عبداللہ عمادی

امروائی ضلع جون پور آبائی وطن تھا، ذہین وفطین عالم، اچھے مصنف اور مترجم تھے منطق وفلسفہ مولانا ہدایت اللہ رام پوری سے مدرسہ حنفیہ جون پور میں پڑھا بقیہ جملہ علوم وفنون اپنے والد مولانا محمد افضل اور اپنے دادا مولانا حسین صاحب سے پڑھنے کے بعد لکھنؤ سے انھوں نے عربی میں ایک رسالہ "البیان" جاری کیا، پھر آپ امرتسر کے مشہور اخبار "الوکیل" سے منسلک ہوگئے، کچھ دنوں بعد الوکیل سے علیحدہ ہوکر حیدرآباد چلے گئے اور وہاں دارالترجمہ میں مستقل ملازمت اختیار کرلی اور پھر وہیں ساری زندگی تصنیف وتالیف اور ترجمہ میں گذاری، عربی کی بہت سی اہم کتابوں کا انھوں نے اردو میں ترجمہ کیا جن میں سے اکثر طبع ہوچکی ہیں ان کی بعض تصنیفات اور تراجم درج ذیل ہیں۔

شرح مفصل (زمخشری) محکمات، علم الحدیث، تاریخ عرب قدیم، فلسفۂ قرآن، کتاب الزکوٰۃ ابن عربی، بدعات محرم، یہ سب کتابیں اردو میں ہیں تراجم میں طبقات ابن سعد، کتاب التنبیہ والاشراف، ترجمہ تاریخ جون پور، مسعودی کی مروج الذہب،

طبری کی تاریخ الملوک والامم (دو آخیر کی جلدیں) ابن حزم مقدسی کی الملل والنحل اور ابن قتیبہ کی کتاب المعارف شامل ہیں، حدیث تفسیر فقہ اصول فقہ علم کلام سے خوب واقف تھے۔

وفات حیدرآباد ۱۰ر ستمبر ۱۹۴۷ء شوال ۱۳۶۶ھ مدفن جوار سید احمد باریا

علامہ عبداللہ یوسف علی

ولادت ۴ر اپریل ۱۸۷۲ء (صفر ۱۲۸۹ھ)

قرآن پاک کا آپ نے انگریزی میں ترجمہ کیا ہے۔ جو دو جلدوں میں شائع ہو چکا ہے حیدرآباد کے محکمہ صنعت و حرفت کے وزیر رہے، لاہور میں اسلامیہ کالج کے پرنسپل بھی رہے آخر میں لندن چلے گئے وہیں انتقال ہوا۔

وفات لندن ۱۰ر دسمبر ۱۹۵۳ء

حافظ عبداللہ غازی پوری

ولادت مئو ضلع اعظم گڈھ ۱۲۶۱ھ (۱۸۴۵ء)

علماء اہل حدیث میں بہت ہی ممتاز، متحرک وفعال اور اپنے مسلک کی نشر و اشاعت میں اتنا کام کیا جتنا کوئی ادارہ انجام دے سکتا ہے مئو اور بنارس اور مشرقی اتر پردیش کے کئی ضلعوں میں مسلک اہل حدیث کی اشاعت انھیں کے مساعی سے ہوئی آپ کا خاندان مئو کا ہے مگر غازی پور میں سکونت اختیار کر لی تھی تعلیم کا آغاز غازی پور اور جونپور سے ہوا، مفتی محمد یوسف لکھنوی سے مدرسہ حنفیہ جونپور میں تعلیم حاصل کی اور حدیث دہلی جاکر شاہ نذیر حسین بہاری دہلوی سے پڑھی، تعلیم سے فارغ ہونے کے بعد جب سفر حج میں گئے تو وہاں علامہ شوکانی سے دوبارہ حدیث پڑھ کر سند و اجازت حاصل کی۔

واپسی کے بعد برسوں چشمۂ رحمت غازی پور میں مدرس رہے پھر بیسوں برس مدرسہ احمدیہ آرہ میں تدریسی فرائض انجام دیئے، آخر میں آپ دہلی چلے گئے اور وہاں ایک مدرسہ میں کئی برس رہ کر لکھنؤ آئے اور یہیں پیام اجل بھی آگیا۔

وفات لکھنؤ صفر ۱۳۳۷ھ (۱۹۰۹ء) مدفن عیش باغ لکھنؤ

مولانا عبد اللطیف نعمانی

ولادت ۷ر رمضان ۱۳۱۵ھ ۹ر فروری ۱۸۹۹ء

جید عالم، بہترین مناظر، عمدہ خطیب، منجھے ہوئے سیاستداں، ممتاز استاد اور معلم مدرسہ مفتاح العلوم مئو کی نشاۃ ثانیہ میں اپنے رفقاء کار کے ساتھ ان کا بھی زبردست ہاتھ تھا، بعد میں مفتاح العلوم کے صدر مہتمم، شیخ الحدیث رہے، مئو میونسپل بورڈ کے چیرمین، کانگریس کے ممتاز رہنما، نیشنلسٹ مسلمانوں کے قائد تھے، بہت ہی حاضر دماغ مدبر سیاستداں، امام المعقول والمنقول، اہل حدیث اور رضا خانی جماعت سے مناظرہ میں یکتا و بے مثال، انتہائی جری، مخالف سے مخالف مجمع میں حق بات کا اعلان کر دینا آپ کی خصوصیت تھی، موضع امام گنج متصل مئو ناتھ بھنجن آپ کا وطن تھا، ۱۹۵۷ء کے الکشن میں کانگریس کے ٹکٹ پر کامیاب ہو کر پانچ سال اسمبلی کے ممبر رہے، زندگی کے اخیر دور میں شب و روز مدرسہ مفتاح العلوم میں اپنے خاص کمرے میں رہتے تھے، علیل ہو کر آپ بستر علالت پر چند دن کے لئے بھی نہیں رہے، بعد نماز عصر اپنے معمول کے مطابق مختلف مقامات پر گئے، لوگوں سے ملاقاتیں کیں بعد نماز مغرب مدرسہ اپنے کمرے میں آئے اور چند گھنٹے کے اندر راہی ملک بقا ہو گئے۔

وفات مئو ۱۳۹۲ھ (۱۹۷۲ء) مدفن مدرسہ مفتاح العلوم جانب جنوب

مولانا عبد اللطیف (ناظم مظاہر علوم سہارنپور)

ولادت پور قاضی ضلع مظفر نگر ۱۲۹۹ھ (۱۸۸۱ء)

مظاہر علوم سے فراغت کے بعد یہیں استاد بنا دیئے گئے بعد میں آپ کو مظاہر علوم کا ناظم بنا دیا گیا اور پھر زندگی بھر اسی منصب پر رہے اور حدیث کا درس بھی دیتے رہے مدرسہ کی مالیات کے سلسلہ میں کئی بار برما اور رنگون کا سفر کیا، آپ کے زمانہ اہتمام میں مظاہر علوم کبھی مالی بحران میں مبتلا نہیں ہوا بلکہ اس کا ہر قدم آگے کی طرف بڑھتا رہا، مولانا خلیل احمد محدث سہارنپوری سے بیعت تھے اور آپ کے خلیفہ بھی۔

وفات ۲ر ذی الحجہ ۱۳۷۳ھ ۲۱ر اگست ۱۹۵۴ء مدفن سہارنپور۔

مولانا عبداللطیف سنبھلی

ولادت افضل گڈھ ضلع بجنور ۱۲۸۸ھ ۱۸۷۱ء

اپنے والد سے ابتدائی تعلیم حاصل کر کے ہلور گئے وہاں مولانا احمد حسن کانپوری اور مفتی لطف اللہ علی گڈھی سے تکمیل کی، فراغت کے بعد دلمئو ضلع رائے بریلی کے ایک مدرسہ میں مدرس ہو گئے اور وہاں عرصہ تک تدریسی فرائض انجام دیتے رہے، وہاں سے ان کو دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ کے دارالاقامہ میں بلا لیا گیا، پھر بعد میں استاد بنا دیئے گئے، ندوہ میں ایک عرصہ تک درس دیتے رہے پھر سفر حج میں چلے گئے اور مسلسل تین برس تک وہیں مقیم رہے، واپسی کے بعد خانقاہ رحمانیہ مونگیر میں مولانا محمد علی مونگیری کی وجہ سے چلے گئے۔ اور تدریسی فرائض انجام دینے لگے، کچھ دنوں بعد آپ حیدرآباد گئے اور وہاں جامعہ عثمانیہ میں استاد ہو گئے اور بعد میں شعبۂ دینیات کے صدر ہو گئے، دس سال اسی منصب پر رہ کر ریٹائر ہوئے اور پنشن مقرر ہو گئی تو وطن لوٹ آئے، مطالعہ کتب اور تصنیف و تالیف میں مصروف ہو گئے اسی کے ساتھ درس حدیث کا بھی سلسلہ جاری رکھا، کئی کتابوں کے مصنف ہیں ——— ان کی تصانیف میں ترمذی شریف کی شرح۔ شرح اللطیف، کے نام سے ہے اگر اس کو طبع کرایا جائے تو کئی ضخیم جلدوں میں آئے گی، ان کی دوسری کتاب "لطیف الباری"، فی شرح تراجم ابواب البخاری ہے۔ تیسری کتاب رسالہ اصول الحدیث ہے۔ یہ تینوں کتابیں عربی زبان میں ہیں، ان کی اردو تصنیفات میں "مشکلات القرآن" اور "تاریخ القرآن" اور تذکرہ امام اعظم شامل ہیں۔

وفات علی گڈھ جاری الثانی ۱۳۶۹ھ (۱۹۵۰ء)

عبدالماجد دریابادی

ولادت دریاآباد ضلع بارہ بنکی شعبان ۱۳۱۰ھ مارچ ۱۸۹۲ء

مشہور مصنف، مفسر، صحافی، منفرد انشاء پرداز، "سچ" "پھر" "صدق" "پھر" "صدق جدید" کے مدیر محترم تھے، ان کی اردو تفسیر، تفسیر ماجدی کے نام سے دو جلدوں میں شائع ہو چکی ہے جس میں قدیم و جدید علوم کی روشنی میں بہت سی ایسی معلومات فراہم کی گئی ہیں جو دوسری

تفسیروں میں نہیں ملتی ہیں، ان کی دوسری کتابوں میں، حکیم الامت " آپ بیتی، معاصرین "
اور دوسری بہت سی کتابیں شامل ہیں، آپ کی اردو نثر میں اعجاز و ایجاز و اختصار، اخذ
نتائج اور پیش کرنے کا اسلوب بڑا موثر اور دلکش ہوتا ہے، ان کی اُردو نثر اپنی ایک
پہچان رکھتی ہے، تعلیم خالص انگریزی اسکول اور کالجوں کی ہے ذاتی مطالعہ سے علوم اسلامیہ
پر عبور حاصل کیا اور اپنا مقام بنالیا، ایک زمانہ میں ان پر فلسفہ کا غلبہ تھا، صراط مستقیم پر
آنے کے بعد شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد مدنی سے دیوبند جاکر بیعت کی لیکن آپ کی تربیت
حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی نے فرمائی۔ بہت سے اداروں کے رکن تھے۔

وفات دریا آباد، ۶/جنوری ۱۹۷۷ء (۱۳۹۶ھ)

مولانا عبد الماجد بدایونی

وطن بدایوں تھا قومی و ملی سرگرمیوں میں پرجوش حصہ لیتے تھے تحریک خلافت، کانگریس
دعوت و تبلیغ، انجمن خدام کعبہ ہر ایک کے لئے کچھ کرتے رہتے تھے، عراق مصر حجاز کا دورہ
کرچکے تھے، بدایوں میں مدرسہ شمس العلوم انھیں کا قائم کردہ ہے، علماء بدایوں کے ہم مسلک
تھے۔

وفات لکھنؤ ۲/دسمبر ۱۹۳۱ء شعبان ۱۳۵۰ھ مدفن بدایوں

مولانا عبد الماجد بھاگلپوری

مولانا عبدالحیٔ فرنگی محلی کے شاگردوں میں تھے، اپنے وقت میں درس و تدریس اور وعظ
و تقریر کی وجہ سے اچھی شہرت حاصل کرلی تھی، کلکتہ میں مستقل قیام تھا، ان کی صلاحیتوں کو دیکھکر
بعض لوگوں نے نواب محسن الملک سے سفارش کی کہ ان کو ایم او کالج میں علی گڈھ بلالیا جائے
محسن الملک اس وقت کالج کے سکریٹری تھے، انھوں نے ان کو علی گڈھ بلاکر واعظ و خطیب
مقرر کردیا مگر وہ وہاں زیادہ دنوں ٹھہر نہ سکے اور ملازمت ترک کرکے بہار آگئے اور بھاگل پور
کے ایک انگریزی اسکول میں ٹیچر ہوگئے لیکن طبیعت میں فساد تھا، معلوم نہیں کس کی تحریص پر
وہ قادیانی ہوگئے اور بھاگل پور چھوڑ کر سیدھے قادیان پہونچ گئے، واعظ تو تھے ہی انکو قادیانیت
کا مبلغ و داعی بنادیا گیا، معلوم نہیں کتنے لوگوں کو مرتد بنایا، قادیان ہی میں مرے اور وہیں دفن
ہوئے۔ یہ پہونچی وہیں پہ خاک جہاں کا خمیر تھا۔

وفات ۱۳۵۵ھ (۱۹۳۶ء) قادیان

مولانا عبدالمجید قاسمی

ادری ضلع اعظم گڈھ وطن تھا، دارالعلوم دیوبند کے فاضل تھے فراغت کے بعد مقامی مدرسہ کے ناظم بنائے گئے پھر کئی مدرسوں میں درس وتدریس کا کام کیا بہت ذہین اور اچھے مقرر تھے اور ذی استعداد عالم تھے ۱۳۵۲ھ میں جب مناظرہ ہوا تھا تو اس کی روداد آپ نے مرتب کر کے اخبارات میں اشاعت کے لئے دیا تھا، نوجوانی میں انتقال کیا۔

وفات ادری ضلع اعظم گڈھ جون ۱۹۴۵ء ۱۳۶۴ھ

خواجہ عبدالمجید (علی گڈھ)

ولادت علی گڈھ ۱۸۸۵ء

بیرسٹر تھے، ہندوستانی مسلمانوں کے محترم اور مخلص رہنماؤں میں شمار تھا، ۱۹۴۵ء کے بعد ہونے والے الکشن میں مسلم لیگ مسلمانوں کی واحد نمائندہ جماعت بن کر الکشن میں اتری تھی، خواجہ صاحب نیشنلسٹ اور تقسیم ملک کے سخت مخالفوں میں سے تھے اس لئے قوم پرست مسلمانوں کی ایک تنظیم "مسلم مجلس" کے نام سے بنائی تھی جن سے دوسری نیشنلسٹ جماعتوں کے ساتھ مل کر الکشن میں لیگ کا مقابلہ کیا تھا۔

ہندوستان کے چوٹی کے لیڈروں میں تھے اور اونچے سیاستدانوں میں عزت کی نگاہ سے دیکھے جاتے تھے انھیں کے صاحبزادے خواجہ حلیم ہیں جو اپنے والد کے نقش قدم پر چل رہے ہیں۔

وفات علی گڈھ ۱۹۶۲ء

مولانا عبدالوحید سلفی بنارسی

مرکزی دارالعلوم جامعہ سلفیہ بنارس کے بانی اور زندگی بھر اس کے ناظم اعلیٰ رہے اور ترقی کی منزلوں پر پہونچانے میں اہم رول ادا کیا اور اس کو ہندوستان میں جماعت اہلحدیث کا سب سے بڑا مرکزی ادارہ بنا دیا خود عالم فاضل اور ایک رئیس خاندان سے تعلق رکھتے تھے۔

وفات ربیع الثانی ۱۴۱۰ھ نومبر ۱۹۸۹ء

مولانا عبدالوحید سنبھلی

ولادت سنبھل ضلع مرادآباد ۱۲۹۲ھ (۱۸۸۵ء)

حضرت شیخ الہند کے شاگرد اور شیخ الحدیث مولانا زکریا صاحب کے استاد اور مشہور شیخ طریقت شاہ عبدالقادر رائے پوری کے ہم سبق اور ساتھی تھے۔ ابتدائی تعلیم سنبھل اور حسن پور ضلع مرادآباد میں ہوئی پھر لاہور جاکر مولانا غلام محمد صاحب سے کچھ کتابیں پڑھ کر دارالعلوم دیوبند آئے اور وہاں حضرت شیخ الہند سے حدیث کی کتابیں پڑھ کر سند فضیلت حاصل کی۔

فراغت کے بعد اپنے وطن سنبھل کے ایک مدرسہ میں مدرس رہے پھر مینڈھو ضلع علی گڈھ کے مدرسہ میں چلے گئے اور وہاں کچھ عرصہ تدریسی فرائض انجام دیئے پھر ۱۹ ذی الحجہ ۱۳۱۸ھ کو مظاہر علوم سہارنپور میں مدرس بنائے گئے اور پندرہ برس تک یہاں تدریسی فرائض ادا کئے، مظاہر علوم کے زمانہ قیام میں جن شاگردوں نے کسب فیض کیا ان میں مشہور عالم مشہور شیخ طریقت حضرت مولانا زکریا کاندھلوی کا نام سرفہرست ہے۔

۱۳۳۹ھ (۱۹۲۰ء) میں آپ نے مظاہر علوم سے استعفا دیدیا اور جامعہ قاسمیہ شاہی مرادآباد میں صدر مدرس ہوکر آئے پھر جلد ہی دوبارہ آپ مینڈھو ضلع علی گڈھ کے مدرسہ میں چلے گئے آخر میں مشرقی اترپردیش کے مدرسہ دارالعلوم مئو میں صدرالمدرسین اور شیخ الحدیث رہے یہیں آخر تک رہے دارالعلوم میں رہتے ہوئے علیل ہوئے تو آپ اپنے وطن سنبھل چلے گئے، وہیں بہ عمر ۶۳ سال عازم خلد بریں ہوئے۔

وفات سنبھل رمضان المبارک ۱۳۵۵ھ نومبر ۱۹۳۵ء

مولانا عبدالوحید سنبھلی

ولادت سنبھل ۱۸۹۶ء

مظاہر علوم سہارنپور میں تعلیم حاصل کرکے دارالعلوم دیوبند گئے اور وہاں صحاح ستہ پڑھ کر سند فراغت حاصل کی، دارالعلوم کی چہاردیواری میں علم و عمل کی لہریں چلتی تھیں، سیاست کا رنگ بھی کچھ ہلکا نہیں تھا۔ یہی وجہ ہے کہ تحریک آزادی کے مجاہدین کی صف بندی میں

فضلاء دارالعلوم بہ پہلی صف میں ہمیشہ رہے مولانا موصوف بھی سیاسی صف شکن لوگوں میں شامل تھے، ۱۹۳۰ء کی نان کوآپریشن تحریک میں آگے بڑھ کر حصہ لیا اور قید وبند کی اذیتیں اٹھانی پڑیں مختلف جیلوں میں رہے، رہائی کے بعد پھر وہی جوش جنوں کارفرما رہا تحریکات میں ہمیشہ حصہ لیتے رہے یہاں تک ۱۹۴۷ء میں ملک آزاد ہوگیا، پھر آپ سیاست سے یکسو ہو کر خلوت نشین ہوگئے ان کی سیاسی خدمات کے اعتراف میں حکومت کی طرف سے "تامر پتر" اور فریڈم فائٹر کا وظیفہ دیا گیا، جو آپ کی وفات تک جاری رہا۔

وفات ۱۸ اکتوبر ۱۹۷۳ء (۱۳۹۳ھ)

مولانا عبدالوحید صدیقی غازی پوری

ولادت غازی پور ۱۸۹۷ء (۱۳۱۵ھ)

آپ کے والد عبدالعزیز صدیقی انسپکٹر آف پولیس تھے لیکن ان کو عربی تعلیم دلائی انھوں نے دارالعلوم دیوبند سے سند فراغت حاصل کی، آپ کے اساتذہ میں علامہ انور شاہ کشمیری علامہ شبیر احمد عثمانی، مفتی عزیزالرحمن عثمانی شامل ہیں، جب علامہ کشمیری ڈابھیل چلے گئے تو یہ بھی ساتھ گئے تھے، تعلیم سے فراغت کے بعد دارالعلوم دیوبند میں ناظم شعبۂ تنظیم و ترقی بنائے گئے اور رسالہ "دارالعلوم" کے مدیر مقرر ہوئے، ۱۹۵۱ء میں دارالعلوم سے علحدہ ہوگئے اور اپنا ذاتی اخبار "نئی دنیا" کے نام سے نکالا جو آج بھی جاری ہے پھر اسی دفتر سے ان کے لڑکوں نے کئی اور رسالے جاری کئے اور اچھا بزنس کیا دہلی میں پورا خاندان سکونت پذیر ہے۔

وفات دہلی ۱۹ اپریل ۱۹۸۱ء (۱۴۰۱ھ) مدفن لودھی ہوٹل کے سامنے قبرستان میں

مولانا عبدالوہاب دربھنگوی

ولادت بلاسپور جیاگھاٹ ضلع دربھنگہ ۱۲۹۰ھ (۱۸۷۳ء)

شیخ الہند حضرت مولانا محمود حسن دیوبندی شیخ الحدیث دارالعلوم دیوبند کے خاص شاگردوں میں ہیں مڈل پاس کر کے عربی تعلیم کی طرف آئے، مدرسہ امدادیہ دربھنگہ میں تعلیم حاصل کر کے دیوبند چلے گئے، وہاں دورۂ حدیث پڑھا، دورۂ حدیث کے بعد

مزید ایک سال اور دار العلوم میں رہ کر علوم وفنون کی کتابیں پڑھیں اور ۱۳۲۳ھ میں سند فراغت حاصل کی۔

فارغ ہونے کے بعد ان کو انھیں کی مادر علمی مدرسہ امدادیہ دربھنگہ میں صدر المدرسین بنایا گیا، یہیں ساری زندگی تعلیم وتدریس میں گذار دی، ان کی ذات سے بہار میں کافی فیض پہونچا، اور بہار میں دینی تعلیم کا فروغ حاصل ہوا، ۷۷ سال کی عمر میں وفات پائی۔

وفات دربھنگہ (بہار) سنہ ۱۳۶۶ھ (سنہ ۱۹۴۷ء)

عبید الرحمن خاں شیروانی

دینی و دنیاوی دونوں سرفرازیاں حاصل تھیں، ایک بڑے جاگیردار گھرانے کے فرد تھے خوش قسمتی سے علمی جاگیر بھی ان کو حاصل تھی، ریاست حیدرآباد میں منصب وزارت پر فائز تھے، مولانا ابو الکلام آزاد کے مخلص دوستوں میں سے تھے، مسلم یونیورسٹی علی گڈھ کے تاسیسی ممبروں میں تھے اور ایک وقت میں اس کے وائس چانسلر بھی رہے مجلس شوریٰ دار العلوم دیوبند اور ندوۃ العلماء لکھنؤ کے بھی ممبر تھے۔

وفات ذی قعدہ ۱۴۱۲ھ (سنہ ۱۹۹۲ء)

مولانا عبید اللہ سندھی

ولادت سنہ ۱۲۸۹ھ (سنہ ۱۸۷۲ء)

حضرت شیخ الہند کے تلمیذ خصوصی، جید عالم، بہترین متکلم ومفسر، تحریک ریشمی رومال کے ہیرو تھے آپ سکھ خاندان سے تعلق رکھتے تھے، بچپن میں اسلام کا مطالعہ کیا اور تلاش حق کا جذبہ شدید سے شدید تر ہوتا گیا یہاں تک کہ اسلام قبول کرلیا، تعلیم دار العلوم میں حاصل کی، حضرت شیخ الہند نے ان کو اپنی تربیت میں لے لیا اور اپنی تحریک کا ان کو راز دار بنایا، یہ کچھ دنوں دیوبند پھر دہلی میں رکھ کر سیاسی لیڈروں سے متعارف کرایا پھر ان کو سرحدی علاقہ یاغستان میں کام کرنے کے لئے تیار کیا جہاں برطانوی حکومت کے خلاف جذبۂ بغاوت پیدا کرنے کا منصوبہ تھا اس مقصد سے ان کو آپ نے کابل بھیج دیا تاکہ حکومت افغانستان اپنی تحریک کا ہم نوا اور معاون بنائیں اس کی مدد اور آزاد قبائل کے تعاون سے بزور طاقت

ہندوستان کو آزاد کرایا جا سکے، آپ کابل پہونچ گئے اور وہاں آزاد ہند حکومت قائم کی اور اس کے وزیر داخلہ بنے، مختلف ملکوں کا دورہ کیا عالمی سیاستدانوں سے تبادلہ خیال کیا ماسکو جا کر لینن سے ملاقات کی جو بستر مرگ پر تھا، جرمنی کے دانشوروں سے باتیں کرکے آزادی ہند کی راہیں تلاش کرتے رہے، عرصہ دراز تک ہندوستان واپسی پر پابندی تھی شیخ الہند حجاز میں گرفتار ہو گئے تحریک ناکام ہو گئی مگر موصوف کی جلاوطنی ختم نہیں ہوئی، جب سنہ ۱۹۳۷ء میں صوبوں میں کانگریسی وزارتیں بنیں تو انھوں نے مولانا سندھی سے پابندی اٹھائی. اور وہ سنہ ۱۹۳۹ء میں ہندوستان واپس آئے ۲۴ برس جلاوطن رہے، واپسی کے بعد ہر جگہ اعزاز و احترام کے ہاتھوں لیے گئے مختلف شہروں کا دورہ کیا اب ملک کے سیاسی حالات بہت کچھ بدل چکے تھے، کہاں سنہ ۱۹۱۵ء کا حکم زباں بندی اور کہاں دوسری جنگ عظیم کے بعد آزادی گفتار دونوں زمانوں میں انقلاب عظیم ہو چکا تھا اور ہندوستان کی آزادی کی راہیں بدل چکی تھیں اب حاکم و محکوم رُو در رُو اور آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر بات کرنے لگے تھے اس لئے آپ نے سیاسی جماعتوں سے کوئی تعلق نہیں رکھا اور دین کی بنیادی استحکام میں مصروف ہو گئے لاہور میں بیت الحکمۃ کے نام سے ایک ادارہ کھولا جہاں حجۃ اللہ البالغہ اور تفسیر قرآن کا درس دیتے رہے اور اسی پاک مشغلہ میں زندگی بھر مصروف رہ کر سفر آخرت اختیار کیا۔

وفات دین پور خان پور سنہ ۱۳۶۳ھ اگست سنہ ۱۹۴۴ء

مولانا عبید اللہ الیاٹلی سندھی

ہندوستان کی مشہور ترین کتاب "تحفۃ الہند" کے مصنف ہیں اس کتاب کی خصوصیت یہ ہے کہ جس غیر مسلم اور بت پرست نے اس کا سنجیدگی سے مطالعہ کیا اس کے دل میں اسلام کی عظمت بیٹھ گئی اور بت پرستی سے نفرت پیدا ہو گئی، بہت سے غیر مسلموں نے اس کتاب کے مطالعہ کے بعد اسلام قبول کر لیا، مصنف کے ہمنام مولانا عبید اللہ سندھی جو ہندوستاں کی تاریخ میں زندہ جاوید بن چکے ہیں اسی کتاب کو پڑھ کر اسلام کی طرف مائل ہوئے تھے اور اسلام قبول کرکے اسلام اور مسلمانوں کی بیش بہا خدمات انجام دیں۔

مصنف خود بھی ایک بت پرست خاندان کے فرد تھے، ان کا خاندانی نام "الفت رام" تھا اور ان کے والد کا نام کوٹی مل تھا، خدا نے ان کو اسلام کی توفیق دی اور انھوں نے ۱۲۶۴ھ (۱۸۴۷ء) میں اسلام قبول کیا، اور پہلی بار عیدگاہ میں جاکر مسلمانوں کے ساتھ عید کی نماز پڑھی، پھر ان کے ایمان میں پختگی اور عقیدہ میں وہ صلابت آئی کہ ان کو دیکھ کر اور ان سے مل کر عہد صحابہ کی یاد تازہ ہو جاتی تھی، وہی اخلاص، وہی دعوت دین کا جذبہ، وہی سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک ایک سنت پر والہانہ شیفتگی اور عمل آوری، اسی ذہنی وفکری انقلاب نے ان کو "تحفۃ الہند" جیسی کتاب لکھنے پر مجبور کیا، کتاب میں ہندو مذہب کے پوست کندہ حالات بیان کئے ہیں جس کی مسلمانوں کو تو کیا خود ہندوؤں کو بھی اس کی خبر نہیں، انداز بیان اتنا مؤثر ہے کہ اس کو پڑھ کر مورتی پوجا اور دیومالائی توہمات سے شدید نفرت پیدا ہو جاتی ہے۔

سنت رسول پر ان کے عمل کے جذبہ کا یہ حال تھا کہ جب ان کو یہ محسوس ہوا کہ میں اس دنیا میں اب چند دنوں کا مہمان ہوں تو انھوں نے اپنے اعزہ سے کہا کہ مجھے ایک کوٹھری میں پہونچا دو کیونکہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم حجرۂ عائشہؓ میں قیام پذیر ہوئے تھے میں اسی طرح مرنا چاہتا ہوں، اور اپنی بیٹی کو بلایا اور اس کو سینے سے چمٹایا کہ حضورؐ نے اپنی بیٹی کو وفات سے پہلے سینہ سے لگایا تھا، زبان پر ہمہ وقت ذکر اللہ جاری تھا، اسی حالت میں وہ رفیق اعلیٰ سے جا ملے، شعبان کی ۲۹ تاریخ تھی، جب رمضان کا چاند نظر آیا تو ان کی وفات ہو چکی تھی۔ یکم رمضان کو دفن کیے گئے۔

وفات ۲۹ ر شعبان ۱۳۱۰ھ (۱۸۹۳ء)

مولانا عبید اللہ بلیاوی

ولادت شیخو پورہ، بلیا ۲۶ ر محرم ۱۳۳۹ھ ۱۰ ر اکتوبر ۱۹۲۰ء

تبلیغی جماعت کے مشہور ترین عالم، تبلیغ کے سلسلہ میں مختلف ملکوں کا دورہ کر چکے تھے، بڑی فدائیت اور جاں نثاری کے ساتھ انھوں نے دین کی خدمات انجام دیں۔

تعلیم کا آغاز انجمن اسلامیہ گورکھپور سے ہوا، پھر چشمۂ رحمت غازی پور اور خانقاہ

رشیدیہ سے متعلق مدرسہ میں تعلیم حاصل کرکے آپ مظاہر علوم سہارن پور میں داخل ہوئے اور ۱۳۶۰ھ میں دورۂ حدیث پڑھ کر سند فراغت حاصل کی۔

فراغت کے بعد ایک سال انجمن اسلامیہ گورکھپور میں مدرس اول رہے لیکن آپ کا طبعی میلان تدریسی زندگی کی طرف نہیں تھا، اس لئے گورکھپور سے استعفار دے کر آپ دہلی چلے گئے اور مولانا محمد الیاس کاندھلوی بانی تبلیغی جماعت کی خدمت میں حاضر ہوگئے اور اپنی زندگی تبلیغی جماعت کے لئے وقف کردی، دعوت و تبلیغ کے سلسلہ میں ہندوستان کے گوشہ گوشہ میں پہونچے اس کے علاوہ باہر کے ملکوں میں سعودیہ عربیہ، مصر، سوڈان، شام، بحرین، پاکستان، افریقہ، مارشش، ری یونین تک دین کی دعوت لے کر پہونچے اور خدا کے پیغام کو پہونچایا، چونکہ علمی استعداد بہت پختہ تھی اس لئے جہاں بھی موقعہ ملتا یا قیام طویل ہوتا تو وہاں مسند درس بچھا دیتے اور درس و تدریس کا سلسلہ شروع کردیتے تھے، ۱۳۸۳ھ میں تبلیغی مرکز کے مدرسہ کاشف العلوم میں دورۂ حدیث کا آغاز ہوا تو بخاری شریف اور ترمذی شریف کا درس آپ کے ذمہ رہا، مختلف اوقات میں مسلم شریف، طحاوی شریف، نسائی، ابن ماجہ، موطا امام محمد اور جلالین بھی پڑھائی۔

اصلاح و تزکیہ باطن کے سلسلہ میں پہلے مولانا محمد الیاس کاندھلوی سے تعلق قائم کیا، ان کی وفات کے بعد شیخ الحدیث مولانا زکریا کاندھلوی سے بیعت ہوئے اور پھر خلیفہ مجاز بھی ہوئے، آپ کئی کتابوں کے مصنف بھی ہیں، تلخیص الترمذی، تلخیص الطحاوی، الدلائل للمسائل، الدلائل للسنن العادیہ، شجرۃ الانساب وغیرہ آپ کی تصانیف میں شامل ہیں۔

وفات ۱۵ر فروری ۱۹۸۹ء رجب ۱۴۰۹ھ

مفتی عتیق الرحمن عثمانی

ولادت دیوبند ۱۳۱۹ھ (۱۹۰۱ء)

دیوبند کے باشندے مفتی عزیز الرحمن عثمانی مفتی دار العلوم دیوبند کے صاحبزادے فاضل دیوبند، ہوشیار سیاستداں اور مفکر کئی کتابوں کے مصنف ہیں ان کا سب سے بڑا کارنامہ ندوۃ المصنفین دہلی کو آغاز سے لے کر آخر تک سنبھالے رکھنا اور ترقی کی راہوں پر

لگاتا ہے، سیکڑوں اہم کتابوں کو شائع کر کے علمی دنیا پر ایک بڑا احسان کیا۔ بہترین صلاحیتوں کے اہل علم، اہل قلم، اور مصنف اس کے رفیق بنے، خود اہم ترین اور معرکۃ الآرا کتابیں لکھیں اور ادارہ کو دیدیں اور حق تالیف کا تصور تک نہیں کیا جب کہ ایک ایک کتاب کے آٹھ آٹھ نو نو ایڈیشن شائع ہوئے یہ علماء و مصنفین کا اس ادارہ کے لئے ایثار تھا، اسی ادارہ نے ـ برہان ـ جیسا میاری رسالہ جاری کیا جس کے مدیر مولانا سعید احمد اکبر آبادی رہے، موصوف اپنی زندگی کے اخیر لمحہ تک اس ادارہ کی حفاظت کرتے رہے اور بعض انتہائی خطرناک حالات میں اس کو فنا ہونے سے بچایا، مگر اب آں قدح بشکست وآں ساقی نماند

وفات دہلی ۱۰ ارشعبان ۱۴۰۵ھ ۲ مئی ۱۹۸۴ء

مولانا عثمان فارقلیط

ولادت کوچہ داغ دہلی۔ مئی ۱۸۹۷ء (محرم ۱۳۱۵ھ)

آپ کا آبائی وطن پلکھوہ ضلع میرٹھ تھا، والد دہلی منتقل ہو گئے تھے اور یہیں مستقل سکونت اختیار کر لی تھی آپ کی ولادت دہلی ہی میں ہوئی، ہندوستان کے مشہور اردو صحافی اخبار الجمعیۃ دہلی اور زمزم لاہور کے چیف ایڈیٹر، عالم فاضل، مسلک کے اعتبار سے غیر متشدد اہلحدیث تھے، عیسائیوں سے مناظرہ کرنے میں طاق تھے، نفسیات کے فن سے بھی آپ کو واقفیت تھی اس فن میں ان کی کتاب بھی ہے، اردو اخبار نویسوں میں بڑے احترام کی نگاہ سے دیکھے جاتے تھے لکھنؤ میں جب ۱۹۴۳ء میں ایڈیٹروں کی کانفرنس سعید بارہ دری میں ہوئی تھی اس کی صدارت کے لئے آپ ہی کا نام متفقہ طور پر منظور کیا گیا تھا، آزادی کے ایک سال قبل اخبار الجمعیۃ پر حکومت نے پابندی لگادی تھی تو آپ لاہور چلے گئے اور وہاں کے مشہور اخبار زمزم کے ایڈیٹر بنائے گئے تھے ۱۹۴۶ء کے آخر میں یا ۱۹۴۷ء کے آغاز میں جب فسادات کا آغاز ہوا تو آپ لاہور سے دہلی واپس آئے اور اس کے چند مہینوں بعد ہی تقسیم ملک عمل میں آئی اور پاکستان دنیا کے نقشہ میں لکھا گیا، دہلی واپسی پر الجمعیۃ جاری ہو چکا تھا آپ نے آتے ہی اس کی زمام ادارت پھر سنبھالی، یہ وقت مسلمانوں کے ابتلاء و آزمائش کا تھا ہر طرف فسادات کی آگ بھڑکی ہوئی تھی مسلمان اپنے آپ کو بے یار و مددگار

سمجھ رہا تھا ان حالات میں فارقلیط صاحب نے اپنے اداریہ میں ایسی تحریریں شائع کیں جس نے مسلمانوں کی ڈھارس بندھائی، آپ کے قلم میں بڑا زور تھا کچھ لوگ تو صرف ان کا اداریہ پڑھنے کے لئے اخبار "الجمعیۃ" خریدتے تھے، آخر میں حالات سے مجبور ہو کر آپ نے قبل از وقت رٹائرمنٹ لے لیا تھا، اور الجمعیۃ سے علحدہ ہو گئے، پھر بھی آپ مختلف اخباروں میں کچھ نہ کچھ لکھتے رہتے تھے، بہت مخلص، انتہائی ایماندار اور پابند صوم وصلوٰۃ ایڈیٹر تھے، دہلی ہی میں وفات پائی۔

(وفات دہلی ۱۲ر جون ۱۹۷۶ء ۱۳۹۶ھ)

قاضی عدیل عباسی

بستی کے مشہور وکیل، نیشنلسٹ رہنما، دینی تعلیمی کونسل کے بانی، اچھے انشاپرداز اور بیدار مغز صحافی تھے، انگریزی اسکولوں اور کالجوں کے تعلیم یافتہ تھے، ذہن ومزاج کے لحاظ سے غیور اور خوددار قومی لیڈر تھے ان کا وطن ضلع بستی کا چھوٹا سا گاؤں بھیارہ تھا، لیکن انھوں نے پیشۂ وکالت کی وجہ سے بستی شہر میں سکونت اختیار کرلی تھی، ان کی سیاسی سرگرمیوں کا آغاز خلافت کے دور سے ہوا پھر ان کو مولانا سید حسین احمد مدنی اور مولانا حفظ الرحمٰن سیوہاروی جیسے نیشنلسٹ رہنماؤں کے ساتھ کام کرنے کا موقعہ ملا، اسی دوران ان کو صحافت سے دلچسپی پیدا ہو گئی اور وہ اس دور کے مشہور اخبار "مدینہ" بجنور کے ادارۂ تحریر میں شامل ہو گئے، بعد میں لاہور جاکر مولانا ظفر علی خاں کے اخبار "زمیندار" کے ایڈیٹوریل اسٹاف میں شامل ہو گئے، "زمیندار" میں برطانوی حکومت کے خلاف ایک بہت ہی گرم مضمون لکھنے کی وجہ سے ان کو ایک سال کے لئے جیل جانا پڑا، جیل سے رہائی کے بعد انھوں نے اپنی تعلیم مکمل کرنے کی غرض سے علی گڈھ کا سفر کیا اور مسلم یونیورسٹی میں داخل ہو گئے اور وہاں سے انھوں نے بی اے ایل ایل بی کی ڈگری حاصل کی اور بستی میں آکر پریکٹس شروع کردی اور مشہور وکیل ہو گئے اس کے بعد بھی اپنی سیاسی سرگرمیوں کی وجہ سے کئی بار جیل جاچکے تھے، بستی میونسپل بورڈ کے چیرمین بھی رہے صوبائی اسمبلی کے کئی بار ممبر بھی منتخب ہوئے۔

آزادی کے بعد انھوں نے محسوس کیا کہ اگر مسلمانوں نے تعلیم سے بے اعتنائی کی اور اپنے اسکول جاری نہیں کئے تو مسلم معاشرہ شکست وریخت کا شکار ہو جائے گا انھوں نے مقامی طور پر دینی تعلیمی کونسل قائم کی اور ضلع بستی میں بہت سے اسکول کھولے ان کی مالیات کا بندوبست کیا اس کا نصاب مرتب کیا جب اسکول اپنے پیروں پر کھڑے ہو گئے تو پھر انھوں نے ایک کانفرنس بلا کر پورے صوبے میں اس اسکیم کو چلانے کا منصوبہ بنایا سیاسی وسماجی تنظیموں سے تعاون حاصل کیا چنانچہ مختلف ضلعوں میں دینی تعلیمی کونسل کے تحت بہت سے اسکول چل رہے ہیں یہ ان کی ملی دردمندی وفکرمندی کا بہت بڑا ثبوت ہے، اُردو کا حال آزادی کے بعد جو ہوا ان کی آنکھوں کے سامنے تھا اس کی ترویج وترقی تو دور کی بات تھی خود اس کا وجود خطرے میں پڑ گیا تھا، اس لئے اردو کاز سے بھی ان کو ہمیشہ لگاؤ رہا اور انجمن ترقی اردو کو متحرک وفعال بنانے کی شب وروز جد وجہد کرتے رہتے تھے بہت اچھے انشا پرداز تھے ان کی کئی کتابیں یادگار ہیں، اقبال فلسفۂ حیات اور شاعری، اور تحریک خلافت کی تاریخ جس کا اجرا مسز اندرا گاندھی نے ان کے انتقال کے بعد کیا تھا۔ میں اس تقریب میں موجود تھا۔

وفات ۱۹۸۰ء (۱۴۰۱ھ)

مولانا محمد عرفان ہزاروی

ضلع ہزارہ صوبہ سرحد کے رہنے والے تھے، صحیح معنی میں مجاہد ملت کہے جانے کے حقدار تھے آپ سلسلہ خیر آباد کے امام المعقول تھے اور اس فن کے بہترین استاد تھے، ۱۹۲۰ء میں یک بیک ان میں اسلامی دعوت کا جذبہ پیدا ہوا آپ نے پرسکون اور آرام دہ مسند تدریس کو خیر باد کہا اور ایثار وقربانی کی خارزار وادی میں کو د پڑے اور قوم وملت کے اہم ترین فرائض کی ادائگی کے لئے کفن بردوش نکل پڑے، ان کی زندگی کا اہم ترین کارنامہ وہ ہے جب شدھی سنگٹھن کی پرشور تحریک نے بیشمار مسلمانوں کو مرتد بنانے کا پروگرام اور منصوبہ بنایا تھا آپ نے ۱۹۲۲ء سے ۱۹۲۳ء تک ملکانون کے فتنۂ ارتداد کے موقعہ پر جس جانبازی اور سرفروشی کا مظاہرہ کیا وہ حیرتناک ہے، مرتد ہونے والے ملکانوں کے علاقے میں بیسوں میل پا پیادہ، بھوکے پیاسے سفر کرنا ایک گاؤں سے دوسرے گاؤں میں مارے مارے پھرنا، یہ تین سالوں کے شب وروز

کا معمول تھا، وہ جمعیۃ علماء ہند سے وابستہ تھے، ان کا رابطہ دہلی دفتر سے برابر قائم رہا، اپنی انتھک جدوجہد سے سارے ملکانوں کو دوبارہ دائرہ اسلام میں لے آنا ان میں ثبات قدمی پیدا کرنا ان کی خدمات کا حیرتناک پہلو ہے جب کہ قدم قدم پر جان کا خطرہ لاحق رہتا تھا لیکن آپ نے سارے خطرات سے بے نیاز ہوکر حسبۃً للہ یہ خدمت انجام دی اور ہزاروں انسانوں کو نخل اسلام کی گھنی چھاؤں پہ پہونچادیا۔

فتنہ ارتداد کی روک تھام کرنے اور مستقبل میں اس کی طرف سے اطمینان کرنے کے بعد جماعت کے کاموں میں مصروف رہے اور سرگرمی سے حصہ لیتے رہے شریف حجاز اور ابن سعود کی لڑائی کے زمانہ میں آپ حجاز گئے اور جمعیۃ علماء ہند کے نمائندے کی حیثیت سے تمام معاملات کی تحقیقات کی تھی پھر ان کو حجاز میں منعقد ہونے والی موتمر اسلام کے لئے نمائندہ بنایا گیا انھوں نے وہاں جاکر کانفرنس میں شرکت کی اور حجاز میں اسلامی حکومت قائم کرنے کے مشوروں میں شریک رہے۔ حجاز کانفرنس سے واپسی کے بعد بمبئی میں مجلس خلافت کے کاموں میں مصروف ہوگئے، ایک دفعہ اپنی سیاسی سرگرمیوں کی وجہ سے برطانوی حکومت کی جیل بھی جاچکے تھے، اسی جیل میں آپ نے قرآن بھی حفظ کیا، صوبہ سرحد سے مدتوں جلاوطن رہے، تمام عمر میں ازدواجی زندگی کا کوئی موقعہ ہی نہیں آیا اس لئے ہمیشہ مجرد رہے وہ فقیر بے نوا بن کر رہے لیکن دین کے کاموں میں وہ ہمیشہ ایک تاجدار کی حیثیت سے رہے۔

وفات مئی ۱۹۳۹ء (ربیع الثانی ۱۳۵۸ھ)

مولانا عزیز گل پشاوری

مولانا عزیز گل قصبہ زیارت کاکا صاحب ضلع پشاور کے رہنے والے تھے دار العلوم دیوبند کے فاضل تھے اور دار العلوم میں استاد تھے اسی کے ساتھ حضرت شیخ الہند کے خادم خاص بھی تھے، شیخ الہند کی ریشمی رومال تحریک میں انتہائی خفیہ رازوں کے امین تھے اور نہایت اہم اور خطرناک خدمات انجام دیتے تھے، حضرت شیخ الہند پہاڑی اور سرحدی علاقوں کو ہدایات انھیں کے ذریعہ بھیجا کرتے تھے، سی، آئی، ڈی پولیس ان کے پیچھے مستقل لگی رہتی تھی لیکن یہ بھیس بدل کر آتے جاتے رہے اور کبھی گرفتار نہیں ہوئے، شیخ الہند کے سفر حجاز

میں ہمرکاب وہم سفر تھے، مکہ میں جب شیخ الہند کی گرفتاری کا حکم ہوا تو شیخ الہند انڈر گراونڈ ہو گئے اور ان کے ساتھی حکیم صاحب اور مولانا عزیر گل گرفتار ہو گئے لیکن شیخ الہند جب ہاتھ نہیں آئے تو شریف مکہ نے مولانا عزیر گل کی طرف اشارہ کرکے پولیس افسران سے کہا کہ یہ اپنے ساتھی کو حاضر نہیں کرتے تو ایک گھنٹہ کے بعد ان کو گولی مار دو، شیخ الہند کے ساتھ ساری مصیبتوں میں برابر کے شریک رہے، مصر اور مالٹہ کے قیدخانوں میں ساتھ رہے اور حضرت شیخ الہند ہی کے ساتھ مالٹہ سے رہا ہوکر ہندوستان واپس آئے دیوبند میں قیام تھا، شیخ الہند کے گھر پر رہتے تھے، پھر مدرسہ رحمانیہ رُڑکی ضلع سہارنپور میں وہ صدر مدرس ہوکر چلے گئے وہیں ایک یوروپین عورت نے جو تعلیم یافتہ تھی آپ کے ہاتھ پر اسلام قبول کیا، ہندوستان میں زیادہ دنوں قیام کی وجہ سے اُردو سے خوب واقف تھی، وہ از خود موصوف کے رشتۂ نکاح میں آگئی، اس بیوی سے آپ کی کوئی اولاد ہوئی، کچھ عرصہ بعد بیوی بچوں کو لے کر اپنے وطن چلے گئے۔

بعد کی خبروں سے معلوم ہوا کہ ان کی یوروپین بیوی انگریزی میں قرآن کی تفسیر لکھ رہی ہے پروفیسر اسلم (لاہور) نے سنہ ۱۹۸۱ء میں مولانا عزیر گل سے ان کے گھر پر ملاقات کی تھی وہ سنہ ۱۹۴۵ء میں "رے" چلے گئے تھے جو آزاد قبائل میں واقع سخاکوٹ سے تین میل کے فاصلہ پر ہے، مولانا موصوف کی پہلی بیوی سے (جو حضرت شیخ الہند کی بھانجی کی لڑکی تھی) ایک لڑکے مولانا عبدالرؤف ہیں جو مولانا کے سب سے بڑے لڑکے ہیں وہ آپ کے ساتھ تھے وہاں "رے" میں اپنا ذاتی مکان بنالیا تھا جس کا نقشہ ان کی یوروپین بیوی نے بنایا تھا۔ ان کی بیوی کا تو انتقال ہو چکا تھا مولانا موصوف بھی چند روزہ مہمان نظر آتے تھے، صحیح تاریخ وفات کا تو علم نہیں ہو سکا پروفیسر صاحب کی تفصیل سے اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ ۱۹۸۱ء کے بعد یا اسی سال ان کا سانحہ وفات پیش آیا ہوگا۔

خواجہ عزیز الحسن غوری

ولادت اورئی ضلع جالون اترپردیش ۱۶ر شعبان سنہ ۱۳۰۱ھ ۱۲ر جون سنہ ۱۸۸۴ء برطانوی سرکار کے ملازم تھے ریٹائر ہونے کے بعد ان کے جوہر اصلی کھلے، وہ شاعر

جذب وستی، زاہد مجذوب حضرت تھانوی کے دیوانے، خانقاہ تھانہ بھون میں ان کی وہی حیثیت تھی جو خواجہ نظام الدین اولیار کی مجلس میں امیر خسرو کی، حضرت تھانوی کے مرید باصفا اور اشرف السوانح کے مصنف ہیں ان کے کلام کا مجموعہ بھی شائع ہو چکا ہے، انگریزی دور حکومت میں ڈپٹی کلکٹر کے عہدے پر فائز تھے بیعت کے بعد کایا پلٹ گئی صورت، شکل، لباس ظاہری و باطنی سب میں انقلاب آگیا، لمبا کرتا شرعی پاجامہ، گول چوگوشیہ ٹوپی ہاتھ میں تسبیح، جیسے مسجد سے ابھی امامت کر کے آرہے ہیں، حضرت تھانوی کے انتقال کے بعد صرف ایک سال زندہ رہے۔

وفات اورئی ضلع جالون، ۱۷ اگست ۱۹۴۴ء (۱۳۶۳ھ)

مولانا عزیز الرحمٰن جامعی

ولادت ۱۹۱۹ء

آپ مشہور قومی لیڈر رئیس الاحرار مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانوی کے صاحبزادے اور جامعہ ملیہ کے تعلیم یافتہ تھے، آپ کا خاندان لدھیانہ کا مشہور علمی خاندان تھا کئی نسلوں سے علمار کا تسلسل تھا، موصوف سرگرم سیاست میں حصہ لیتے رہے ایک زمانہ میں ہندوستانی کمیونسٹ پارٹی سے وابستہ رہے آزادی کے بعد ان کا خاندان امرتسر سے ۱۹۴۷ء کے فسادات میں دہلی منتقل ہو گیا اور مستقل دہلی میں سکونت اختیار کر لی اپنے والد کی ایک مفصل سوانح عمری "رئیس الاحرار" کے نام سے لکھ کر شائع کی جس میں اپنے خاندان کے مفصل حالات لکھے ہیں۔

وفات دہلی ۲۸ مئی ۱۹۷۶ء

مفتی عزیز الرحمٰن عثمانی

اپنے دور کے مفتی اعظم تھے، دارالعلوم دیوبند میں صدر مفتی تھے، دیوبند کے عثمانی شیوخ میں سے ہیں، مولانا شاہ فضل الرحمٰن گنج مرادآبادی مولانا رشید احمد گنگوہی اور مولانا مملوک علی نانوتوی استاد دہلی کالج کے فیض یافتہ تھے ان کے فتاوی مختصر اور جامع مانع ہوتے تھے، علامہ انور شاہ کشمیری کے ساتھ ڈابھیل چلے جانے کے بعد

دار العلوم سے ان کا بھی تعلق ختم ہو گیا تھا ۷۰ سال کی عمر میں وفات پائی۔

وفات دیوبند ۱۰ ر جمادی الثانی ۱۳۴۷ھ (۱۹۲۸ء)

عزیز حسن بقائی دہلوی

اردو کے قدیم رسائل میں " پیشوا " کا نام سر فہرست ہے، آپ پیشوا کے ایڈیٹر تھے، دہلی کی ایک درگاہ سے وابستہ تھے، عرس و قوالی ان کا مسلک تھا، آزادی سے کچھ دنوں پہلے جب تحریک پاکستان شباب پر تھی لیگ کی حمایت میں کئی اخبارات نکل رہے تھے اور الکشن پروپگنڈے میں نیشنلسٹوں پر جھوٹے اور طرح طرح کے اتہامات لگانے میں مصروف تھے اس کے جواب میں انھوں نے ایک ہفتہ وار اخبار " حریت " کے نام سے نکالا تھا اس وقت معلوم ہوا کہ وہ جنگجو صحافی ہیں سارے لیگی اخبارات کا وہ تنہا جواب دیتے اور بڑے گرم لب و لہجہ میں دیتے تھے اس طرح انھوں نے تقریباً دو سال جو قلمی لڑائی چھیڑ رکھی تھی، کسی لیگی جوان نے ان پر حملہ بھی کیا تھا مگر بچ گئے، ان کا حریت تو بعد میں بند ہو گیا مگر پیشوا جاری رہا۔

وفات دہلی ۱۱ ر رمضان ۱۳۷۶ھ ۱۲ ر اپریل ۱۹۵۷ء

مولانا عصمت اللہ ادروی

ولادت (۱۲۸۳ھ)

آپ کی تعلیم کا زیادہ زمانہ کانپور میں گذرا، مولانا احمد حسن کانپوری کے شاگردوں میں تھے، تعلیم سے فراغت کے بعد بہار چلے گئے اور پٹنہ کے کسی کالج میں ہیڈ مولوی کے عہدے پر رہے اور اسی سے رٹائر ہوئے، رقم پس انداز کر کے ایک بڑے زمیندار کی پوری زمینداری خریدلی، بہت خوش حالی کی زندگی گذاری بہت نیک، زبان بہت محتاط، کم آمیز اور کم سخن تھے، لباس وضع قطع خالص مولویانہ تھا، پوری وضعداری کے ساتھ رہتے تھے ادری ضلع اعظم گڈھ ان کا وطن تھا، ۱۳۵۰ھ میں جب مولوی حشمت علی صاحب اور مولانا محمد منظور نعمانی کے درمیان ایک اہم مناظرہ ہوا تو اس مناظرہ کا صدر ایک ہی تھا اور دونوں فریق کو اس پر اعتماد تھا یہ مولانا عصمت اللہ صاحب کی ذات تھی، تقریر بہت موثر کرتے اور دوران تقریر

گریہ طاری ہوجاتا آنسو پونچھتے جاتے اور تقریر کرتے جاتے تھے، ریٹائرمنٹ کے بعد اوری ہی میں سکونت رہی اور یہیں سے سفر آخرت پر روانہ ہوئے، آپ مولانا عبدالحق شیخ الدلائل مہاجر مکی سے بیعت تھے۔

وفات اوری ۳ر فروری ۱۹۳۶ء

شاہ عطاء اللہ بخاری (امیر شریعت پنجاب)

ولادت پٹنہ (بہار) ۲۳ستمبر ۱۸۹۲ء یکم ربیع الاول ۱۳۱۰ھ

امیر شریعت پنجاب، ہندوستان کے سحر البیان خطیب، مجلس احرار اسلام کے عظیم قائد نیشنلسٹ مسلمانوں کے مقبول ترین لیڈر اور رہنما، مخالف سے مخالف مجمع میں تھوڑی دیر بھی تقریر کا موقع مل جاتا تو کایا پلٹ دیتے تھے، تحریک آزادی کے دور میں متعدد بار جیل گئے اور بڑی بڑی اذیتیں اس راہ میں اٹھائیں مگر پیشانی پر بل نہیں آیا، تقسیم ملک کے مخالف تھے تحریک پاکستان کے خلاف سیکڑوں تقریریں کی تھیں لیکن ملک تقسیم ہوکر رہا اور پاکستان کو دنیا کے نقشہ میں ایک ملک کی حیثیت سے ابھرنا تھا، آپ کا وطن پاکستان میں واقع تھا آپ اپنے وطن ہی میں رہے لیکن خاموشی اور خلوت گزینی کی زندگی گذاری اور سیاست سے دور کا بھی واسطہ نہیں رکھا البتہ قادیانیت کے خلاف جب تحریک چل رہی تھی تو اس کے قائدین اگر مشورہ کے لئے حاضر ہوتے تو ان کو مشورے ضرور دیتے تھے خود اسٹیج پر کبھی نہیں آئے۔

وفات ملتان ۲۱ر اگست ۱۹۶۱ء (۱۳۸۱ھ)

علاء الدین صابر

خواجہ علاء الدین علی احمد صابر کلیری، مشہور شیخ طریقت ہیں مزار کلیر ضلع رڑکی میں ہے۔

وفات ۱۳ر ربیع الاول ۶۹۰ھ مارچ ۱۲۹۱ء

علی مخدوم، ہجویری حضرت داتا گنج (لاہور)

غزنی کے رہنے والے تھے شیخ ابو الفضل بن حسن کے مرید تھے محمود غزنوی کے فرزند مسعود کے لشکر کے ساتھ لاہور وارد ہوئے ۴۳۱ھ سے لاہور میں سکونت اختیار کی

۴۳ سال تک دین کی خدمت کرتے رہے بہتوں نے آپ کے ہاتھ پر اسلام قبول کیا آپ کی تصانیف میں کشف المحجوب الرعایۃ بحقوق اللہ، منہاج الدین، البیان لاہل العیان وغیرہ ہیں، کشف الاسرار کے بارے میں بھی کہا جاتا ہے کہ انھیں کی تصنیف ہے۔

وفات لاہور سنہ ۴۶۵ھ (سنہ ۱۰۷۲ء) مزار لاہور

علی حسن خاں نواب

ولادت بھوپال سنہ ۱۸۶۳ء (سنہ ۱۲۸۱ھ)

آپ نواب صدیق حسن خاں والی بھوپال مشہور مصنف و عالم کے صاحبزادے تھے، یہ خود بھی صاحب علم اور صاحب قلم تھے عربی اردو اور فارسی سے پوری واقفیت تھی، فارسی کے تو اچھے شاعر تھے اردو میں بھی شعر کہتے تھے، لکھنؤ کے محلہ لال باغ میں بھوپال ہاؤس مشہور جگہ ہے یہ آپ کا نور محل اور مسکن تھا، اردو کے بڑے شعراء، ہندوستان کے بڑے بڑے مصنفین کی وہ فرودگاہ تھا، بڑے وضعدار اور رکھ رکھاؤ کے بزرگ تھے، نواب زادے تھے مگر کبر و رعونت نام کو نہ تھی، کیونکہ ایک عالم دین کے بیٹے تھے، علامہ شبلی کے ان سے اچھے مراسم تھے، ندوۃ العلماء کے اعزازی ناظم اور دار المصنفین اعظم گڈھ کے رکن اور سر سید کی تعلیمی تحریک کے ہم نوا تھے، تصنیف و تالیف کا بھی ذوق تھا ان کی کئی کتابیں ہیں، قطرتِ اسلام «، ماثر صدیقی » ان کی بہترین کتابیں ہیں، وہ اپنے ہم عصروں کا ایک تذکرہ « مردم دیدہ » کے نام سے مرتب کر رہے تھے، اس میں ان لوگوں کا ذکر تھا جن سے وہ خود مل چکے تھے، جن سے ملاقاتیں رہیں، یوں یہ تذکرہ ہر طرح کی شخصیات پر مشتمل ہے لیکن اس میں بڑی تعداد شاعروں کی ہے، مذہب کے بارے میں قدرے تجدد پسند تھے جو جدید تعلیم یافتہ طبقہ کا عام طور پر مزاج ہوتا ہے، لیکن عملی طور پر وہ مذہبی فرائض کے پابند تھے، نماز ٹھیک اپنے اوقات پر ادا کرتے تھے ان کے گھر میں سارے نوابی ٹھاٹ کے باوجود بدعات و خرافات اور مشرکانہ رسم و رواج کا دور دور تک گذر نہیں تھا، یہ باپ کی صحبت کا اثر تھا۔

وفات بھوپال ہاؤس لکھنؤ ۵ر نومبر سنہ ۱۹۳۶ء رمضان سنہ ۱۳۵۵ھ

مفتی عنایت احمد کاکوروی

ولادت دیوہ ۹ رشوال ۱۲۲۸ھ ۵ راکتوبر ۱۸۱۳ء

مشہور محدث شاہ اسحاق دہلوی کے شاگردوں میں تھے، حدیث و فقہ پر بڑا عبور حاصل تھا وہ حکومت کی طرف سے عہدۂ منصفی پر فائز تھے اور مقدمات کے فیصلے کرتے تھے، عدالت کے کاموں سے جب فرصت ملتی تو طلبہ کو حدیث و فقہ اور تفسیر کا درس دیتے تھے، ۱۸۵۷ء کے بعد جب عام مسلمانوں پر دار و گیر کا عذاب اُترا تو مفتی صاحب بھی اس سے نہ بچ سکے، آپ گرفتار ہوئے، عدالت میں ان پر انگریزوں کے خلاف بغاوت کا الزام لگایا گیا، اس وقت کی عام سزا حبس دوام بعبور دریائے شور تھی، عدالت نے آپ کو بھی یہی سزا دی، آپ کو اذیتوں بھری زندگی گذارنے کے لئے جزیرہ انڈمان (کالے پانی) بھیج دیا گیا آپ جزیرہ میں ایک مدت تک رہے، اسی دوران وہاں کے ایک انگریز افسر نے مفتی صاحب موصوف سے عربی کی مشہور کتاب "تقویم البلدان" کا ترجمہ کرنے کی فرمائش کی، آپ نے اس کتاب کا ترجمہ کرکے اس کو دے دیا، یہی ترجمہ آپ کی رہائی کا باعث بن گیا۔ اسی انگریز افسر نے خصوصی دلچسپی لینے کی وجہ سے حکام بالا تک سفارش کرکے آپ کو رہائی دلادی، ایک عرصہ دراز کے بعد آپ پھر ہندوستان اپنے وطن آئے، صرف کی مشہور کتاب علم الصیغہ جو مدارس اسلامیہ کے نصاب میں شامل ہے وہیں جزیرہ انڈمان میں لکھی گئی ہے، ہندوستان واپسی کے کچھ دنوں بعد سفر حج کے ارادے سے نکلے، سفر پانی کے جہاز سے تھا، جدہ کے قریب پہونچ کر جہاز ایک چٹان سے ٹکرا گیا اور ڈوب گیا ؎

قسمت کی خوبی دیکھئے ٹوٹی کہاں کمند　　دو چار ہاتھ جب کہ لب بام رہ گیا

وفات جہاز قریب جدہ بحالت احرام ۱۷ رشوال ۱۲۷۹ھ ، راپریل ۱۸۶۳ء

مولانا عنایت رسول چریاکوٹی

ولادت چریاکوٹ ضلع اعظم گڈھ ۱۲۳۳ھ د ۱۸۹۹ء)

مشہور اور محقق علماء میں شمار تھا فن ریاضی اور عبرانی زبان میں ماہر تھے، ان کی ایک کتاب بشریٰ، دو جلدوں میں ہے جو رد عیسائیت میں ہے، آپ کی دوسری کتاب

اعجاز القرآن،، ہے، فن ریاضی میں بھی ان کی کتابیں ہیں، ان کی ایک کتاب عبرانی زبان سے متعلق ہے۔

وفات شوال ۱۳۲۰ھ جنوری ۱۹۰۳ء

مولانا عنایت اللہ فرنگی محلی لکھنوی

فرنگی محل لکھنؤ کے خانوادہ علم وفضل کے ایک فرد تھے، جامع علوم وفنون تھے مدرسہ نظامیہ میں صدر مدرس تھے، صاحب تصنیف وتالیف ہیں، ان کی قلمی یادگاروں میں اُردو زبان میں تاریخ حدیث اور رجال پر کئی رسالے ہیں۔

وفات لکھنؤ جولائی ۱۹۴۱ء (۱۳۶۰ھ)

عنایت اللہ خاں مشرقی

ولادت اچھرہ لاہور ۲۵ اگست ۱۸۸۸ء (ذی الحجہ ۱۳۰۵ھ)

تحریک خاکسار کے بانی تھے، تحریک آزادی کے دور میں یہ تنظیم بڑی سرگرم تھی، اس کا نشان بیلچہ تھا، وردی خاکی تھی بظاہر یہ ایک عسکری تنظیم تھی لیکن اس کا مقصد اور پروگرام کیا تھا کچھ پتہ نہیں، تنظیم کے ہر رضا کار کے ساتھ بیلچہ ہونا ضروری تھا، علماء حق کو ان کے خیالات وعقائد اور نظریات سے سخت اختلاف تھا، آزادی کے بعد یہ تحریک از خود دفن ہو گئی۔

وفات لاہور ۲۷ اگست ۱۹۶۳ء (ربیع الآخر ۱۳۸۳ھ)

مولانا عنایت الٰہی سہارن پوری

ابتدائی تعلیم گنگوہ میں حاصل کی مظاہر علوم سہارن پور سے سند فراغت حاصل کی، پھر وہیں مدرس ہو گئے، ترقی کر کے استاذ حدیث ہو گئے، بہت محتاط دیانتدار اور بہترین انتظامی صلاحیتوں کے مالک تھے اس لئے ایک وقت آیا کہ ارباب اختیار کی طرف سے ان کو مدرسہ کا مہتمم بنا دیا گیا، ایک لمبے عرصہ تک آپ اسی منصب اہتمام پر رہے اور مدرسہ کے نظام کو چلایا اور اہتمام کی ذمہ داریوں کو پوری دیانتداری کے ساتھ ادا کیا۔

وفات ۲۰ جمادی الثانی ۱۳۴۷ھ ۵ دسمبر ۱۹۲۸ء

مدفن قبرستان حاجی شاہ

قاضی عنایت خاں

آپ تھانہ بھون ضلع مظفر نگر کے رئیس اور بڑے زمیندار تھے، اسلامی حمیت ان میں کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی، انگریزوں نے ۱۸۵۷ء کے بعد مسلمانوں پر عرصہ حیات تنگ کر دیا تو یہ میدان میں آئے اور انگریزوں کے خلاف بغاوت میں مردانہ وار حصہ لیا۔

ان کے علاقے سے انگریزوں کی ایک چھوٹی سی فوج کے کچھ افراد کارتوسوں کی بہنگیاں لے کر جا رہے تھے آپ نے اپنے جوانوں کو لے کر ان سے سارے کارتوس چھین لئے اور تحصیل شاملی پر حملہ کر کے اس کو بھی لٹوا دیا، حکومت کو اطلاع پہونچی، ان کے خلاف گرفتاری کا وارنٹ جاری ہوا مگر وہ انڈر گراؤنڈ ہو گئے، پولیس برسوں ان کی تلاش میں چکر کاٹتی رہی تاکہ گرفتار کر کے ان پر مقدمہ چلائے، پھانسی پر لٹکا دے، آپ کو علم ہوا تو آپ نے تھانہ بھون چھوڑ دیا اور نجیب آباد ضلع بجنور چلے گئے انگریزوں کی فوج تھانہ بھون پہونچی جب قاضی صاحب نہیں ملے تو پورے تھانہ بھون کی اینٹ سے اینٹ بجا دی ان کے محل کے ساتھ پورے قصبہ کی عمارتوں کو ڈھا کر کھنڈر بنا دیا، ان کا مکان بڑا عالی شان تھا اس کا تو نام و نشان مٹا دیا، ساری جائداد تباہ کر دی گئی، کھیتوں اور کھلیانوں میں آگ لگا کر خاکستر بنا دیا گیا، مگر قاضی صاحب کو گرفتار نہ کر سکی۔

پوری زندگی روپوشی میں گذری، پھر کوئی اطلاع نہ مل سکی کہ آپ نے پوری زندگی کہاں اور کیسے بسر کی اور کب اس دار فانی سے کوچ کر گئے۔

مولانا عین القضاۃ لکھنوی

ولادت حیدر آباد (دکن) ۱۲۷۴ھ ۱۸۵۷ء

لکھنؤ شہر کے محترم اور مشہور شخصیت، قدیم لکھنؤ میں ان کا مدرسہ ان کی زندہ یادگار کے طور پر آج بھی موجود ہے، مدرسہ کا نام مدرسہ فرقانیہ ہے، مگر اہل لکھنؤ اس کو مدرسہ عین القضاۃ ہی کہتے ہیں، ان کا خاندان حیدر آباد دکن کا ہے خود ان کی پیدائش حیدر آباد کی ہے، وہیں ان کی ابتدائی تعلیم بھی ہوئی مزید تعلیم کے لئے لکھنؤ آئے اور اور یہاں مولانا عبد الحلیم فرنگی محلی اور مولانا عبد الحی فرنگی محلی سے تعلیم حاصل کی تعلیم سے

فراغت کے بعد یہیں مستقل طور پر سکونت پذیر ہو گئے، تکمیل تعلیم کے بعد تعلیم وتدریس ہی مشغلہ رہا جذب وسلوک کا اندرونی داعیہ ان کو شیخ موسیٰ ترکیسری کی خدمت میں سورت لے گیا ان سے طریقہ نقشبندیہ میں بیعت ہو گئے واپس آکر پھر تدریس میں مصروف ہو گئے ان کی زندگی گھر اور مدرسہ تک محدود تھی دوسری کسی جگہ ان کو نہیں دیکھا گیا، پھر یک بیک سفر حج کا ارادہ کر لیا اور چلے بھی گئے اور دو سال مسلسل وہیں مقیم رہے، دو سال کے بعد لکھنؤ واپسی پر پھر وہی کار تدریس چلتا رہا، دوسری بار اپنے والد کے ساتھ حج کے لئے گئے، اب کی بار سفر حج سے واپسی کے بعد ان کے والد نے لکھنؤ میں ایک مدرسہ قائم کیا عمارت بنوائی اور سارا نظم درست کیا اور ان کو اسی مدرسہ میں مستقل کار تدریس سپرد کر دیا، کچھ دنوں کے بعد والد کا انتقال ہو گیا، مدرسہ کی ساری ذمہ داری آپ کے سر آ گئی انھوں نے مدرسہ کو بہت ترقی دی، تعمیرات، اساتذہ اور طلبہ کی تعداد میں اضافہ کیا، ان کے انتظامی دور میں مدرسہ کا ماہوار خرچ تین ہزار روپے ماہوار تھا جب کہ مدرسین کی تنخواہیں بارہ اور پندرہ روپے ماہوار کے قریب رہتی تھی، اسی سے اندازہ ہوتا ہے کہ مدرسہ کا نظام کتنا پھیلا ہوا تھا اور کتنا بڑا تھا، حیرت کی بات یہ ہے کہ نہ ان کو کسی سے چندہ مانگتے ہوئے دیکھا گیا اور نہ مالی امداد کی کبھی اپیل شائع کی مگر ان کے پاس روپیوں کی ہمیشہ فراوانی رہی، کبھی تنگی نہیں ہوئی، مدرسہ کا اتنا لمبا خرچ کیسے پورا ہوتا ہے؟ ہر شخص حیرت زدہ تھا، مزید لطف کی بات یہ ہے کہ سال میں ایک بار عام شہریوں کی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ولیمہ کے نام پر بہت ہی رئیسانہ دعوت کرتے تھے، دو سو خصی اور دنبے ذبح ہوتے تھے اور ہر شخص کو اس دعوت میں شریک ہونے کی آزادی اور اجازت تھی۔

پوری زندگی مدرسہ کی تعمیر وترقی میں لگے رہے، آپ نے تجرد کی زندگی بسر کی، شادی نہیں کی اس لئے آل اولاد کے جھمیلوں سے کوئی سروکار نہ تھا، ان کی وفات کا واقعہ بھی کچھ کم حیرتناک نہیں ہے ایک ایرانی شاعر آیا اس نے ایک نظم حضرت علیؓ کی طرف منسوب کر کے سنائی، مولانا موصوف کو وجد آ گیا اور دیر تک رہا، جذب وکیف اور مستی اتنی بڑھی کہ وہ اپنے وجود سے بے خبر ہو گئے اور اسی کیف میں طائر روح قفس عنصری سے پرواز کر گیا۔

وفات لکھنؤ رجب ۱۳۴۳ھ (۱۹۲۴ء) مدفن احاطہ مدرسہ فرقانیہ لکھنؤ

(غ)

مولانا غلام رسول ہزاروی

ضلع ہزارہ (صوبہ سرحد) کے کسی گاؤں کے رہنے والے تھے، اپنے دیار میں تعلیم حاصل کر کے دارالعلوم دیوبند آئے اور یہاں مختلف علوم و فنون کی کتابیں پڑھ کر حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسن صاحب دیوبندی شیخ الحدیث اور دوسرے اساتذہ سے صحاح ستہ کی کتابیں پڑھیں اور ۱۳۲۳ھ میں سند فراغت حاصل کی، اسی سال مدرسہ امداد الاسلام میرٹھ میں بحیثیت استاد ان کی تقرری ہوگئی اور تقریباً دس سال وہ میرٹھ کے اس مدرسے سے متعلق رہے پھر ان کو دارالعلوم دیوبند میں بلالیا گیا اور درجہ علیا کا استاد بنایا گیا یہاں وہ ۱۳۵۳ھ تک یعنی بیس سال فرائض تدریس ادا کئے اس طرح ۳۰ سال انھوں نے قدیم طرز کے مدارس اسلامیہ میں زندگی گذارنے کے بعد جدید طرز کے مدارس کی طرف متوجہ ہوئے، ان کو پنجاب یونیورسٹی لاہور کے عربی ڈپارٹمنٹ کی جانب سے دعوت دی گئی، انھوں نے اس دعوت کو منظور کرلیا اور لاہور چلے گئے، اور پنجاب یونیورسٹی لاہور کے شعبہ عربی کے استاد ہوگئے، اسی دوران ملک آزاد ہوگیا اور ملک دو ٹکڑوں میں تقسیم ہوگیا پاکستان بننے کے وقت آپ لاہور ہی میں تھے اس لئے کوئی سوال ہی پیدا نہیں ہوا اور جب وہ یونیورسٹی سے ریٹائر ہوئے تو مفتی محمد حسن امرتسری لاہور جاکر جامعہ اشرفیہ قائم کرچکے تھے تو مولانا غلام رسول کو اپنے مدرسہ کا شیخ الحدیث والتفسیر کے عہدے پر بلالیا اسی ادارہ میں وہ حدیث وتفسیر پڑھاتے رہے بالخصوص ترمذی شریف ہمیشہ آپ کے ذمہ رہی، اسی ادارہ میں اسی منصب پر کام کررہے تھے کہ وقت موعود آگیا اور راہی ملک بقا ہوگئے۔

وفات لاہور رمضان ۱۳۹۱ھ (۱۹۷۱ء)

مولانا غلام رسول مہر

ولادت پھولپور ضلع جالندھر ۱۳ر اپریل ۱۸۹۵ء ذی قعدہ ۱۳۱۲ھ

لاہور کے مشہور صحافی، مولانا ابوالکلام آزاد کے گہرے ارادتمند، ان کی تحریر کے بے پناہ مداح، اچھے مورخ، تحقیقی مزاج کے مصنف اور اخبار نویس، سید احمد شہید رائے بریلوی کی تحریک پر تین ضخیم جلدوں میں جو تاریخ لکھی ہے ان کی تحقیق و تفتیش کی آئینہ دار ہے، یہ اس عظیم تحریک پر پہلی اور آخری کتاب ہے انھوں نے معرکہ بالاکوٹ کی تفصیل، میدان جنگ کے چپہ چپہ کا بچشم خود معائنہ کر کے لکھی ہے اس تحریک پر اس سے مفصل اور محقق کوئی کتاب نہیں، مولانا آزاد کے تفسیری مضامین کو جمع کر کے شائع کیا اور تتمہ ترجمان القرآن بنایا، الہلال کے مضامین کا ایک انتخاب بھی وہ شائع کر چکے تھے، خود بھی اخبار نکالے اور دوسرے کئی اخبارات سے متعلق بھی رہے، تحریر میں سلاست اور زور ہے۔

وفات لاہور ۲۶ر رمضان ۱۳۹۱ھ ۱۶ر نومبر ۱۹۷۱ء

غلام احمد قادیانی

ولادت قادیان ۱۴ر شوال ۱۲۵۰ھ ۱۳ر فروری ۱۸۳۵ء

مشہور مدعی نبوت، مسیلۂ پنجاب، فرقہ احمدیہ کا بانی، اس کے والد انگریزی گورنمنٹ کے ملازم تھے، پہلے صحیح العقیدہ تھا عیسائیوں اور آریوں سے مناظرہ کرتا رہا جب مقبولیت بڑھی تو نبوت کا دعویٰ کر دیا، چوراسی کتابوں کا مصنف ہے پاکستان حکومت نے اس کو غیر مسلم فرقہ قرار دیا ہے

وفات قادیان ۱۹۰۸ء ۱۳۲۶ھ

غلام علی آزاد بلگرامی

عربی نثر و نظم پر قدرت تامہ کی وجہ سے اہل علم نے ان کو "حسان الہند" کا خطاب دیا ہے، ان کی تمام تصانیف عربی زبان میں ہیں اور موضوع کے لحاظ سے بھی منفرد ہیں "سبحۃ المرجان فی آثار ہندوستان" اور "ماثر الکرام" ان کی مشہور کتابیں ہیں نظم و نثر دونوں کے بہترین نمونے ملتے ہیں، ہندوستان کے لوگ گیتوں کو جو عربی کا جامہ پہنایا ہے وہ بڑی دلچسپ چیز ہے۔

وفات ذی قعدہ ۱۲۰۰ھ ستمبر ۱۷۸۶ء

مولانا غلام نقشبند

ولادت گھوسی ضلع اعظم گڈھ ۹ر ذی الحجہ ۱۰۵۱ھ (۱۶۴۱ء)

مشہور عالم فاضل، حدیث و تفسیر پر وسیع نظر رکھتے تھے، زہد و تقویٰ میں اپنی مثال آپ تھے، شاہ پیر محمد لکھنوی سے بیعت تھے اور خلیفہ مجاز بھی، شیخ کے انتقال کے بعد مولانا غلام نقشبند کو ان کا جانشین اور سجادہ نشین بنایا گیا، آپ نے گھوسی سے رخت سفر باندھا اور لکھنؤ جا کر وہیں اقامت گزیں ہو گئے، آپ نے قرآن پاک کی ایک تفسیر بھی لکھی تھی لیکن طبع نہیں ہو سکی اس کا ایک مخطوطہ خدا بخش لائبریری پٹنہ میں موجود ہے۔

وفات لکھنؤ ۱۱۳۶ھ (۱۷۲۳ء)

شاہ محمد غوث لاہور

آپ شاہ عبد القادر جیلانی کے اخلاف میں سے ہیں صاحب کشف و کرامت بزرگ تھے۔

وفات لاہور ۱۱۷۷ھ (۱۷۶۳ء)

شاہ محمد غوث گوالیاری

تصوف کی ایک شاخ شطاریہ کے مشہور شیخ طریقت۔

وفات آگرہ ۹۷۰ھ (۱۵۶۲ء) مدفن روضہ خاص گوالیار

www.kitaab

(ف)

مولانا فاروق چریا کوٹی

اپنے دور کے ممتاز اور مشہور علماء میں تھے، مختلف مدارس میں تدریسی فرائض انجام دیئے۔ بہت سی صلاحیتوں کے مالک تھے، آخر میں کچھ دنوں دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ میں بھی استاد رہے، علامہ شبلی کے استاد تھے، شبلی پر سب سے زیادہ انھیں کی شخصیت کا اثر تھا، حنفی المسلک عالم تھے، موصوف اردو فارسی کے قادر الکلام شاعر بھی تھے، ہمارے دیار میں انکی ایک نظم مشہور تھی جو اس ہولناک اور خوں ریز فساد پر تھی جو "گئو کھچی" کے نام سے مشہور ہوا، یہ حادثہ ۱۸۹۳ء میں بہت بڑے پیمانے پر ضلع اعظم گڈھ کے مشرقی کنارے کے مواضعات اور قصبوں پر گذرا تھا، آخر میں بسلسلہ تدریس غازی پور میں مقیم تھے وہیں انتقال کیا۔

وفات غازی پور ۱۳ر شوال ۱۳۲۷ھ ۲۸ر اکتوبر ۱۹۰۹ء

مولانا فاخر الہ آبادی

عابد و زاہد اور صوفی مشرب تھے، مشہور شیخ محمد یحییٰ خوب اللہ الہ آبادی متوفی ۱۱۴۴ھ کے صاحبزادے تھے، شیخ افضل اور شیخ محمد طاہر سے تعلیم حاصل کی تھی۔ اپنے والد سے بیعت تھے اور ان کے خلیفہ تھے، حج کے موقعہ پر شیخ محمد حیات سندھی متوفی ۱۱۶۳ھ سے مدینہ منورہ میں بخاری و مسلم پڑھ کر سند و اجازت حدیث حاصل کی تھی۔

وفات ۱۱ر ذی الحجہ ۱۱۶۴ھ (۱۷۵۰ء) مدفن برہان پور

مولانا فخر الحسن گنگوہی

حجۃ الاسلام مولانا محمد قاسم نانوتوی بانی دارالعلوم دیوبند اور مولانا رشید احمد گنگوہی کے مخصوص تلامذہ میں تھے مولانا نانوتوی کے ساتھ مباحثہ شاہجہاں پور عرف میلہ خداشناسی منعقدہ چاندپور ضلع شاہ جہاں پور میں شریک تھے اور بعد میں اس کی مکمل روداد مرتب

کی تھی جو مباحثہ شاہجہاں پور کے نام سے شائع ہوئی آخر عمر میں آپ کان پور چلے آئے تھے اور طبابت کرتے تھے، ابوداؤد اور ابن ماجہ پر حواشی لکھے ہیں۔
وفات کانپور ۱۳۱۵ھ (۱۸۹۷ء)

مولانا سید فخر الدین احمد مراد آبادی

ولادت اجمیر ۱۳۰۷ھ (۱۸۸۹ء)

اپنے دور میں ہندوستان کے مایہ ناز محدث تھے، بخاری شریف کا درس اتنی جامعیت اور تحقیق سے پڑھانے والا ان کے دور میں کوئی نہیں تھا، سارے مباحث نوک زبان، روایات کا استحضار، احناف کی مستدل روایتوں کا پورا ذخیرہ نگاہوں میں، رجال کی ساری بحثیں ازبر، از ابتدا تا انتہا بخاری کی روایتوں پر جو کچھ کہا جا سکتا ہے وہ سال کے سال لفظ بلفظ اس طرح بیان کرنے کا ملکہ تھا جیسے ایک مربوط مضمون کوئی زبانی یاد کرلے ۴۸ سال مسلسل جامعہ قاسمیہ شاہی مراد آباد میں بخاری کا درس دیا اور ۱۴۰۰ علماء نے آپ سے سند حدیث حاصل کی اور مدارس اسلامیہ میں جا کر ان میں سے بہت سے خود شیخ الحدیث ہوئے۔

تعلیم کا آغاز گھر اور ننہیال سے ہوا، متوسطات کی کتابیں مولانا ماجد علی محدث جونپوری اور مولانا کریم بخش مولانا محی الدین سے پڑھیں، آخر میں دار العلوم دیوبند میں حضرت شیخ الہند سے حدیث پڑھی اور ۱۳۲۸ھ ۱۹۱۰ء میں سند فراغت حاصل کی۔

فراغت کے بعد ایک سال دار العلوم میں متوسطات کا درس دیا پھر اکابر دار العلوم دیوبند نے آپ کو مدرسہ شاہی مراد آباد کے لئے نامزد کر دیا، آپ مدرسہ شاہی آگئے، اور شیخ الحدیث کے منصب پر فائز ہوئے ۱۳۶۱ھ ۱۹۴۲ء میں جب شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد مدنی گرفتار ہو کر جیل چلے گئے تو ان کی جگہ درس حدیث کے لئے آپ کو دار العلوم دیوبند بلایا گیا اور طلباء دار العلوم کو بخاری شریف پڑھائی، مولانا مدنی کی رہائی کے بعد آپ پھر شاہی لوٹ آئے، پھر ۱۳۷۷ھ ۱۹۵۷ء میں جب شیخ الاسلام مولانا حسین احمد مدنی کا انتقال ہو گیا تو شیخ الحدیث کا منصب دار العلوم میں خالی ہو گیا تو دوبارہ آپ کو دار العلوم دیوبند میں شیخ الحدیث کا عہدہ تفویض کیا گیا آپ ۱۳۹۱ھ (۱۹۷۱ء) تک دار العلوم دیوبند کے شیخ الحدیث رہے اور

تقریباً پانچ ہزار علماء کو آپ سے شرف تلمذ حاصل ہوا، آپ سے حدیث پڑھ کر آپ کے شاگردوں میں شامل ہوئے۔

تقریباً ۲۰ سال مسلسل خدمت حدیث نبوی انجام دی، آپ کے درس حدیث کی تقریر سیکڑوں شاگردوں نے بالاستیعاب نقل کی ان میں سے بعض طبع بھی ہو چکی ہیں اور کچھ غیر مطبوعہ ہیں اور اگر درس حدیث ان کا مشغلہ ہے تو یہ تقریریں فن حدیث میں ان کی بہترین رہنما ہیں اور کتنے ان تقریروں کی بدولت خود شیخ الحدیث بن گئے، آپ نہایت خوبصورت، نازک اندام جامہ زیب، صاف شفاف لباس میں رہتے، پیشانی سے علم وفضل اور زہد وتقدس کی شعاعیں پھوٹتی تھیں۔

وفات ۲۱ صفر ۱۳۹۲ھ ۹ اپریل ۱۹۷۲ء مدفن مرادآباد

مولانا فرید الدین گنج شکر

حضرت بابا کھنی وال، مشہور شیخ طریقت، مزار لاہور میں ہے۔

وفات لاہور ۶۶۳ھ (۱۲۶۵ء)

مولانا فضل امام خیرآبادی

معقولات کے امام تھے خیرآباد ضلع سیتاپور وطن تھا جو منطق وفلسفہ کے لئے مستقل ایک مرکزی حیثیت رکھتا تھا۔ ہندوستان میں خیرآباد کی سرزمین خطہ یونان بن گئی، بہت سے نامور حکماء اور فلاسفہ یہاں پیدا ہوئے۔

وفات خیرآباد ذی قعدہ ۱۲۴۴ھ مئی ۱۸۲۹ء

مولانا فضل حق خیرآبادی

ولادت خیرآباد ضلع سیتاپور ۱۲۱۲ھ (۱۷۹۷ء)

منطق وفلسفہ کے امام، خیرآبادی اسکول کے گل سرسبد، حکومت مغلیہ کی طرف سے معزز عہدے پر فائز تھے، انگریزی حکومت کے خلاف ۱۸۵۷ء میں ایک فتویٰ پر دستخط کرنے کی وجہ سے گرفتار ہوئے اور کالے پانی بھیجے گئے، جہاں وہ ایک عرصہ تک بہت ہی عبرتناک زندگی گذار کر راہی ملک بقا ہوئے، جزیرہ انڈمان میں انھوں نے الثورۃ الہندیہ کے

نام سے ایک کتاب لکھی تھی جس میں انھوں نے روداد غم بیان کی ہے۔

وفات جزیرہ انڈمان پورٹ بلیر ۱۲ ر صفر ۱۲۷۸ھ ۱۹ ر اگست ۱۸۶۱ء

مولانا شاہ فضل الرحمٰن گنج مراد آبادی

ولادت ملانواں ضلع ہردوئی ۲۲ ر اپریل ۱۷۹۳ء ۲۱ ر رمضان ۱۲۰۸ھ)

اپنے وقت کے قطب اور ولی کامل تھے، آپ کا کشف بہت مشہور تھا، بڑے بڑے علماء، مشائخ، روساء، امراء، انگریزی حکام آپ کی خدمت میں مؤدبانہ حاضری دیتے تھے، علم حدیث سے خصوصی شغف تھا اور احادیث جیسے ان کو ازبر تھیں کہا جاتا ہے کہ مولانا احمد علی محدث سہارن پوری نے نسخہ بخاری کی تصحیح کے سلسلہ میں آپ سے مدد لی تھی، آپ نے غلطیوں کی نشاندہی فرمائی ہے، قرآن کا آسان اور روزمرہ کی ہندی میں ترجمہ بھی کیا ہے اس کا ایک مخطوط خدابخش لائبریری پٹنہ میں موجود ہے، آپ ملانواں سے بعض اسباب کی بناء پر گنج مراد آباد ضلع اناؤ آگئے تھے یہیں ایک ویرانہ میں ایک گنبد تھا اسی میں مقیم ہو گئے، نہایت فقیرانہ زندگی تھی مٹی کے پلیٹ پیالے اور لوٹے تھے اسی میں کھاتے پیتے تھے، گھر میں اور کوئی دوسرا سامان نہیں تھا فتوحات میں جو کچھ آتا چاہے کتنی ہی بڑی رقم ہو گاؤں والوں کو کسی نہ کسی بہانے سے دیتے رہتے تھے، آپ کے مریدوں کی تعداد کا صحیح اندازہ نہیں لگایا جا سکتا ہے اکابر علماء کو آپ سے شرف بیعت حاصل ہے، اہل علم بیعت ہونے والوں کو آپ مخصوص علاقوں کی اصلاح کی ذمہ داری دیتے تھے، آخری دور میں وہ مرجع خلائق بن گئے تھے۔

وفات گنج مراد آباد ضلع اناؤ ۱۲ ر ستمبر ۱۸۹۵ء (۱۳۱۳ھ)

مولانا فضل الرحمٰن عثمانی

دیوبند کے عثمانی شیوخ میں سے تھے دارالعلوم میں ابتدائی تعاون دینے والوں میں شامل تھے۔

وفات دیوبند ۱۳۲۵ھ (۱۹۰۷ء)

مولانا فضل اللہ کانپوری

ولادت کانپور، ۲۰ رمضان ۱۳۲۰ھ دسمبر ۱۹۰۲ء

مولانا محمد علی مونگیری بانی ندوۃ العلماء لکھنؤ کے پوتے تھے، ان کے والد کا نام مولوی احمد علی تھا، عثمانیہ یونیورسٹی حیدرآباد کے شعبہ عربی میں استاد رہے، سبکدوشی کے بعد علی گڈھ میں سکونت اختیار کر لی تھی۔ آپ نے امام بخاری کی کتاب المفرد کی دو جلدوں میں شرح لکھی ہے جو شائع ہو چکی ہے۔

علی گڈھ، ۲۰ جمادی الثانی ۱۳۹۹ھ مئی ۱۹۷۹ء

مولانا فضل ربی

دارالعلوم دیوبند کے فاضل، حضرت شیخ الہند کے شاگرد ضلع پشاور کے رہنے والے تھے، علم و فضل کے ساتھ بہترین خطیب و مقرر تھے، اس لئے شیخ الہند نے ان کو اپنی تحریک ریشمی رومال کے لئے منتخب کر لیا تھا، آپ نے ان کو یاغستان بھیجا جہاں کے آزاد قبائل کو جہاد پر آمادہ کر کے ان کو ہندوستان پر حملہ کرنے کے لئے تیار کرنا تھا چونکہ مقرر اچھے تھے اسلئے ان علاقوں میں انھوں نے جوشِ جہاد پر تقریریں کیں تو اس کا اچھا اثر پڑا بہت بڑی تعداد میں افغان میدان میں نکل آئے حاجی ترنگ زئی کی قیادت میں انگریزوں سے چھوٹی چھوٹی لڑائیاں ہوتی رہیں ان میں حصہ لیا جب انگریزوں نے سرحد پر قبضہ کر لیا اور مجاہدین سے اس علاقہ کو خالی کرایا تو یہ کابل چلے گئے اور اپنی بہترین علمی صلاحیتوں کی وجہ سے افغانستان حکومت میں ایک اچھے عہدے پر فائز ہوئے، کابل ہی میں ساری زندگی گذاری، بعد کے حالات کا علم نہ ہو سکا اور نہ تاریخ وفات معلوم ہو سکی۔

مولانا فضل محمود

دارالعلوم دیوبند کے فاضل حضرت شیخ الہند کے شاگرد تھے ان کو سرحد کے آزاد قبائل میں بھیجا تھا، وہ قبائل کا دورہ کر کے ان میں اسلام کی اسپرٹ پیدا کرتے رہے اور جہاد کے فضائل بیان کر کے انگریزوں کے خلاف جنگ کرنے پر آمادہ کرتے رہے لیکن غیر منظم جنگ کی وجہ سے شکست ہوئی اور یاغستان کی مرکزیت ختم ہو گئی تو آپ خفیہ طور پر اپنے

وطن چلے گئے اور گمنامی کی زندگی بسر کی مزید حالات کا علم نہ ہو سکا۔

مولانا فقیر محمد جہلمی

ولادت چتن ضلع جہلم ۱۲۶۰ھ (۱۸۴۴ء)

"حدائق الحنفیہ" کے مصنف چتن ضلع جہلم ان کا وطن تھا اپنے دور اور علاقے کے مشہور علماء میں سے تھے تعلیم دہلی میں مفتی صدرالدین آزردہ سے حاصل کی تھی، تعلیم کے سلسلہ میں کچھ دنوں لاہور کے علماء کی خدمت میں بھی رہے، عیسائیوں سے مناظرہ کرنے میں بڑے پُرجوش تھے، ردِ عیسائیت میں ان کی کتاب "زبدۃ الاقاویل فی ترجیح القرآن علی الاناجیل" ہے، "حدائق الحنفیہ" اردو میں مشائخ حنفیہ کے تذکرہ میں مشہور ہے۔

وفات جہلم ۱۳۲۵ھ (۱۹۱۶ء)

مولانا فیض الحسن سہارنپوری

ولادت سہارنپور ۱۸۱۶ء (۱۲۳۲ھ)

شمس العلماء مولانا فیض الحسن سہارنپوری لاہور کے اورنٹیل کالج میں پروفیسر تھے، علامہ شبلی اور دوسرے بہت سے اکابر علماء کے استاذ ہیں، عربی ادب کے اس زمانہ میں سب سے بڑے اور مشہور استاذ تھے، آپ نے کئی مشہور ادب کی کتابوں کی شرحیں لکھی ہیں جن میں شرح حماسہ، شرح سبعہ معلقہ، شرح دیوان متنبی، شرح رسالہ اُم زرع شامل ہیں، عربی کا ایک رسالہ "شفاء الصدور" کے نام سے جاری کیا تھا جو ۱۸۷۵ء سے ۱۸۸۶ء تک جاری رہا، مظاہر علوم سے ان کا وطنی تعلق تھا اس لئے اس کی ترقی کے لئے برابر جد و جہد کرتے رہتے تھے۔

وفات ۱۳۰۴ھ (۱۸۸۶ء)

مولانا فیض اللہ مئوی

مئو ضلع اعظم گڈھ آپ کا وطن تھا، مولوی سخاوت علی جونپوری کے شاگرد تھے اور سید خواجہ احمد بن محمد یٰسین الحسنی نصیر آبادی سے بیعت تھے، ساری زندگی درس و تدریس میں بسر کی، اس لئے بہت سے اہل علم آپ کے شاگرد تھے۔

وفات مئو ۱۳۰۶ھ (۱۸۸۴ء)

ق

حجۃ الاسلام مولانا محمد قاسم نانوتوی

ولادت نانوتہ ۱۲۴۸ھ (۱۸۳۲ء)

تاریخ اسلامی ہند کی ناقابل فراموش شخصیت، بانی دارالعلوم دیوبند، بہترین مناظر، عیسائیوں اور آریہ سماجیوں کے بڑھتے ہوئے سیلاب کے آگے سد سکندری کھڑی کرنے والے، مجاہد صف شکن، شاملی کے محاذ پر انگریزی فوج سے دست بدست جنگ کرنے والے ہیں، ۱۸۵۷ء کے ہنگامہ کے بعد حکومت نے گرفتار کرنے کی ہر ممکن کوشش کی مگر ناکام رہی یہاں تک کہ عام معافی کا اعلان ہوگیا۔

آپ استاذ الاساتذہ مولانا مملوک علی نانوتوی کے شاگرد تھے اور حدیث شاہ عبدالغنی ابن ابی سعید مجددی مہاجر مکی سے پڑھی تھی اور حضرت حاجی امداد اللہ تھانوی مہاجر مکی سے بیعت تھے اور آپ کے خلیفہ تھے، آپ کی تقریر و تحریر پر علم کلام اس طرح چھایا ہوا ہے کہ ان کی اردو تحریروں کو بھی سمجھنا کچھ آسان نہیں ہے، علم کلام میں ان کا مقام اتنا بلند تھا، آپ کی قلمی یادگاروں میں بخاری شریف کے آخری پانچ جزدوں کا حاشیہ ہے، صحیح بخاری پر مولانا احمد علی محدث سہارن پوری حواشی لکھ رہے تھے اس کے آخری پانچ جزدوں کا حاشیہ آپ نے حضرت نانوتوی سے لکھوایا تھا جو مطبوعہ بخاری پر برابر چھپ رہا ہے آپکی تصانیف میں۔ حجۃ الاسلام، تقریر دلپذیر، انتصار الاسلام، اور سرسید کے عقائد کے سلسلہ میں چند ورقی رسالہ "تصفیۃ العقائد" کے نام سے ہے، آپ میرٹھ کے مطبع مجتبائی میں تصحیح کتب کا کام کرتے تھے اور خالی اوقات میں منتہی طلبہ کو مختلف علوم و فنون کی کتابیں بھی پڑھاتے تھے، دارالعلوم کو عالمی مذہبی یونیورسٹی بنانے میں آپ کے فکر و عمل کو بڑا دخل ہے۔

وفات دیوبند ۴ جمادی الاول ۱۲۹۷ھ ۱۴ اپریل ۱۸۸۰ء

خواجہ قطب الدین بختیار کاکی اوشی

ولادت اوش (ترکستان) ۵۶۹ھ (۱۱۷۳ء)

حضرت خواجہ کے نام سے مشہور ہیں، سلسلہ چشتیہ کے شیخ طریقت اور مرشد کامل تھے، آپ کا نام خواجہ سید موسیٰ تھا، خواجہ معین الدین چشتی اجمیری کے حکم سے دہلی میں سکونت اختیار کی اصلاح اور تزکیہ باطن میں مصروف رہے، آپ کا جب انتقال ہوا اس وقت دہلی پر سلطان شمس الدین التمش کی حکومت تھی، بادشاہ خود فقراء، مشائخ، علماء، عوام اور خواص کو لے کر جنازہ میں شریک ہوا اور بادشاہ نے خود ہی نماز جنازہ پڑھائی۔

وفات ۱۴ ربیع الاول ۶۳۳ھ نومبر ۱۲۳۵ء مدفن مہرولی دہلی

ملا قطب الدین شہید سہالوی

فرنگی محل لکھنؤ کے خانوادہ علم و فضل کے محدث اعلیٰ

شہادت ۱۱۰۳ھ (۱۶۹۲ء)

www.kitaab

(ک)

مولانا کامل ولید پوری

ولادت ولید پور ضلع اعظم گڈھ ۱۲۳۵ھ (۱۸۱۹ء)

ابتدائی تعلیم مولانا احمد علی بھیروی سے حاصل کر کے مرزاپور گئے اور وہاں مولانا عبدالحلیم لکھنوی سے مدرسہ حنفیہ میں رہ کر جملہ علوم و فنون کی تعلیم حاصل کی، پہلے شیخ عبدالعلیم چشتی سے بیعت ہوئے، دوبارہ میر امیر علی جائسی سے مرید ہوئے، انگریزی حکومت میں ملازم تھے، تصوف میں ان کے بعض رسالے بھی ہیں۔

وفات ولید پور ۱۳۲۲ھ (۱۹۰۴ء)

مولانا کرامت علی جونپوری

مشہور مصلح اور مرشد کامل، سید احمد شہید رائے بریلوی سے بیعت تھے اور ان کی تحریک اصلاح سے وابستہ تھے، انھوں نے اپنی سرگرمیوں کا مرکز صوبہ بنگال کو بنایا، ہزاروں افراد نے آپ کے ہاتھ پر بدعات و خرافات اور مشرکانہ رسم و رواج سے توبہ کی اور آپ سے بیعت ہوئے آپ کا خاندان اب بھی شہر جونپور کے محلہ ملاٹولہ میں آباد ہے، تبلیغ و دعوت کے سلسلہ میں آپ رنگ پور گئے تھے وہیں پیام اجل آپہونچا۔

وفات رنگ پور ۱۲۹۰ھ مئی ۱۸۷۳ء

مولانا کریم بخش سنبھلی

سربرآوردہ علماء دیوبند میں شمار تھا، درس و تدریس آپ کا زندگی بھر کا مشغلہ رہا آخری دور میں آپ دارالعلوم مئو ضلع اعظم گڈھ میں صدر المدرسین اور شیخ الحدیث ہو کر آئے تھے، یہاں وہ کئی سالوں تک اسی منصب پر رہے مشہور محدث مولانا حبیب الرحمٰن الاعظمی نے صحاح ستہ کی تکمیل انھیں سے دارالعلوم میں تین ماہ رہ کر کی تھی۔

وفات ۱۳۶۲ھ (۱۹۴۳ء)

مولانا مفتی کفایت اللہ دہلوی

ولادت شاہجہاں پور ۱۲۹۲ھ (۱۸۷۵ء)

مفتی اعظم ہند، فقیہ دوراں، مدبر سیاستداں، سرخیل جماعت علمار دیوبند، مدرسہ امینیہ دہلی کے صدر المدرسین، شیخ الحدیث اور مہتمم تھے۔ جمعیۃ علمار ہند کے یوم تاسیس ۱۹۱۹ء سے ۱۹۴۰ء تک مسلسل صدر رہے، حجاز پر قبضہ کے بعد آل سعود نے دنیائے اسلام کے علمار کو حجاز میں نظام حکومت پر غور کرنے کے لئے جو کانفرنس بلائی تھی اس کانفرنس میں ہندوستان کی طرف سے آپ شریک ہوئے تھے قاہرہ میں جب فلسطین کانفرنس عالم اسلام کے پیمانے پر منعقد ہوئی تو مسلمانان ہند کی طرف سے آپ ہی نے نمائندگی کی تھی، آپ کی قومی و ملی خدمات کا دائرہ بہت وسیع ہے اور یہ داستان بہت طویل بھی ہے، ہندوستان علمار کی سرفروش جماعت جمعیۃ علمار ہند کی قیادت آپ کے ہاتھوں میں رہی، علمار ہند کی ساری سیاسی سرگرمیوں میں آپ کی صوابدید اور مشوروں کا سب سے بڑا ہاتھ تھا، متعدد بار آپ کو سیاسی سرگرمیوں کی وجہ سے جیل جانا پڑا، شدھی سنگٹھن کے خطرناک فتنہ سے لے کر ہندوستان کی آزادی تک آپ کی سوانح حیات بے انتہا سرفروشیوں، جاں سپاریوں اور قربانیوں سے بھری پڑی ہے، اگست ۱۹۴۷ء کے بعد مسلمانان دہلی پر جو قیامت ٹوٹی تھی اور کئی لاکھ مسلمان موت وحیات کے دوراہے پر کھڑے تھے اس نازک گھڑی میں آپ نے اپنے رفقار کار کے ساتھ کفن بر دوش خدمات انجام دیں۔

آپ کا وطن شاہجہاں پور ہے وہیں پیدا ہوئے وہیں ابتدائی تعلیم حاصل کرکے مدرسہ شاہی مراد آباد میں داخل ہوئے پھر اس کے بعد دارالعلوم دیوبند جاکر شیخ الہند سے حدیث پڑھی اور سند فراغت حاصل کی اور ۱۸۹۷ء میں تکمیل تعلیم کے بعد درس وتدریس میں مصروف ہوگئے آپ مبصر فقیہ تھے اور ہندوستان کے مفتی اعظم تسلیم کئے گئے ان کے فتاوی کئی جلدوں میں شائع ہوچکے ہیں۔

وفات دہلی ۱۳ر ربیع الثانی ۱۳۷۲ھ ۳۱ر دسمبر ۱۹۵۲ء

مدفن مہرولی ظفر محل کے درمیان

خواجہ کمال الدین

ولادت ۱۸۷۰ء (۱۲۸۷ھ)

بہت دنوں تک حیدر آباد میں رہے اور تبلیغ کا کام کرتے رہے پھر یورپ چلے گئے اور کئی ملکوں میں وہ اسلام کے مبلغ کے طور پر جاتے جاتے تھے، کیوں کہ شب و روز اس میں مصروف تھے، عام مسلمانوں کو خوش فہمی تھی کہ وہ دین کی خدمت کر رہے ہیں حالاں کہ یہ قادیانی تھے اور وہ حقیقتاً احمدی فرقہ کی تبلیغ کر رہے تھے چونکہ ان کا رویہ بہت نرم تھا اس لئے بہت سے لوگوں کو یہ دھوکا ہوا کہ وہ سچ مچ اسلام کی خدمت کر رہے ہیں، جبھی کہ اس دور کے اہل علم کو بھی ان کی طرف سے حسن ظن تھا، ۱۹۱۲ء سے ۱۹۳۳ء تک مسلسل یورپ کے ملکوں میں اپنے مشن میں لگے رہے، آخر میں وہ لاہور آ گئے تھے اور یہیں انتقال کیا۔

ان کی چھوٹی بڑی ۲۳ تصانیف بتائی جاتی ہیں۔

وفات ۲۸ر دسمبر ۱۹۳۲ء (۱۳۵۱ھ) مدفن لاہور

ل

مولانا لطف اللہ علی گڈھی

ولادت پلکھنہ ضلع علی گڈھ ۱۲۴۴ھ (۱۸۲۸ء)

مفتی عنایت احمد کاکوروی کے شاگردوں میں ہیں، تعلیم سے فارغ ہونے کے بعد مدرسہ فیض عام کانپور میں مدرس ہوگئے اور ایک عرصہ تک یہاں تدریسی فرائض انجام دیتے رہے، پھر کانپور سے علی گڈھ چلے گئے اور وہیں مستقل سکونت اختیار کرلی، تدریسی مشاغل بھی جاری رہے اور بلامبالغہ کہا جاسکتا ہے کہ ہندو بیرون ہند کے ہزاروں علمار نے آپ کے سامنے زانوے تلمذ تہ کیا ہے اور ان سے استفادہ کیا ہے ان کی ذات مرجع العلوم والعلمار بن گئی تھی، جب ان کی علمی شہرت حیدرآباد پہونچی تو نواب وقار الامرار نے ان کو حیدرآباد آنے کی دعوت دی، آپ نے دعوت منظور کرلی اور حیدرآباد چلے گئے اور وہاں مسند صدارت پر فائز کئے گئے۔

آخر عمر میں نابینا ہوگئے تھے تب آپ علی گڈھ لوٹ آئے، ندوۃ العلمار کی تنظیم جب جب قائم ہوئی تھی تو اس تنظیم کا جب جب اجلاس ہوا تو آپ ہی اس کی صدارت کے فرائض انجام دیتے تھے، ان کی کسی تصنیف کا ذکر مجھے کہیں نہیں ملا، البتہ ساری زندگی درس وتدریس میں گذری۔

وفات علی گڈھ ذی الحجہ ۱۳۳۴ھ (۱۹۱۶ء) بعمر ۹۰ سال

(م)

مولانا ماجد علی جونپوری

مانی کلاں ضلع جونپور آپ کا وطن تھا، مشرقی اتر پردیش کے اپنے دور میں ممتاز عالم اور صاحب درس و تدریس استاذ تھے، مولانا رشید احمد گنگوہی سے حدیث پڑھی تھی، علم معقول و منقول دونوں کے جامع تھے، تعلیم و تدریس ہمیشہ مشغلہ رہا، کہا جاتا ہے کہ ترمذی شریف اور ابوداؤد شریف پر حواشی لکھے تھے، یہ کوئی بعید اس لئے نہیں کہ انھوں نے حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی کے درس حدیث کی تقریریں دوران درس قلمبند کی تھیں اور حدیث کا مسلسل درس بھی دیا ہے۔

وفات یکم شوال ۱۳۵۳ھ (۱۹۳۵ء)

ماہر القادری

ولادت کیسر کلاں ضلع بلند شہر ۱۹۰۶ء (۱۳۲۵ھ)

ہندوپاک کے مشہور شاعر، بہترین نثر نگار، اردو زبان کے مزاج داں اور رسالہ "فاران" کے ایڈیٹر تھے، زندگی کا ایک طویل عرصہ انھوں نے حیدرآباد میں گذارا، ذہن میں شاعرانہ بے راہ روی اور فکری عیاشی کے بجائے اسلامیات اور دینی تحریک و دعوت سے زیادہ اور گہرا لگاؤ تھا، آخر میں تو وہ مولانا ابوالاعلیٰ مودودی سے اتنا متاثر ہوئے کہ ان کے اپنے رسالہ "فاران" پر جماعت اسلامی اور اس کے افکار کی گہری چھاپ پڑ گئی تھی، ذاتی طور پر بہت نیک اور شریف، دیندار، کھرے اور سچ بولنے والے تھے، اپنی ابتدائی زندگی میں وہ کچھ دنوں اخبار "مدینہ" بجنور کے ادارۂ تحریر میں شامل رہے، پھر بجنور سے دہلی منتقل ہوگئے اور جمعیۃ علماء ہند کے اخبار "الجمعیۃ" سے کچھ دنوں وابستہ رہے، ان کی تحریر شاعرانہ عبارت آرائی کے بجائے سادہ، دلکش، سلیس، رواں تھی، پڑھتے جائیے مگر ذہن

کبھی تکان محسوس نہیں کرتا، تقسیم ملک کے بعد وہ پاکستان چلے گئے اور کراچی میں سکونت اختیار کرلی، وہیں سے رسالہ "فاران" جاری کیا اور اپریل ۱۹۴۹ء سے لے کر اپنی زندگی کے اخیر لمحات مئی ۱۹۷۸ء تک پابندی سے نکالتے رہے اور اسلامیات پر معرکۃ الآراء مضامین شائع کرتے رہے نئی کتابوں پر ان کا تبصرہ بڑا جچا تلا ہوتا تھا، سیرت پر ان کی کتاب "درِ یتیم" ایک بہت ہی خوبصورت کتاب ہے اس کو پڑھئے تو چمن زار افکار میں موسم بہار کی ہوائیں سرسرانے لگتی ہیں "کاروانِ حجاز" میں اپنے سفر حج کی روداد بڑے والہانہ اور سرشارانہ انداز میں قلم بند کی ہے، ان کے علاوہ ان کی دوسری کتابوں اور کلام کے مجموعوں میں "میخانے"، "کانجی ہاؤس"، "نقش توحید"، "نغمات ماہر"، "محسوسات ماہر"، "فردوس"، "ذکر جمیل"، "سیاحت نامہ"، "سنت یا بدعت" شامل ہیں۔

تقریباً تین ہزار نئی شائع ہونے والی کتابوں پر انھوں نے بہترین تبصرے لکھے ہیں اور کئی سو افراد کے انتقال پر تعزیت نامے تحریر کئے ہیں جو رسمی نہیں بلکہ اس شخصیت کی ایک واضح تصویر نگاہوں کے سامنے پیش کردیئے ہیں۔ شخصیت کے اچھے اور برے جتنے پہلو ہیں بلاکم و کاست پوری دیانت داری کے ساتھ بیان کردیئے ہیں، اور یہ سب کچھ ذاتی مشاہدات و تجربات کی بنیاد پر لکھے ہیں، یہ تمام تعزیت نامے "یادِ رفتگاں" کے نام سے تین جلدوں میں شائع ہو چکے ہیں۔

مئی ۱۹۷۸ء میں جدہ میں ہونے والے مشاعرہ میں شریک ہونے کے لئے گئے، مشاعرہ میں شریک ہوئے یہ ان کی زندگی کا آخری مشاعرہ تھا اور پھر ہمیشہ کے لئے یہ بلبل ہزار داستان خاموش ہوگیا

وفات جدہ مئی ۱۹۷۸ء جمادی الثانی ۱۳۹۸ھ

شیخ محب اللہ الہ آبادی

مشہور بزرگ الہ آباد خانقاہ کے سجادہ نشین

وفات ۹ رجب ۱۱۸۵ھ (۱۶۴۸ء)

مولوی محبوب عالم (لاہور)

ولادت برکی وزیر آباد (پاکستان) ۲۰ر فروری ۱۸۶۲ء (۱۲۷۸ھ)

قدیم ترین صحافی اور اخبار نویس، لاہور کے مشہور اخبار "پیسہ اخبار" کے مالک اور ایڈیٹر تھے، یہ اخبار ہندوستان کی اردو صحافت میں سنگ میل کی حیثیت رکھتا ہے، لاہور کی جس گلی میں اس کا دفتر تھا وہ گلی ہی پیسہ اسٹریٹ کے نام سے مشہور ہوگئی، موصوف اس دور میں یورپ اور ممالک اسلامیہ کا دورہ کرچکے تھے۔

وفات لاہور ۲۸ر مئی ۱۹۳۳ء (۱۳۵۲ھ)

مولانا محمد مکی جونپوری

مشہور مصلح مولانا سخاوت علی جونپوری کے چوتھے لڑکے تھے، مکہ مکرمہ میں پیدا ہوئے جب کہ پورا خاندان وہیں مقیم تھا، مولانا سخاوت علی صاحب کا وہیں انتقال ہوگیا تو وہ اپنی والدہ کے ساتھ جونپور واپس آئے جونپور تعلیم حاصل کرکے مزید تعلیم کے لئے لکھنؤ گئے اور مولانا عبدالحئی فرنگی محل سے جملہ علوم وفنون کی تعلیم حاصل کی رائے بریلی کے شیخ ضیاء النبی سے بیعت تھے، تعلیم وتدریس میں زندگی گذاری۔

وفات جونپور ۱۳۲۲ھ (۱۹۰۳ء)

مولانا محمد قاسمی ادروی

ولادت ادری ضلع اعظم گڈھ جنوری ۱۹۲۶ء

جامعہ قاسمیہ شاہی مراد آباد کے فاضل اور مولانا سید فخر الدین احمد شیخ الحدیث سے حدیث پڑھی تھی، فراغت کے بعد مقامی مدرسہ کے ناظم ہوئے پھر ۱۹۵۲ء میں مدرسہ دار السلام کی تاسیس میں راقم الحروف کے ساتھ برابر کے شریک رہے اور اس کے لئے بڑی جدوجہد کی تا زندگی اس کے ناظم اعلیٰ رہے، بہت مستقل مزاج انتہائی متحرک وفعال اور قومی وملی تحریکات میں برابر حصہ لیتے رہے، فولادی عزم وارادہ کے مالک تھے، جوانی ہی میں سفر آخرت اختیار کیا۔

وفات ادری ضلع اعظم گڈھ ۲۵ر اپریل ۱۹۷۹ء، ۲ر جمادی الاول ۱۳۹۹ھ

مولانا محمد الحسنی

ولادت ۱۰ رجب ۱۳۵۴ھ ۱۵ اکتوبر ۱۹۳۵ء

ڈاکٹر عبد العلی رائے بریلوی ناظم ندوۃ العلماء لکھنؤ کے صاحبزادے تھے عربی اور اردو کے بہترین انشاء پرداز ندوہ کے رسالہ "البعث الاسلامی" کے بانی تھے، ان کی تصانیف میں "سیرت مولانا محمد علی مونگیری" "حیات خلیل" وغیرہ ہیں لیوپولڈ نومسلم انگریز کی کتاب "روڈ ٹو مکہ" کا اردو میں ترجمہ کیا اور اس کا نام "طوفان سے ساحل تک" رکھا، مولانا ابوالحسن ندوی کی کتاب "نبی رحمت" جو عربی زبان میں تھی اس کو اردو میں منتقل کیا، عربی اردو دونوں زبانوں کی تعبیرات پر اس درجہ قدرت حاصل کی تھی کہ ان کا ترجمہ ترجمہ نہیں معلوم ہوتا تھا، یہ دونوں زبانوں پر قدرت کی دلیل تھی۔

وفات لکھنؤ ۱۳ جون ۱۹۷۹ء (۱۳۹۹ھ)

مولانا محمد مسلم بمہوری

وطن بمہور ضلع اعظم گڈھ

تعلیم کا زیادہ حصہ احیاء العلوم میں حاصل کیا آخر میں دار العلوم دیوبند چلے گئے اور وہیں سے سند فراغت حاصل کی، فراغت کے بعد پوری زندگی درس و تدریس میں گذاری بہترین مدرس تھے ان کے شاگردوں کی تعداد بہت بڑی ہے ان کے ممتاز اور باصلاحیت شاگردوں کی تعداد بھی کچھ کم نہیں ہے دار العلوم مئو احیاء العلوم مبارک پور مدرسہ قرآنیہ جونپور میں تدریسی فرائض انجام دیے، آخر میں شہر جونپور کی شاہی مسجد لال دروازہ میں ایک بڑے مدرسہ کی جامعہ حسینیہ کے نام سے بنیاد ڈالی جو آج تک روبہ ترقی ہے اور ان کی بہترین یادگار ہے زندگی کے آخر میں وہ اپنے گاؤں بمہور منتقل ہو گئے اور وہاں جامعہ رشیدیہ کے نام سے ایک مدرسہ قائم کیا اس کے نظم و نسق کے ساتھ درس بھی دیتے تھے، ایک دن فالج کا اثر ہوا اور بے ہوشی کی حالت میں جان جان آفریں کے سپرد کر دی۔

وفات بمہور ضلع اعظم گڈھ جولائی ۱۹۹۲ء

مولانا سید محمد شاہ نقوی محدث

ولادت رام پور ۱۲۵۵ھ (۱۸۳۹ء)

آپ رام پور کے ایک علمی خانوادے سے تعلق رکھتے ہیں ان کے والد سید حسن شاہ خود شاہ عالم نگینوی کے شاگرد تھے جو شاہ اسحاق محدث دہلوی کے شاگرد تھے، آپ کی ابتدائی تعلیم گھر پر ہوئی، حدیث کی بعض کتابیں بھی اپنے والد ہی سے پڑھیں بقیہ حدیث کی کتابیں اپنے والد کے شیخ شاہ عالم نگینوی محدث سے پڑھ کر سند حدیث حاصل کی۔

فراغت کے بعد آپ بسلسلہ ملازمت بنارس چلے گئے وہاں نواب محمد علی خاں معزولی کی حالت میں مقیم تھے نواب صاحب نے اپنے لڑکوں کو حدیث کا درس دینے کے لئے آپ کی خدمات حاصل کیں، آپ نے ایک مسجد میں تدریس کا آغاز کرایا کچھ دنوں کے بعد جب رام پور لوٹے تو پھر دوبارہ بنارس نہیں آئے اور وہیں درس و تدریس کا سلسلہ شروع کرایا، رام پور کے مدرسہ عالیہ میں شیخ الحدیث ہوئے، اس مدرسہ کا سارا خرچ ریاست رام پور دیتی تھی، یہاں اکثر انگریز افسران آتے رہتے تھے اور مدرسہ کا معائنہ کرتے تھے مگر آپ کا اصول یہ تھا کہ نہ تو آپ خود ان انگریزوں کے احترام میں کھڑے ہوتے تھے اور نہ طلبہ کو اس کی اجازت دیتے تھے جس کی وجہ سے انگریز افسران کو شکایت ہوئی اور نواب رام پور پر دباؤ ڈال کر مولانا موصوف کو مدرسہ سے علیحدہ کرادیا، آپ نے اپنے گھر پر درس حدیث کا سلسلہ شروع کر دیا، ریاست نے ان کے گھر کے مدرسہ کے اخراجات کے لئے پوری مدد کی اس طرح وہ مطمئن ہو کر درس و تدریس میں لگے رہے اور تقریباً پچاس سال تک فیضان علم جاری رہا آپ نے شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی کے نام پر ایک مدرسہ عزیزیہ بھی قائم کیا تھا جس میں آپ کے لڑکے درس دیتے تھے، آپ کے شاگردوں کی تعداد بہت ہے جن میں بعض شمس العلماء ہوئے اور بعض نے مسند حدیث کو زینت بخشی، عزت و شہرت حاصل کی اور اپنے استاد کا نام روشن کیا۔

وفات رام پور ۲۲ شعبان ۱۳۳۸ھ ۱۲ مئی ۱۹۲۰ء

شیخ محمد گیسو دراز

ولادت ۴ رجب ۷۲۱ھ ۳۰ جولائی ۱۳۲۱ء

خواجہ بندہ نواز، صدرالدین محمد حسین نام ہے، دہلی میں پیدا ہوئے، جنوبی ہند میں ان کی ذات مرکز عقیدت بنی اور اپنے دور کے مشہور شیخ طریقت ہوئے۔

وفات گلبرگہ حسن آباد ۱۶ ذی قعدہ ۸۲۵ھ یکم نومبر ۱۴۲۲ء

مولانا محمد حسن امرتسری

موضع ملبور علاقہ حسن ابدال وطن تھا، ابتدائی تعلیم اپنے وطن میں حاصل کی، پھر آپ امرتسر آگئے اور یہاں مدرسہ غزنویہ میں داخل ہوکر تعلیم حاصل کرتے رہے، امرتسر سے مختلف علوم و فنون کی کتابیں پڑھ کر دارالعلوم دیوبند آئے اور یہاں دورۂ حدیث پڑھ کر سند فضیلت حاصل کی، اس وقت دارالعلوم دیوبند کے شیخ الحدیث حضرت علامہ انور شاہ کشمیری تھے، آپ سے سند و اجازت حدیث حاصل کی۔

فراغت کے بعد جب آپ امرتسر واپس ہوئے تو وہاں کے مدرسہ نعمانیہ میں مدرس ہوگئے اور تقریباً چالیس سال آپ نے یہاں مسلسل درس دیا، آپ کا معمول تھا کہ نماز فجر کے بعد شہر کی کسی مسجد میں قرآن کی تفسیر بیان کرتے تھے، اور سال بھر اس کا سلسلہ جاری رہتا تھا اور لوگ بڑے شوق سے اس میں شرکت کرتے تھے، اہل علم خاص طور پر تفسیر سننے کے لئے اسی مسجد میں نماز فجر ادا کرتے تھے جہاں آپ تفسیر قرآن بیان کرتے تھے، تقسیم ملک کے بعد آپ پاکستان چلے گئے اور وہاں جاکر لاہور میں "جامعہ اشرفیہ" قائم کیا اور بتدریج اس کو پاکستان کے مرکزی دینی اداروں کی سطح پر پہونچا دیا، آپ خود بھی اس میں درس دیتے رہے یہ مدرسہ ابتداءً محلہ نیلا گنبد لاہور میں تھا جب وہاں جگہ کی تنگی محسوس ہوئی تو فیروز پور روڈ پر ایک وسیع زمین خرید کر جامعہ اشرفیہ کو وہاں منتقل کر دیا گیا، اس مدرسہ میں شارح مشکوٰۃ مولانا محمد ادریس کاندھلوی، مولانا غلام رسول ہزاروی سابق استاذ دارالعلوم دیوبند مفتی جمیل احمد تھانوی جیسے اکابر درس دیتے رہے، مولانا محمد حسن حضرت تھانوی سے بیعت تھے اور ان کے اجلہ خلفاء میں سے تھے۔ سید عطاء اللہ شاہ بخاری مولانا شمس الحق افغانی آپ کے

شاگردوں میں تھے ۔

وفات کراچی ذی الحجہ سنہ ۱۳۸۰ھ یکم جون سنہ ۱۹۶۱ء مدفن کراچی

مولانا محمد حسن مرادآبادی

ولادت مدنپورہ مرادآباد یکم جنوری سنہ ۱۸۶۱ء (سنہ ۱۲۷۵ھ)

مولانا رشید احمد گنگوہی کے شاگرد اور بھوپال کے قاضی تھے ، آپ کی تعلیم کا آغاز رام پور کے مدرسہ سے ہوا مدرسہ عالیہ رام پور میں اس وقت معقولات زور و شور سے پڑھائی جارہی تھی اس لئے طلبہ کا بھی عام رجحان منطق و فلسفہ کی ہی جانب تھا اس دور میں مولانا عبدالحق خیرآبادی کے شاگرد مولانا عبدالعزیز امام المعقولات تھے ، مولانا محمد حسن ان سے زیادہ متاثر ہوئے اور جب وہ رام پور کے مدرسہ سے نکل کر امروہہ کے مدرسہ میں چلے آئے تو یہ بھی اپنے استاذ کے ساتھ امروہہ آگئے ۔

علوم وفنون کی تحصیل کے بعد حدیث کی تعلیم کی طرف رجحان ہوا ، اور دل میں شوق پیدا ہوا اور یہ شوق اتنا بڑھا کہ صحاح ستہ کی کتابوں کی گٹھری بنائی اور سر پر رکھ کر پیادہ میرٹھ اور دیوبند ہوتے ہوئے امام المحدثین مولانا رشید احمد گنگوہی کی خدمت میں گنگوہ حاضر ہوگئے ، انھوں نے پوری لگن اور جذبے کے ساتھ حضرت گنگوہی سے حدیث پڑھی ، حضرت گنگوہی کی بھی ان پر خاص نظر تھی ، ان کو اگلی صف میں بٹھاتے اور حدیث کی قرأت انھیں سے کراتے تھے ، دورۂ حدیث کی سند و اجازت کے ساتھ آپ نے حضرت گنگوہی سے بیعت بھی کرلی اور سلوک کی تعلیم مکمل کر کے گنگوہ سے واپس ہوئے ان کو مدرسہ شاہی مرادآباد میں استاذ بنایا گیا اور سنہ ۱۳۰۱ھ سنہ ۱۳۰۶ھ تک یہاں رہے پھر حضرت الاستاذ حضرت گنگوہی کے حکم سے مدرسہ عربیہ گلاؤٹھی ضلع بلند شہر چلے گئے دوبارہ سنہ ۱۳۱۳ھ میں مدرسہ شاہی میں ان کو بلا کر صدر المدرسین بنایا گیا لیکن دوسرے ہی سال حضرت گنگوہی کے مشورہ سے بھوپال چلے گئے والیہ بھوپال کے حکم سے مدرسہ وقفیہ کے مہتمم بنائے گئے جو بعد میں جامعہ احمدیہ کے نام سے مشہور ہوا ۔ پھر آپ مفتی بھوپال اس کے بعد قاضی بھوپال کے منصب پر سرفراز کئے گئے ، اسی منصب پر رہتے ہوئے سفر آخرت اختیار کیا ۔

وفات بھوپال سنہ ۱۳۶۳ھ (سنہ ۱۹۴۳ء) مدفن شاہی قبرستان بھوپال ۔

مولانا محمد حسین بہاری

دار العلوم دیوبند سے سند فراغت حاصل کی، اور یہاں استاد بھی بعد میں ہوئے اور پھر اس کے بعد زندگی کے اخیر لمحہ تک دار العلوم سے علحدہ نہیں ہوئے، آپ کی تدریسی زندگی آدھی صدی پر مشتمل ہے، منطق و فلسفہ سے خاص دلچسپی رکھتے تھے، آخر میں آپ صحاح ستہ کی بعض کتابوں کا درس دینے لگے تھے، بڑی باغ و بہار شخصیت تھی، طلبہ کی نشاط کے لئے کبھی کبھی تفریحی جملے کی پھلجھڑی چھوڑتے تھے، دار العلوم کے قضیہ نامرضیہ میں وہ نئے نظام سے مطمئن نہیں تھے لیکن پھر حالات سے سمجھوتہ کر لیا چھوٹا سا قد خمیدہ کمر، بڑھاپے کی لاغری سے چلنے پھرنے سے معذور ہو گئے اپنی تمنا کے مطابق دار العلوم ہی سے ان کا جنازہ اٹھا۔

وفات دیوبند ۹ر رجب ۱۴۱۲ھ ۱۴ر جنوری ۱۹۹۲ء مدفن قبرستان قاسمی

مولانا محمد حسین الہ آبادی

عقیدہ و مسلک کے لحاظ سے وہ کئی دور سے گذرے ہیں، ابتدائی تعلیم الہ آباد میں حاصل کر کے لکھنؤ میں مولانا محمد نعیم فرنگی محلی اور مولانا عبد الحی فرنگی محلی سے اور فن طب حکیم مظفر حسین لکھنوی سے حاصل کیا، فراغت کے بعد کچھ دنوں درس و تدریس مشغلہ رہا پھر سفر حج میں چلے گئے اور وہاں کے مشہور محدث شیخ احمد بن زینی دحلان الشافعی سے حدیث کی سند لی اور طریقت کی تعلیم حاجی امداد اللہ مہاجر مکی سے حاصل کی، حج سے واپسی کے بعد درس و تدریس میں مصروف ہو گئے پھر اس کے بعد بھی وہ متعدد بار حج کے لئے جاتے رہے اور اہل علم سے استفادہ کرتے رہے، پہلے دور میں بدعات و خرافات کے دشمن اور سید احمد شہید کی تحریک اصلاح کے موید رہے اور اسی طرز پر کام کرتے رہے انکے رد بدعت کے مشن سے ہر شخص واقف تھا، لیکن ان کا یہ رویہ ان کے حلقے کے خلاف تھا اس لئے وہ برداشت نہ کر سکا اور ان کو ،، وہابی ،، کہنا شروع کر دیا، اور جب ان کے مخالفوں کی مہم تیز ہو گئی تو یہ اپنے مسلک پر قائم نہ رہ سکے اور اپنا طرز عمل بدل دیا اور خود عملی طور پر ان بدعات و خرافات میں شریک ہونے لگے، قبروں پر ہونے والے عرسوں میں شرکت، ڈھول اور ہارمونیم

کے ساتھ قوالیوں کی محفلوں میں شامل ہونا میلادوں میں قیام کرنا، قوالیوں پر وجد وحال آنا یہ سب کام برضا و رغبت خود کرنے لگے تھے بلکہ وہ خود اس طرح کی بعض بدعتوں کی ایجاد پر فخر کرتے تھے، ۲۲ رجب کو ہر سال الٰہ آباد میں ایک جشن پوری آرائش و زیبائش سے منانے کی بنیاد ڈالی اور اس کو مذہبی رنگ دیکر زیادہ سے زیادہ سجاوٹ کی حوصلہ افزائی کرتے اور فخر سے کہتے کہ اس بدعت کا میں موجد ہوں ان کی وفات کا واقعہ بھی دلچسپ ہے قوالی ہو رہی تھی موصوف کو وجد آرہا تھا فرمائش کرکے شعر پڑھواتے رہے اور جب آخری شعر گایا گیا۔

گفت قدوسی فقیری در فنا و در بقا ⁂ خود بخود آزاد بودی خود گرفتار آمدی

دوسرا مصرعہ دہراتے دہراتے جان جان آفریں کو سپرد کردی۔

وفات رجب ۱۳۲۲ھ (۱۹۰۴ء)

مولانا محمد حسین بٹالوی

ولادت ۱۷ محرم ۱۲۵۶ھ (مارچ ۱۸۴۰ء)

ان کے آباو اجداد کاستھ ہندو تھے، ان کے اسلاف میں سے کسی نے اسلام قبول کیا تھا، بہت تیز و طرار عالم تھے ابتدائی تعلیم بٹالہ میں حاصل کرکے دہلی۔ علی گڈھ اور لکھنؤ بغرض تعلیم گئے، مولانا نورالحسن کاندھلوی مفتی صدرالدین آزردہ صدرالصدور دہلی ان کے اساتذہ میں ہیں، حدیث انھوں نے شاہ نذیر حسین سے پڑھی اور انھیں کی خدمت میں کچھ عرصہ رہنے کے بعد وطن واپس آئے، وعظ و پند، تعلیم و تدریس اور تصنیف و تالیف میں مصروف ہوگئے، "اشاعت السنہ" کے نام سے ایک رسالہ بھی نکالتے تھے، اس میں غلام احمد قادیانی عبداللہ چکڑالوی کا رد کرتے تھے اور ان کے خلاف مضامین لکھتے تھے، آخر آخر ان کا روئے سخن احناف کی طرف ہوا اس میں انھوں نے نہایت شدید رویہ اختیار کیا نہ زبان پر قابو رکھا نہ قلم پر، لب و لہجہ جارحانہ اور دل آزار تھا جس کے نتیجہ میں احناف کی طرف سے ان کی باتوں کا جواب ہی نہیں دیا گیا بلکہ احناف و اہل حدیث کے درمیان خطرناک جنگ چھڑ گئی مناظرہ مباحثہ مجادلہ یہاں تک کہ کہیں مقاتلہ تک کی نوبت آگئی جب تک بدن میں طاقت رہی پورے جوش و خروش کے ساتھ اس معرکے میں پڑے رہے اور جب قویٰ میں اضمحلال ہوا اور

بیسوں برس کی ہنگامہ آرائیوں کا نتیجہ دیکھا کہ سوائے اسلام کی ہوا خیزی اور مسلمانوں کے زوال کے اور کوئی نتیجہ نہیں نکلا تو ان کا رویہ بھی بدلا، اس دور میں جو کتابیں انھوں نے لکھیں ان میں، البرہان الساطع، المشروع، البیان فی رد البرہان، مبحث الاجتہاد والتقلید، ہدایۃ الرب، الاقتصاد فی بیان الاعتقاد وغیرہ ہیں۔

وفات ۱۳۳۸ھ (۱۹۲۰ء)

ملا محمود دیوبندی

دارالعلوم دیوبند کا جب تک وجود رہے گا یہ نام بھی زندہ رہے گا کیونکہ اس مکتب کے سب سے پہلے مدرس یہی تھے جس کو مستقبل میں دینی عالمی یونیورسٹی ہونا تھا اور ان کے سب سے پہلے شاگرد مولانا محمود حسن دیوبندی ہوئے جن کو ہندوستان میں شیخ الہند کا خطاب دیا گیا، ملا محمود مولانا محمد قاسم نانوتوی کے ساتھیوں میں سے تھے اور دارالعلوم کی جب بنیاد پڑی تو خود تو مطبع کی ملازمت کی وجہ سے میرٹھ میں رہے اور ملا محمود کو یہاں کے مدرسہ کا مدرس بنا کر مدرسہ کی تعلیمی ذمہ داری ان کو سپرد کر دی، ملا محمود زندگی کے آخیر لمحات تک مدرسہ کی خدمت کرتے رہے۔ بہت ہی جید عالم تھے، انھوں نے حدیث شاہ عبدالغنی مجددی دہلوی سے پڑھی تھی، سنن ابوداؤد پر شاہ صاحب جو حاشیہ "انجاح الحاجۃ" کے نام سے لکھتے تھے اس میں آپ معاون رہے۔

وفات دیوبند ۱۳۰۳ھ (۱۸۸۶ء) مدفن دیوبند

مفتی محمود ملتان

پاکستان کے جلیل القدر اور عظیم علماء اور مفتیوں میں ان کا شمار تھا، ابتدائی تعلیم اپنے گھر اور اپنے دیار میں حاصل کر کے مراد آباد آئے اور جامعہ قاسمیہ شاہی مراد آباد میں داخل ہوئے اور یہاں دورۂ حدیث پڑھ کر سند فراغت حاصل کی اور ۱۳۶۰ھ میں سند فضیلت لے کر اپنے وطن چلے گئے، کئی سال تک مختلف مدارس میں درس دیتے رہے پھر آپ مدرسہ قاسم العلوم ملتان میں صدر المدرسین ہوئے اور شیخ الحدیث کے منصب پر فائز رہے اور بخاری شریف کا درس کئی برسوں تک مسلسل دیا، درس کے ساتھ دارالافتاء کی بھی پوری

ذمہ داری آپ نے لے رکھی تھی، آپ کے فتاویٰ کی تعداد ہزاروں میں ہے۔

پاکستان کی سیاست پر بھی ان کا اثر تھا وہ اسمبلی کے ممبر بھی تھے اور صوبہ سرحد کے ایک بار وزیر اعلیٰ بھی بنائے گئے تھے، پاکستان میں مدارس اسلامیہ کا جو وفاق بنا تھا آپ اس کے ناظم اعلیٰ تھے، تقریریں بہت گرم اور پر جوش کرتے تھے، جرأت حق کا عالم یہ تھا کہ انجام سے بے پروا ہو کر اعلان حق کر رہے تھے اور اس پر مضبوطی سے جمے رہتے تھے۔

پاکستان میں جب قادیانیوں کو غیر مسلم قرار دلانے کی تحریک چلی تو آپ بھی اس تحریک کے مقبول ترین رہنماؤں میں سے تھے اور پوری قوت سے اس تحریک میں حصہ لیا، مولانا محمد یوسف بنوری اور مفتی محمود ملتانی پاکستان اسمبلی میں رعدو برق کی طرح کڑکتے اور گرجتے تھے، خدا نے ان کی کوششوں کو کامیاب کیا اور قادیانی قانوناً بھی غیر مسلم قرار دیے گئے۔

وفات کراچی ۱۴۰۲ھ (۱۹۸۲ء)

مفتی محمود احمد نانوتوی

ولادت نانوتہ ۱۳۱۰ھ (۱۸۹۲ء)

وفات ۱۳۸۸ھ (۱۹۶۸ء)

محمود احمد عباسی

ولادت امروہہ ضلع مراد آباد ۱۴؍جمادی الثانی ۱۳۰۲ھ ۳۱؍مارچ ۱۸۸۵ء

ان کی کتاب ”خلافت معاویہ و یزید“ نے اپنے مخصوص مباحث اور نقطہ نگاہ کی وجہ سے بڑی شہرت حاصل کی اس کے جواب میں کئی کتابیں لکھی گئیں اور شائع ہوئیں، کتاب پاکستان سے شائع ہوئی تھی جہاں وہ ۱۹۵۴ء میں چلے گئے تھے حکومت پاکستان نے کتاب کی اشاعت پر پابندی لگا دی تھی اور مطبوعہ کتابوں کو ضبط کر لیا تھا، آپ نے اسی موضوع پر ایک دوسری کتاب ”تحقیق مزید“ کے نام سے لکھی جو ضبط ہونے سے بچ گئی۔

وفات کراچی ۱۴؍مارچ ۱۹۷۴ء (۱۳۹۴ھ)

مولانا محمود احمد چکوالی

چکوال (پنجاب) کے رہنے والے تھے، دارالعلوم دیوبند سے سند فضیلت حاصل کی

اور حضرت شیخ الہند سے حدیث پڑھی تھی اور سند و اجازت حدیث حاصل تھی، مولانا عبید اللہ سندھی کے ساتھیوں اور دوستوں میں سے تھے، مولانا سندھی نے تحریک شیخ الہند سے ان کو روشناس کرایا تھا پھر وہ اس تحریک میں پورے جوش و خروش کے ساتھ شریک ہو گئے، اس تحریک کی برانچ جو پنجاب میں تھی مولانا موصوف اس کے صدر تھے اور بڑی مستقل مزاجی سے اس کی رہنمائی کرتے رہے اور ہزاروں مسلمانوں کو مشن کا ممبر بنایا، صلاح و مشورہ کے لئے دیوبند برابر آمد و رفت رہتی تھی، ایام دار و گیر میں آپ کو بھی گرفتار کر لیا گیا اور جیل بھیج دیا گیا، عدالت میں مقدمہ چلا، لیکن پولیس عدالت میں کوئی الزام ثابت نہ کر سکی، اتفاق سے ان کے کاغذات پولیس کے ہاتھ آ گئے تب آپ نے خود اقبال جرم کر لیا، عدالت نے سزا سنائی اور آپ جیل بھیج دیئے گئے، رہائی کے بعد بقیہ زندگی کہاں بسر کی اس کے بارے میں علم نہیں ہو سکا۔

مولانا محمود حسن سہسوانی

ولادت سہسوان ضلع بدایوں ۱۲۷۹ھ (۱۸۶۲ء)

مولانا رشید احمد گنگوہی کے شاگرد مفتی اعظم مفتی کفایت اللہ دہلوی کے استاد تھے متوسطات تک کی تعلیم مدرسہ شاہی مرادآباد میں مولانا احمد حسن محدث امروہوی اور دوسرے اساتذہ سے حاصل کی، پھر آپ دیوبند چلے گئے اور حضرت شیخ الہند سے جملہ علوم و فنون کی کتابیں پڑھیں، حدیث کی تعلیم حضرت مولانا گنگوہی کی خدمت میں حاضر ہو کر حاصل کی، اور آپ سے صحاح ستہ کی کتابیں دوبارہ پڑھیں اور سند و اجازت حدیث حاصل کی، فراغت کے بعد جامعہ قاسمیہ شاہی مرادآباد میں استاد مقرر ہوئے یہیں مفتی کفایت اللہ صاحب (متوفی ۱۹۵۲ء) مولانا عبد المجید بچھرایونی (متوفی ۱۳۵۴ھ) خلیفہ حضرت تھانوی نے آپ کے سامنے زانوئے تلمذ تہ کیا، ۱۳۲۳ھ (۱۹۰۵ء) میں آپ مدرسہ شاہی کے صدر المدرسین ہوئے، درمیان میں ترک تعلق کے بعد دوبارہ ۱۳۲۹ھ میں منصب صدارت پر فائز ہوئے اور تا زیست اسی عہدہ پر آپ رہے۔

یہ وہ دور ہے جب قادیانیوں کی تبلیغ زور و شور سے جاری تھی ۱۳۲۷ھ (۱۹۰۹ء)

میں محمد علی جوہر مشہور قومی لیڈر کے بھائی منشی ذوالفقار علی سپرنٹنڈنٹ محکمہ آبکاری ریاست رامپور قادیانی ہو گئے تو ان کے چچازاد بھائی احمد علی شوق کے درمیان بحث ومباحثہ ہونے لگا نواب رام پور کو اس بحث ومباحثہ کی خبر پہونچی تو انھوں نے کہا کہ اپنے اپنے علماء کو بلاکر مجمع عام میں مباحثہ کرالو، یہ مباحثہ ۱۵ رجون ۱۹۰۹ء کو رام پور میں ہوا، اس مباحثہ میں علماء حق کی جانب سے حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسن صاحب مولانا ابوالوفا ثناء اللہ امرتسری مولانا احمد حسن محدث امروہوی کے ساتھ مولانا محمود حسن سہسوانی بھی شریک تھے، مباحثہ کے بعد جو روداد شائع ہوئی تو اس روداد پر آپ کا دستخط موجود ہے۔ ۶۰ سال کی عمر میں وفات پائی۔

وفات سہسوان ضلع بدایوں ۱۳۳۹ھ (۱۹۲۰ء)

مولانا محمود حسن ٹونکی

ولادت اور نشو ونما ٹونک میں ہوئی، تعلیم کا آغاز بھی یہیں سے ہوا، مختلف اساتذہ سے مختلف علوم وفنون کی کتابیں پڑھیں، حدیث کی تعلیم کے لئے بھوپال کا سفر کیا اور اس دور کے مشہور محدث شیخ حسین بن محسن الیمانی مقیم بھوپال سے حدیث پڑھی اور پھر قاری عبدالرحمٰن محدث پانی پتی سے سند واجازت حدیث حاصل کی۔

تعلیم سے فراغت کے بعد ہندوستان کے مختلف شہروں کا علمی سفر کیا اور سفر حج کے دوران حجاز کے ساتھ قاہرہ اور بیروت کی سیاحت کی، آپ کا مطالعہ بہت وسیع تھا تصنیف وتالیف کا ذوق اور تحقیق کا مزاج تھا، صرف ان کی ایک کتاب "معجم المصنفین" ان کے جذبہ کارکردگی کا بے مثال نمونہ ہے، کہا جاتا ہے کہ ساٹھ جلدوں میں آئے گی اور بیس ہزار صفحات پر مشتمل ہوگی اور چالیس ہزار مصنفین کے حالات کے ساتھ ان کی تصانیف کا تعارف کرایا جائے گا اس کی ایک مثال سے اس حقیقت کا اعتراف کرنا پڑتا ہے کہ صرف "احمد" کے نام کے مصنفین کی تعداد دو ہزار ہے اس سے اس کتاب کی ضخامت اور اس کے مشتملات کا اندازہ کیا جاسکتا ہے، لیکن اس کی تصنیف پر آدھی صدی سے زیادہ کا زمانہ گذر چکا ہے، لیکن اس کی صرف چار جلدیں ریاست حیدرآباد کے خرچ پر طبع ہو سکی ہیں، کتاب بیروت میں چھپی ہے، بقیہ مسودہ

کس حال میں ہے معلوم نہیں ، اس کے علاوہ ان کی دوسری تصانیف بھی ہیں حیدرآباد میں عرصہ تک مقیم رہے ، آخر میں اپنے وطن ٹونک واپس آئے اور یہیں انتقال کیا۔

وفات ٹونک ، ۱۰ر شوال ۱۳۶۶ھ (۱۹۴۷ء)

مولانا محمود حسن دیوبندی (شیخ الہند)

ولادت بریلی ۱۲۶۸ھ (۱۸۵۱ء)

ہمہ گیر شہرت کے مالک ، دارالعلوم دیوبند کے صدر المدرسین ، شیخ الحدیث ، اکابر علماء ومشائخ کے محترم استاذ انگریزی حکومت کے خلاف بغاوت کی منصوبہ بندی کرنے کیلئے حجاز گئے ، مکہ مکرمہ میں گرفتار کرکے مصر اور مالٹہ کے اذیت خانوں میں ۳½ برس رہے اسی لئے "اسیر مالٹا" کہے جاتے ہیں ، پورے ہندوستان نے اس عظیم الشان کارنامے کی وجہ سے آپ کو "شیخ الہند" کا خطاب دیا ، علی گڈھ مسلم یونیورسٹی جو انگریزی حکومت کے احکام کے تحت چل رہی تھی اس کے مقابلہ میں ایک آزاد یونیورسٹی "جامعہ ملیہ" کی بنیاد ڈالنے والوں میں ہیں ۔

آپ حجۃ الاسلام مولانا محمد قاسم نانوتوی بانی دارالعلوم دیوبند کے خاص شاگردوں میں ہیں آپ نے حضرت نانوتوی سے اس دور میں تعلیم حاصل کی جب وہ میرٹھ میں تصحیح کتب کا کام کرتے تھے اور اپنے ساتھ کچھ ذہین طلبہ کو رکھ کر گھر پر پڑھاتے تھے ، اسی زمانہ میں شیخ الہند نے آپ سے مختلف علوم وفنون کی کتابیں پڑھیں۔ شیخ الہند دارالعلوم دیوبند کے تیسرے صدر المدرسین اور شیخ الحدیث ہیں ، آپ کے شاگردوں میں حضرت علامہ انور شاہ کشمیری ، شیخ الاسلام مولانا حسین احمد مدنی ، مفتی اعظم مفتی کفایت اللہ شاہجہانپوری مولانا ابوالوفا ثناء اللہ امرتسری ، مولانا سید فخرالدین احمد شیخ الحدیث مدرسہ شاہی و دارالعلوم دیوبند جیسے اکابر علماء ومشائخ شامل ہیں ، آپ کا اردو ترجمہ قرآن بہت ہی مشہور ہے اس کے ایڈیشن پر ایڈیشن شائع ہو رہے ہیں سعودی گورنمنٹ نے لاکھوں کی تعداد میں طبع کراکے اس کی بھرپور اشاعت کی آپ کی ایک کتاب "ایضاح الادلہ" ہے جس میں مختلف فیہ مسائل پر روشنی ڈالی گئی ہے ، آپ قادر الکلام شاعر بھی تھے۔

وفات دہلی ، ۳۰ر نومبر ۱۹۲۰ء (۱۳۳۹ھ) مدفن دیوبند

(مولانا) محمد علی جوہر

ولادت رام پور - ۱۰ر دسمبر ۱۸۷۸ء (محرم ۱۲۹۶ھ)

رام پور وطن تھا، خلافت تحریک کے ہیرو اور مایہ ناز لیڈر، ہندوستان کی سیاسی فضا پر چاند سورج بن کر چمکے، عوام و خواص ہر ایک کی مجلسوں میں آپ کا ذکر خیر تھا، ان کی جرأت حق ہندوستان کی آزادی کی تاریخ میں سنہرے حروف میں لکھی گئی جس کا مظاہرہ انھوں نے لندن کی گول میز کانفرنس میں کیا تھا، اپنے عہد میں مسلمانوں کے واحد لیڈر تھے ان کی امیدگاہ اور آنکھوں کا تارا بن گئے تھے، ساری تعلیم علی گڑھ یونیورسٹی میں پائی ایک اچھے عہدے پر فائز ہوئے لیکن قوم و ملت کی مخلصانہ خدمت کے جذبے نے ان کو "مولانا" کا خطاب دلوا دیا، اردو کے بہترین شاعر تھے جوہر تخلص تھا ان کے کئی اشعار ضرب المثل بن چکے ہیں۔

وفات لندن ۱۳۵۰ھ (۱۹۳۱ء) مدفن مسجد عمر بیت المقدس

محمد علی جناح (قائد اعظم)

ولادت کراچی - ۲۵ر دسمبر ۱۸۷۶ء (ذی الحجہ ۱۲۹۳ھ)

بانی پاکستان، مسلم لیگ کے مطلق العنان لیڈر، مشہور قانون داں اور بیرسٹر تھے، زندگی کا بڑا حصہ انھوں نے یورپ میں گذارا، بلکہ وہیں مستقل قیام کا ارادہ تھا لیکن حالات نے ان کو ہندوستان پہونچا دیا، ابتداءً انڈین نیشنل کانگریس کے ہم نوا تھے لیکن بعد میں مسلم لیگ میں شامل ہو گئے پھر ۱۹۴۰ء میں پاکستان کی تجویز منظور ہو گئی تو وہ اس اسکیم کے سب سے بڑے اور مضبوط وکیل اور داعی بن گئے اور مسلمانوں کے قائد اعظم کہے جانے لگے۔

ان کی قانونی مہارت نے کانگریس رہنماؤں کو کئی بار شکست دی اور مجبور ہو کر انھیں مطالبہ پاکستان کو تسلیم کرنا پڑا اور وہ بانی پاکستان کہلائے، اور دنیا کے نقشے میں ایک نئے ملک کا اضافہ کیا ۱۴ر اگست ۱۹۴۷ء کو پاکستان اصولاً تسلیم کر لیا گیا اور ہندوستان دو حصوں میں تقسیم ہو گیا وہ پاکستان کے پہلے گورنر جنرل بنے۔

وفات کوئٹہ (پاکستان) ۱۹۴۸ء (۱۳۶۷ھ)

مولانا محمد علی مونگیری

ولادت کانپور شعبان ۱۲۶۲ھ ۲۸ جولائی ۱۸۴۶ء

ہندوستان کے جلیل القدر علماء و مشائخ کی فہرست میں آپ کا نام نامی ہے، ندوۃ العلماء لکھنؤ کے بانی کہے جاتے ہیں۔ مولانا شاہ فضل الرحمن گنج مرادآبادی کے اجلہ خلفاء میں سے ہیں، رد قادیانیت میں سرگرم حصہ لیتے رہے اور اس سلسلے میں موثر کردار ادا کیا، کئی کتابیں اس فتنہ کے خلاف تصنیف کیں، دعوت و تبلیغ کے جذبے سے آپ نے کانپور کے بجائے مونگیر کو اپنا مرکز بنایا اور وہیں اپنی خانقاہ قائم کی جو ان کے شیخ کی جانب منسوب ہو کر آج خانقاہ رحمانیہ کہی جاتی ہے، آپ کی قومی و ملی خدمات کو تاریخ فراموش نہیں کر سکتی۔

وفات ۹ ربیع الاول ۱۳۴۶ھ ۱۳ ستمبر ۱۹۲۷ء

نواب محسن الملک (مہدی علی)

ولادت اٹاوہ ۹ دسمبر ۱۸۳۷ء (شوال ۱۲۵۳ھ)

آپ کا نام مہدی علی تھا، ریاست حیدرآباد کی طرف سے محسن الملک کا خطاب حاصل تھا، فطرتاً ذہین تھے اس لئے تعلیمی مراحل بڑی تیزی کے ساتھ طے کر لئے، حدیث و تفسیر اور ادب میں اچھی مہارت پیدا کر لی، اردو فارسی کا ذوق بھی صاف ستھرا اور معیاری تھا، پہلے وہ ایک کچہری میں محرر رہے، کچھ دنوں بعد پیشکار ہو گئے، پھر سررشتہ دار اور پھر تحصیلدار کے مرحلوں سے گذر کر ڈپٹی کلکٹر کے عہدے تک پہونچ گئے۔

۱۸۷۴ء میں وہ ریاست حیدرآباد سے وابستہ ہو گئے، وہاں انسپکٹر جنرل کے عہدے پر تقرری ہوئی انھوں نے حیدرآباد میں عظیم الشان کارنامے انجام دیئے، انگریزی حکومت سے وفاداری کا بہت شاندار مظاہرہ کیا اور اونچے منصبوں پر فائز انگریز ان کے تدبر اور سیاستدانی کے قائل ہو گئے اور ان کے بارے میں بلند کلمات استعمال کئے اور ان کے کارناموں کی وجہ سے سلطنت حیدرآباد کی جانب سے ان کو محسن الملک محسن الدولہ کا خطاب ملا، ابتدا میں وہ سرسید احمد خاں کی تحریک اور طریقہ کار کے سخت مخالف تھے لیکن بعد میں ان کے ہم نوا ہو گئے بلکہ ان کے دست و بازو بن گئے سرسید کے رسالہ

تہذیب الاخلاق ،، کے لئے برابر مضامین لکھتے رہتے تھے ، سرسید کے اخیر دور میں کالج کے اندر ایک لاکھ روپے کا غبن ہوگیا جس کی وجہ سے اسٹاف میں انتشار ، باہر بدنامی و رسوائی اور شکایتیں پیدا ہوئیں ، کالج کا وجود خطرے میں پڑگیا اسی دوران سرسید کا انتقال ہوگیا اور فضا ویسی ہی پرشور رہی اس نازک گھڑی میں ۳۱ر جنوری ۱۸۹۹ء کو محسن الملک کو کالج کا سکریٹری بنایا گیا ، یہ ان کے تدبر اور فراست کا کمال تھا کہ وہ کالج کو اس بحرانی دور سے صاف بچالے گئے ، انھوں نے مختلف تدابیر سے ایک لاکھ کی رقم جمع کردی اور اس غبن کو پورا کردیا اور کالج خطرے سے باہر ہوگیا ، سکریٹری ہونے کے بعد انھوں نے کالج کی ہمہ جہتی سرپرستی کی اور اس کو مضبوط بنیادوں پر کھڑا کردیا ، اور محسن الملک کالج کے مسیحا ثابت ہوئے ۔

وفات شملہ ۱۶ر اکتوبر ۱۹۰۷ء (۱۳۲۵ھ) مدفن علی گڈھ

مولانا محفوظ الرحمٰن نامی (بہرائچ)

ولادت جمادی الثانی ۱۳۲۹ھ (مئی ۱۹۱۱ء)

بہت جید الاستعداد عالم ، بہترین استاد و معلم اور تعلیم قرآن کا بے پناہ جذبہ رکھتے تھے ، آپ کا وطن قصبہ رسڑا ضلع بلیا تھا ، آپ کے دادا میاں جی نور محمد بڑے بزرگ اور ولی صفت مصلح تھے ان کے مریدوں کی تعداد اچھی خاصی تھی ، آپ نے تعلیم حاصل کرنے کے بعد اپنی سرگرمیوں کا مرکز بہرائچ کو بنایا اور وہاں اپنے دادا کی طرف منسوب کرکے ایک مدرسہ نور العلوم کے نام سے قائم کیا اور پھر زندگی بھر اس مدرسہ کی تعمیر و ترقی میں مصروف رہے ، اور طرح طرح کی اسکیمیں بناتے رہے آپ نے اپنے مدرسہ میں سب سے پہلے صنعت و حرفت کا شعبہ کھولا اور چرمی کام طلبہ کو سکھایا جاتا تھا ، چمڑے کا بیگ اور چپلیں بہت ہی عمدہ تیار ہونے لگی تھیں ، قرآن کی تعلیم کے لئے انھوں نے مفتاح القرآن کے نام سے رسالے لکھے تھے جن کو نصاب میں داخل کیا تھا ۔

بہرائچ میں ان کو بڑا اعزاز و احترام حاصل تھا ، ۱۹۳۷ء میں جب الکشن ہوا تو وہ کانگریس کے ٹکٹ پر لڑے اور کامیاب ہوئے اور لکھنؤ اسمبلی میں ممبر ہوگئے ، اترپردیش میں کانگریس کی وزارت بنی تو سمپورنا نند وزیر تعلیم بنائے گئے ، مولانا نامی نائب وزیر تعلیم

بنائے گئے۔ آپ کا لکھنؤ میں جب تک قیام رہا دفتر جمعیۃ علماء اتر پردیش باغ نواب گونگے پارک میں رہتے تھے، ۱۹۳۹ء میں جب دوسری جنگ عظیم کا آغاز ہوا تو کانگریسی وزارتوں نے استعفا دے دیا اتر پردیش کی وزارت بھی مستعفی ہو گئی، مولانا موصوف پھر بہرائچ لوٹ گئے اور اپنے مدرسہ کی تنظیم و ترقی میں حسب سابق لگ گئے بہت سے فضلا جو اپنے نام کے ساتھ نوری، کی نسبت اسی مدرسہ کی نسبت سے لکھتے تھے، موصوف نے بہرائچ ہی میں وفات پائی اور وہیں دفن ہوئے۔

وفات بہرائچ ۹ ر جمادی الثانی ۱۳۸۳ھ (۱۷ ر نومبر ۱۹۶۳ء) مدفن مولوی باغ
قریب مزار شاہ نعیم اللہ بہرائچ۔

قاضی محی الدین مرادآبادی

مولانا محمد قاسم نانوتوی کے تلامذہ میں سے ہیں، مرادآباد میں تعلیم حاصل کرکے حضرت نانوتوی کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ان سے مختلف علوم و فنون کی کتابیں پڑھیں، مولانا رشید احمد گنگوہی سے شرف ارادت حاصل تھا تعلیم سے فراغت کے بعد جب وطن آئے تو حضرت شیخ الہند اور حافظ احمد مہتمم دارالعلوم دیوبند کے مشورے سے ان کو جامعہ قاسمیہ شاہی مرادآباد کا مہتمم بنا دیا گیا، آپ نے چھ سال تک اہتمام کی ذمہ داریاں سنبھالیں اور مدرسہ کی ترقی کے لئے جدوجہد کی اکابر علماء دیوبند کی تنظیم جمعیۃ الانصار سے وابستہ تھے اور حضرت شیخ الہند سے آپ کو غایت تعلق تھا، پھر آپ بھوپال چلے گئے اور ۱۳۲۶ھ میں وہاں منصب قضا پر فائز ہوئے، چونکہ حضرت شیخ الہند کی ریشمی رومال تحریک سے وابستہ تھے اس لئے شیخ الہند نے بھوپال میں آپ کو پیغام بھیجا تھا اور آپ تحریک سے باضابطہ وابستہ ہو گئے تھے، اسی تحریک سے وابستگی کی وجہ سے بعد میں آپ کو عہدۂ قضا سے سبکدوش ہونا پڑا تھا، پھر آپ بھوپال سے مرادآباد واپس آگئے اور پھر ساری زندگی یہیں رہے اور یہیں سے سفر آخرت پر روانہ ہو گئے۔

وفات مرادآباد ذی الحجہ ۱۳۴۷ھ (مئی ۱۹۲۹ء)

شاہ محی الدین پھلواروی

پٹنہ سے چند میل کے فاصلہ پر پھلواری شریف میں خانقاہ مجیبیہ ہے، اس کے جانشین اکثر اہل علم ہی ہوتے رہے آپ اسی خانقاہ کے سجادہ نشین تھے، ایک بار امارت شرعیہ بہار کے امیر شریعت بھی بنائے گئے تھے۔

وفات پھلواری شریف ۲۹ر جمادی الاول ۱۳۶۶ھ ۲۲ اپریل ۱۹۴۷ء

مولانا محمد مبین دیوبندی

ولادت دیوبند ۱۳۰۳ھ (۱۸۸۶ء)

مولانا خلیل احمد محدث سہارن پوری کے تلامذہ میں ہیں۔ تحریک شیخ الہند میں بہت سرگرم حصہ لیا، مالیات کی فراہمی کے وہ ذمہ دار تھے، ریشمی رومال تحریک کی سرکاری فائل میں ان کا ذکر بڑی تفصیل سے ہے جس کا اردو ترجمہ شائع ہوچکا ہے دیوبند کی جامع مسجد کے خطیب تھے، انبالہ چھاؤنی کے ایک مدرسہ میں تدریسی خدمات انجام دیتے تھے۔

وفات ۰ رمحرم ۱۳۸۹ھ ۱۵ اپریل ۱۹۶۹ء

ڈاکٹر مختار احمد انصاری

ولادت یوسف پور محمد آباد غازی پور ۲۵ ردسمبر ۱۸۸۰ء (محرم ۱۲۹۸ھ)

ہندوستان کی تحریک آزادی کے ایک عظیم لیڈر، جس طرح وہ علاج و معالجہ میں اپنے دور کے ڈاکٹروں اور معالجین پر فائق تھے اسی طرح قومی و ملی سرگرمیوں کے سلسلہ میں ان کا جوش و جذبہ میں ہمسری کرنے والے بہت کم لوگ تھے، کانگریس کے تمام چوٹی کے لیڈران حتی کہ گاندھی جی وغیرہ کی فرودگاہ آپ کا مکان تھا جو دہلی کے محلہ دریا گنج میں تھا، تحریک خلافت میں پرجوش حصہ لیا، جنگ طرابلس کے موقعہ پر زخمی ترک مجاہدین کے علاج و معالجہ اور ترکوں سے اظہار ہمدردی کے جذبے سے ایک براطبی مشن لے کر ترکی گئے تھے، اس وفد کو ہندوستان میں بڑی شہرت حاصل ہوئی شاعروں نے اس کی واپسی پر استقبالیہ نظمیں لکھیں، اور ترکی کی خلافت سے ہمدردی کے ساتھ ہندوستان کی آزادی کا جذبہ ہندوستانی عوام کے سینوں میں کروٹیں لینے لگا۔

شیخ الہند کی تحریک ریشمی رومال میں شریک تھے، جب حالات بگڑے اور برطانوی حکومت شیخ الہند کی گرفتاری کے بہانے ڈھونڈنے لگی تو ڈاکٹر صاحب نے شیخ الہند کو حجاز جانے کا مشورہ دیا تھا اور بروقت مالی امداد بھی کی تھی، ان کے بھائی حکیم عبدالوہاب نابینا شیخ الہند سے بیعت تھے، ہندو مسلم اتحاد کے زبردست حامی تھے، نہرو رپورٹ کے موقع پر اختلاف ہوا تو وہ بجھ کر رہ گئے، وہ کسی مریض کو دیکھنے کے لئے دہرہ دون گئے تھے وہیں سے بذریعہ ٹرین دہلی واپس ہو رہے تھے کہ ٹرین میں انتقال ہو گیا۔

وفات ۱۰ر مئی ۱۹۳۶ء (۱۳۵۵ھ) مدفن قبرستان جامعہ دہلی

مولانا مرتضیٰ حسن چاندپوری

مشہور مناظر، بہترین واعظ وخطیب، بدعات وخرافات اور مشرکانہ رسم ورواج کے لئے شمشیر براں، دارالعلوم دیوبند کے استاد اور ناظم تعلیمات رہے، آپ نے رضاخانی جماعت اور قادیانیوں سے بہت سے مناظرے کئے، رد بدعت اور رد قادیانیت میں آپ کے چھوٹے بڑے بہت سے رسائل ہیں جو اپنے دور میں بہت مقبول ہوئے، اور عوام وخواص نے ان رسالوں کو ہاتھوں ہاتھ لیا، آپ کا وطن چاندپور ضلع بجنور تھا۔

وفات چاندپور ضلع بجنور ۱۳۷۱ھ (۱۹۵۱ء)

مولانا مسعود عالم ندوی

ولادت دوگانواں (بہار) ۱۱ر فروری ۱۹۱۱ء (صفر ۱۳۲۹ھ)

ندوۃ العلماء لکھنؤ میں تعلیم حاصل کی، ذہین وفطین تھے اور مطالعہ وسیع تھا، جب ہندوستان میں تحریک آزادی کے سلسلہ میں کمیونزم کا پروپگنڈہ شروع ہوا اور ہندوستانی مسلمانوں میں اس کی جانب رجحان بڑھا، تو آپ نے کمیونزم کا بھرپور مطالعہ کیا اور اس موضوع پر ایک کتاب "کمیونزم اور اسلام" کے نام سے لکھی جس میں انھوں نے ثابت کیا کہ اسلام اور کمیونزم میں تضاد ہے دونوں کا ایک ساتھ ہونا ممکن نہیں ایک کی موجودگی میں دوسرے کی موت یقینی ہے کتاب اپنے وقت میں مقبول ہوئی، مولانا ابوالاعلیٰ کی تحریک سے متاثر ہوئے اور جماعت اسلامی میں عملاً شریک ہو گئے، تقسیم ملک کے بعد پاکستان چلے گئے اور وہاں انھوں

نے کئی کتابیں لکھیں ۔

وفات کراچی ۱۶؍ مارچ ۱۹۵۴ء ۱۰؍ رجب ۱۳۷۳ھ

مولانا مسعود علی ندوی

ولادت بھیارہ ضلع بارہ بنکی ۱۸۸۳ء

دار المصنفین اعظم گڈھ کے ناظم تھے ، علامہ شبلی کے انتقال کے بعد دار المصنفین کے نظام کو سنبھالنے ، درست کرنے میں اہم رول ادا کیا ، تعمیرات کا کام بہت ہی حسن و خوبی سے کیا ، تعمیری ذوق بہت اچھا تھا ادارہ کی بیشتر عمارتیں انھیں کے جدوجہد کی یادگار ہیں ، تحریک خلافت میں حصہ لیا ، ساری عمر دار المصنفین کے لئے وسائل فراہم کرنے میں صرف کر دی ۔

وفات اعظم گڈھ ۲۰؍ اگست ۱۹۶۶ء (۱۳۸۶ھ)

مولانا محمد مسلم جونپوری

ولادت پوڑیا ضلع جونپور ۱۳۰۱ھ (۱۸۸۳ء)

مشہور عالم مولانا ماجد علی جون پوری کے شاگرد تھے ، جید الاستعداد استاد تھے ، منطق و فلسفہ میں زیادہ غلو تھا ، متعدد مدرسوں میں فرائض تدریس انجام دیئے ، ان میں مدرسہ حنفیہ آرہ ، مدرسہ بیت العلوم سرائے میر اور آخر میں دار العلوم مئو میں صدر المدرسین رہے ، بہت سیدھے سادے اور دنیاداری کے فن سے ناواقف تھے بلکہ بہت ہی بھولے بھالے طلبہ پر بہت شفیق تھے اپنے شاگردوں کی اتنی خاطر بات کرتے کہ شاگرد پانی پانی ہو جاتا ، بہت سادگی کے ساتھ زندگی گذاری علماء صلحاء کا لباس تھا عمامہ ہمیشہ زیب سر رہتا تھا ، انھیں کے صاجزادے مولانا عبد الحق قاسمی دار العلوم دیوبند میں آج کل بخاری شریف کا درس دے رہے ہیں ، مدرسہ دار العلوم میں قیام کے دوران انتقال فرمایا ۔

وفات مئو ضلع اعظم گڈھ ۲۱؍ رجب ۱۳۹۱ھ (۱۹۷۱ء)

مولانا مسیح اللہ جلال آبادی

ولادت سرائے برلہ ضلع علی گڈھ ۱۳۳۱ھ (۱۹۱۰ء)

ایک خوش حال شیروانی خاندان کے فرد تھے ، دار العلوم دیوبند کے فاضل تھے ۱۳۵۱ھ

میں فراغت کے بعد جلال آباد ضلع مظفر نگر آگئے یہاں ایک مکتب مفتاح العلوم کے نام سے قائم کیا آپ نے اس کو بتدریج ترقی دے کر ایک مرکزی مدرسہ اور جامعہ بنا دیا، یہاں تک کہ وہاں دورۂ حدیث تک کی تعلیم ہونے لگی۔ آپ اسی مدرسہ میں درس حدیث دیتے تھے، مولانا اشرف علی تھانوی کے اجلہ خلفاء میں تھے ارشاد و سلوک کی تعلیم کا سلسلہ بھی جاری تھا، آپ سے بیعت ہونے والوں کی تعداد بھی خاصی ہے۔

وفات جلال آباد ضلع مظفر نگر ۱۲ر نومبر ۱۹۹۲ء (۱۴۱۳ھ)

پروفیسر مشیر الحق بحری آبادی

بحری آباد ضلع غازی پور وطن تھا، ابتدائی تعلیم دار العلوم مئو میں حاصل کی پھر ندوہ اور وہاں سے جامعہ ملیہ پہونچے اور بڑی تیزی کے ساتھ علمی منزلیں طے کیں، جامعہ ملیہ دہلی میں ترقی کرتے ہوئے پروفیسر ہوگئے آخر آخر میں آپ کشمیر یونیورسٹی میں وائس چانسلر ہوگئے، وہیں کشمیر کے دہشت گردوں نے ان کو گولی ماردی لاش دہلی لائی گئی اور جامعہ ملیہ کے قبرستان میں دفن کی گئی، کئی چھوٹی چھوٹی کتابیں ان کی یادگار ہیں ان کی کوئی ضخیم اور بڑی کتاب تو نظر سے نہیں گذری وقتی مسائل پر ان کے کچھ رسالے ہیں ان کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ ان کا ذہن تشکیک پسند تھا، وہ اپنے قاری کو مسلمہ حقیقتوں کے بارے میں شک و ارتیاب کا ایک ہلکا سا انجکشن دیکر چھوڑ دیتے ہیں، خاص طور سے جب وہ ہندوستان کے ان مسائل و حالات پر کچھ کہتے ہیں جن کا تعلق مسلمانوں سے ہے وہاں ان کا یہ فن زیادہ نمایاں ہوتا ہے، شاید یہ سبق انھوں نے یورپ کے مستشرقین سے پڑھا ہے اس لئے ان کی تحریروں کو پڑھتے ہوئے یہ پہلو ہمیشہ پیش نظر رہنا چاہیے۔

وفات سری نگر کشمیر ۱۰ر اپریل ۱۹۹۰ء مدفن جامعہ نگر دہلی

مولانا مصلح الدین جونپوری۔

اپنے دور کے مشہور مرشد اور شیخ طریقت تھے، جونپور میں پیدائش ہوئی یہیں تعلیم حاصل کی، تعلیم سے فراغت کے بعد اپنے چچا مشہور مصلح مولانا کرامت علی جونپوری سے بیعت ہو کر انھیں کی خدمت میں رہنے لگے، وعظ و تذکیر، تزکیہ نفس اور اصلاح باطن

کی جن سرگرمیوں میں مولانا کرامت علی مصروف تھے، انھیں بھی اسی راہ پر لگایا اور ہمیشہ اپنے ساتھ رکھا مولانا کرامت علی کا دائرہ اصلاح بنگال تھا اور یہ اپنے چچا کے ساتھ رہتے تھے اس لئے مولانا موصوف کو اس علاقہ میں عام طور پر جاننے لگے تھے، مولانا کرامت علی کا جب انتقال ہوگیا تو انھوں نے پورے صوبہ بنگال کو اپنی اصلاحی سرگرمیوں کا مرکز بنایا اور اس کے بڑے علاقے میں آپ پہونچے، بہت سے لوگوں کو آپ کے ذریعہ اصلاح ہوئی ان کے حلقہ اثر میں نوا کھالی، سندیپ، ڈھاکہ، میمن سنگھ، کھرلہ، پبینہ، دھوبڑی، گوالپاڑہ چاٹگام، اراکان، رنگ پور، دیناج پور، مالدہ، سراج گنج شامل تھے، اس پورے علاقے میں آپ ایک محترم شیخ طریقت کی حیثیت سے تسلیم کئے جاتے تھے، ہزاروں کی تعداد میں عوام آپ سے بیعت تھے اور ان کی ذات سے تزکیہ نفس کا سبق حاصل کرتے تھے، اسی پاکیزہ مشغلہ میں رہتے ہوئے سفر آخرت اختیار کرلیا۔

وفات ۱۳۰۶ھ (۱۸۸۹ء)

نواب مصطفےٰ خاں شیفتہ

ولادت دہلی ۱۸۰۶ء (۱۲۲۱ھ)

اردو شعروادب کی دنیا میں آپ کا تذکرہ زیادہ ہے، اردو شعروشاعری سے تعلق رکھنے والے آپ کو زیادہ پہچانتے ہیں۔ ان کے "گلشن بے خار" کی خوشبو بزم شعروادب میں پہونچی اور دوسرے حلقے اس سے محروم رہے، حالانکہ آپ عالم فاضل اور اسلامی علوم سے خوب واقف تھے، حدیث وقرأت کی تعلیم آپ نے مولانا نور محمد دہلوی، شیخ عبد اللہ سراج حنفی مکی اور شیخ محمد عابد سندھی مقیم مدینہ منورہ سے حاصل کی تھی، ان کے علاوہ مولانا کریم اللہ محدث سے بھی آپ نے بعض علوم وفنون کی تعلیم حاصل کی تھی، اس طرح آپ تمام رسمی علوم وفنون سے بخوبی واقف تھے، رئیس کبیر اور ایک معزز جاگیردار ہونے کے باوجود آپ کا ذہن ومزاج دینداری کا تھا فرائض کے علاوہ سنن ونوافل کی بھی حتی الامکان پابندی کرتے تھے ۱۸۵۷ء کی آندھی آپ کو بھی اڑا لے گئی تھی، انگریزوں نے آپ کو گرفتار کرکے جیل میں ڈال دیا، آپ کے زہد وتقویٰ کا نظارہ میرٹھ جیل میں بھی نظر آیا

جہاں آپ بند تھے، آپ نے ایک شناسا انگریز کلکٹر کو اطلاع دے کر بلوایا تاکہ اس سے اپنی رہائی کے سلسلہ میں کچھ رائے مشورہ کریں، اس نے نماز فجر کے وقت آنے کا وعدہ کیا اور وہ وقت مقررہ پر اس وقت پہونچا جب آپ فجر کی سنتوں سے فارغ ہو کر فرض کی نیت باندھ رہے تھے کہ ان کو کلکٹر کے آنے کی اطلاع دی گئی کہ مسٹر ٹریسیل کلکٹر موجود ہیں اور آپ سے ملنا چاہتے ہیں آپ نے یہ سن کر نماز کی نیت باندھ لی اور اطمینان سے سورہ دھر پڑھی جب نماز سے فارغ ہوئے تو معلوم ہوا کہ کلکٹر انتظار کر کے جا چکا جو آپ کی رہائی کی تدبیر اور سبیل پیدا کرنے کے لئے آیا تھا لیکن انھوں نے اس کی پروا نہیں کی کہ یہ وقت اپنے مالک حقیقی کے دربار میں حاضری کا تھا آپ کے دوسرے ساتھیوں کو یا تو حبس دوام یا پھانسی کی سزا دی گئی مگر آپ کو جیل ہی میں رکھا، سات برس قید فرنگ میں گذارے، بعض اہم شخصیتوں کی مداخلت اور سفارش پر رہائی نصیب ہوئی، رہائی کے بعد آپ نے دہلی کی سکونت چھوڑ دی اور اپنی جاگیر پر چلے گئے اور وہیں عمر عزیز کے بقیہ ایام گذار کر راہی ملک بقا ہوئے۔

وفات بعمر ۷۲ سال ۱۸۶۹ء (۱۲۸۶ھ) مدفن خانقاہ حضرت محبوب الٰہی دہلی۔

مولانا مظہر نانوتوی

مظاہر علوم سہارن پور کے قائم کرنے والوں میں ہیں، عرصہ دراز تک یہیں تدریسی خدمات انجام دیتے رہے دورۂ حدیث کی کتابیں آپ سے متعلق تھیں، آپ حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی سے عمر میں بڑے تھے لیکن آپ سے بیعت تھے، اور آپ کے خلیفہ مجاز تھے۔

وفات ۲۴ ذی الحجہ ۱۳۰۲ھ اکتوبر ۱۸۸۵ء

مرزا مظہر جان جاناں

ولادت کالا باغ دہلی ۱۲ رمضان ۱۱۱۱ھ ۲۰ فروری ۱۷۰۰ء

بہترین شاعر، معزز شیخ طریقت، انتہائی نازک مزاج اور لطیف الطبع تھے ایک شیعہ نے آپ کو شہید کر دیا۔

وفات دہلی ۱۰ محرم ۱۱۹۵ھ (۱۷۸۱ء) مدفن دہلی

مولانا مظہر الدین بجنوری

ایڈیٹر "الامان"، فاضل دار العلوم دیوبند، شیخ الہند حضرت مولانا محمود حسن دیوبندی کے شاگرد تھے اپنے دور کے مشہور صحافی و اخبار نویس۔ اخبار "الامان" کے مالک ایڈیٹر تھے، اس سے پہلے وہ "الہلال" کلکتہ، اخبار جمہور، اخبار مدینہ بجنور اور ہفت روزہ "دستور" میں کام کر چکے تھے دہلی میں مستقل قیام تھا "الامان" یہیں سے نکلتا تھا، شاید ان کے اخبار کی پالیسی سے ناراض ہو کر دو آدمیوں نے ۱۲ بجے دن میں ان کے دفتر میں ان کو قتل کر دیا۔

وفات ۳۰ مارچ ۱۹۳۹ء ۲۲ محرم ۱۳۵۸ھ مدفن نیا قبرستان دہلی گیٹ دہلی

خواجہ معین الدین چشتی اجمیری

یکے از اولیاء کبار ہند، ہزاروں لاکھوں کو ان کی وجہ سے دولتِ ایمان نصیب ہوئی۔ اجمیر میں مزار ہے۔

وفات ۶ رجب ۶۳۳ھ ۱۶ مارچ ۱۲۳۶ء مدفن اجمیر

مولانا معین الدین اجمیری۔

ذہین و فطین، متحرک و فعال اور صاحب درس و تدریس عالم تھے، قومی و ملی کاموں میں پرجوش حصہ لیتے تھے لاہور کے مدرسہ نعمانیہ میں صدر المدرسین رہے پھر اجمیر میں یکے بعد دیگرے دو مدرسے قائم کئے ایک مدرسہ "معین الحق" اور دوسرا مدرسہ حنفیہ ۱۲ سال تدریسی فرائض انجام دیئے، جمعیۃ علماء ہند سے وابستہ تھے اور نائب صدر تھے اس کے ایک سالانہ اجلاس کے فرائض صدارت بھی انجام دیئے مدبر سیاستداں اور بیدار مغز عالم تھے۔

وفات ۱۰ محرم ۱۳۵۹ھ (سنہ ۱۹۴۰ء) مدفن احاطہ مزار خواجہ معین الدین چشتی اجمیر

شاہ معین الدین ندوی

ولادت ۱۳۱۰ھ (سنہ ۱۸۹۲ء)

آپ کا وطن ضلع بارہ بنکی تھا زندگی کا بیشتر حصہ دار المصنفین اعظم گڈھ میں گذرا رسالہ معارف کے مدیر رہے، بہت سی اہم کتابوں کے مصنف ہیں ان کی تصانیف میں سیر الصحابہ (جلد سوم) مہاجرین جلد دوم و ششم و ہفتم، تابعین، تاریخ اسلام چار جلدوں میں

حیات سلیمان ترجمہ اسلام اور عربی تمدن، دین رحمت وغیرہ

وفات ۵ ربیع الثانی ۱۳۶۰ھ ۲ مئی ۱۹۴۱ء

مولانا معراج الحق (دیوبندی)

ولادت محلہ کوٹلہ دیوبند ۱۳۲۱ھ

دارالعلوم دیوبند کے استاد اور آخر میں صدر المدرسین ہوئے اور کچھ عرصہ تک ناظم تعلیمات بھی رہے، تجرد کی زندگی گذاری دارالعلوم کے ایک کمرہ میں پوری زندگی گذار دی انھیں کے نام پر دارالعلوم کا معراج گیٹ ہے۔

وفات دیوبند، صفر ۱۴۱۲ھ ۱۸ اگست ۱۹۹۱ء

مولانا مقصود احمد مئوی

امام گنج مئو وطن تھا، مقامی مدرسہ مفتاح العلوم میں تعلیم حاصل کی، عرصہ دراز سے وہ تبلیغی جماعت سے وابستہ تھے ہندوستان اور ہندوستان سے باہر بھی کئی ملکوں میں دین کا پیغام لے کر گئے آخر زندگی مرکز تبلیغ دہلی کے لئے وقف کردی تھی، وہیں بنگلہ والی مسجد میں مقیم تھے کہ پیام اجل آگیا۔

وفات دہلی ۱۳ دسمبر ۱۹۹۲ء جمادی الثانی ۱۴۱۳ھ

ملا جیون امیٹھوی

ولادت امیٹھی ضلع رائے بریلی ۱۰۴۷ھ (۱۶۳۸ء)

عہد عالمگیری کے مشہور عالم اور فقیہ تھے، آپ کا نام احمد تھا مگر ملا جیون کے نام سے مشہور ہوئے اورنگ زیب عالمگیر کے اتالیق تھے اس لئے حکومت میں بڑی قدر و منزلت تھی، شاہجہاں آپ کے ساتھ اعزاز و اکرام کا معاملہ کرتا تھا، خود انھوں نے بہت ہی سادہ اور قلندرانہ زندگی گذاری، آپ کا علمی مقام، مرتبہ بہت بلند تھا درس نظامی کی مشہور کتاب نور الانوار اور تفسیر احمدی آپ کے علم و فضل کی شاہد ہیں۔

وفات دہلی ۱۱۳۰ھ (۱۷۱۷ء)، مدفن قبرستان خواجہ باقی باللہ دہلی

مولانا مملوک علی نانوتوی

استاذ العلماء، دہلی عربک کالج کے صدر الاساتذہ، آپ کا وطن نانوتہ ضلع سہارنپور تھا لیکن ساری زندگی دہلی میں بحیثیت استاذ گذاری آپ کے تلامذہ کی فہرست بڑی پرشکوہ اور طویل ہے، اس دور کے مشاہیر اور اکابر علماء کو آپ سے شرف تلمذ حاصل تھا۔

وفات سنہ ۱۲۶۷ھ (سنہ ۱۸۵۰ء)

مولانا سید ممتاز علی شمس العلماء

ولادت دیوبند، ۲ر ستمبر سنہ ۱۸۶۶ء

مولانا قاسم نانوتوی اور مولانا یعقوب نانوتوی کے شاگرد تھے، انگریزی تعلیم کچھ اسکول میں کچھ پرائیوٹ حاصل کی سنہ ۱۸۷۶ء میں لاہور چلے گئے وہاں ان کو سرکاری نوکری مل گئی، ہائی کورٹ میں مترجم بنادیے گئے سنہ ۱۸۹۱ء میں رفاہ عام پریس قائم کیا اور اس سے بہت سی کتابیں شائع کیں، سنہ ۱۸۹۶ء میں عورتوں کے لئے ایک رسالہ "تہذیب نسواں" جاری کیا، جو سنہ ۱۹۴۹ء تک جاری رہا، سنہ ۱۹۰۹ء میں بچوں کے لئے ایک رسالہ "پھول" کے نام سے نکالا جو پاکستان بننے کے بعد بھی جاری رہا، حکومت کی طرف سے ان کو شمس العلماء کا خطاب حاصل تھا، انھیں کے لڑکے سید امتیاز علی تاج ہیں جو مشہور ڈرامہ "انار کلی" کے مصنف ہیں۔

وفات لاہور ۱۵ر جون سنہ ۱۹۳۵ء (سنہ ۱۳۵۴ھ)

مولانا مناظر احسن گیلانی

ولادت استھانواں (بہار) سنہ ۱۳۱۰ھ سنہ ۱۸۹۲ء

دارالعلوم دیوبند کے فاضل، مشہور اہل قلم، بہت سی کتابوں کے مصنف اور "سوانح قاسمی" کے مرتب ہیں زندگی کا زیادہ حصہ ریاست حیدر آباد میں گذرا عثمانیہ یونیورسٹی میں علمی و دینی خدمات انجام دیتے رہے زود نویس اور زیادہ نویس تھے ان کی تصنیفات کی تعداد زیادہ ہے سوانح قاسمی تین جلدوں میں آپ کے قلم سے ہے "تدوین حدیث" تاریخ علم حدیث کے سلسلہ کی ایک اچھی کتاب ہے، ان کے کچھ علمی

وتفسیری تفردات ہیں، جن کا اظہار انھوں نے اپنے مضامین اور کتابوں میں کیا ہے وفات اپنے وطن میں پائی اور وہیں مدفون ہیں۔

وفات گیلانی (بہار) ۲۵ر شوال ۱۳۷۵ھ جون ۱۹۵۶ء

مولانا منفعت علی میرٹھی

عبداللہ پور ضلع میرٹھ آپ کا وطن تھا، مولانا محمد یعقوب نانوتوی کے شاگرد اور دارالعلوم دیوبند کے استاذ رہے، پھر وہاں سے مستعفی ہو کر آپ جامع العلوم کانپور چلے گئے اور وہیں زندگی کے آخر لمحہ تک تدریسی خدمات انجام دیتے رہے، علم الہندسہ، حساب ہیئت، فقہ اور فرائض میں ماہر کامل تھے، آپ کا اُردو میں ایک رسالہ علم الفرائض قلمی یادگار ہے۔

وفات کانپور ۱۰ر ذی قعدہ ۱۳۲۷ھ (۱۹۰۹ء)

مولانا منصور علی مرادآبادی

مولانا احمد علی محدث سہارنپوری اور مولانا محمد قاسم نانوتوی کے شاگردوں میں تھے، ایک زمانہ میں جامعہ قاسمیہ شاہی مرادآباد کے صدر المدرسین تھے، پھر آپ حیدرآباد چلے گئے اور وہاں جامعہ طبیہ میں استاد رہے ایک لمبا عرصہ وہاں گذار کر مکہ مکرمہ ہجرت کر گئے، ایک زمانہ میں عیسائیوں سے مناظرے بھی کئے تھے اور ردعیسائیت میں کتابیں بھی لکھی تھیں۔

وفات مکہ مکرمہ ۱۳۳۶ھ (۱۹۱۸ء)

مولانا منت اللہ رحمانی

ولادت ۱۳۳۲ھ (۱۹۱۲ء)

مولانا محمد علی مونگیری کے صاحبزادے، خانقاہ رحمانیہ مونگیر کے سجادہ نشین، امیر شریعت بہار مسلم پرسنل لاء بورڈ کے ناظم اعلیٰ اور دارالعلوم دیوبند کی مجلس شوریٰ کے رکن رہے۔

وفات ۳ر رمضان ۱۴۱۱ھ (۱۹۹۱ء)

مولانا منظور احمد خاں سہارنپوری

فاضل مظاہر علوم ہیں ۱۳۲۲ھ میں مولانا خلیل احمد محدث سہارنپوری سے حدیث پڑھ کر

سندواجازت حاصل کی پھر مظاہر علوم میں مدرس ہو گئے، جملہ علوم وفنون کی کتابیں پڑھاتے رہے، بعد میں صحاح ستہ کی بعض کتابوں کا درس آپ کے ذمہ ہوا، آخر کے چالیس سال انھوں نے حدیث کا درس دیا۔ مسلم شریف مسلسل اور بار بار پڑھائی ۵۸ سال تک آپ تدریسی فرائض انجام دے کر راہی ملک بقا ہوئے۔

وفات سہارنپور جمادی الاول ۱۳۸۸ھ (۱۹۶۹ء)

مفتی مہدی حسن شاہجہاں پوری

ولادت ۱۳۰۱ھ (۱۸۸۳ء)

دارالعلوم دیوبند کے استاد اور مفتی رہے، فقہ سے خصوصی دلچسپی رہی، آپ کی تصنیف "قلائدالازہار" علی کتب الآثار عربی زبان میں ایک اہم کتاب ہے جس کے بعض مباحث اتنے مفصل اور مدلل ہیں کہ کسی دوسری کتاب میں یکجا یہ مباحث نہیں مل سکتے۔

وفات ۱۳۹۶ھ (۱۹۷۶ء)

مولانا محمد میاں انصاری

آپ کا وطن انبیٹھہ ضلع سہارنپور ہے، مشہور مجاہد آزادی، ساری زندگی جلاوطنی میں گذاری۔ حضرت شیخ الہند کی ریشمی رومال تحریک میں قائدانہ رول ادا کیا، ہندوستان کی آزادی اور انگریزی حکومت کے خلاف بغاوت کو ہوا دینے کے لئے آپ نے ہندوستان سے ہجرت کی اور افغانستان میں رہ کر انگریزی حکومت کے خلاف اپنی سرگرمیوں میں مصروف رہے، کابل حکومت پر آپ کا اچھا اثر تھا وہیں آپ کا انتقال ہوا، انھیں کے صاحبزادے مولانا حامد الانصاری غازی تھے، جو مشہور صحافی اور مصنف تھے۔

وفات کابل ۱۳۹۵ھ (۱۹۷۵ء)

مولانا سید محمد میاں دیوبندی

ولادت ۱۲ رجب ۱۳۲۱ھ ۴ اکتوبر ۱۹۰۳ء

مشہور مصنف، نیشنلسٹ رہنما، جمعیۃ علماء ہند کے ناظم عمومی، اس کی مالیاتی کمیٹی کے چیرمین، مدرسہ شاہی مرادآباد کے معزز استاذ، مدرسہ امینیہ دہلی کے شیخ الحدیث

رہے۔ ہندوستانی مسلمانوں کی سیاسی سرگرمیوں پر بہت سی کتابیں آپ کے قلم سے نکلیں جن میں سب سے مشہور ۔ علمارِ ہند کا شاندار ماضی" ہے جو پانچ جلدوں میں ہے جس کی اشاعت پر آپ پر مقدمہ چلایا گیا اور جیل گئے، آپ کی دوسری تصانیف میں علمارِ حق دو ضخیم جلدوں میں، عہدِ زریں" اسیرِ مالٹا، حیاتِ شیخ الاسلام، ترتیب و تہذیب ریشمی رومال تحریک کی سرکاری خفیہ فائل کو اردو میں شائع کرنے والے ہیں، آپ کا وطن دیوبند، زندگی کا بڑا حصہ مراد آباد میں گذرا پھر دہلی میں قیام کیا وہیں سے سفرِ آخرت پر روانہ ہوئے متعدد بار جیل گئے اردو کے صاحب طرز انشار پرداز تھے آپ کی تحریر میں ادب کی چاشنی ہوتی ہے۔

وفات دہلی ۱۶ر شوال ۱۳۹۵ھ ۲۴ر اکتوبر ۱۹۷۵ء

محمد مینا مخدوم شاہ لکھنوی

مشہور شیخ طریقت ۔ وفات اور مدفن لکھنؤ ۸۸۴ھ (۱۴۹۶ء)

ن

مولانا ناصر الدین دہلوی

ولادت ناگپور میں، نشوونما اور تعلیم دہلی میں ہوئی، زیادہ تعلیم اپنے والد اور دادا سے حاصل کی کیونکہ دونوں اپنے دور کے ممتاز علماء میں سے تھے، پھر اپنے شوق سے انھوں نے انگریزی زبان سیکھی، پھر تورات وانجیل کا گہرا مطالعہ کیا اس کے بعد پوری عمر انھوں نے ردعیسائیت کے لئے وقف کردی، ان کا زمانہ وہ تھا جب ہر طرف عیسائی مشنری اپنا جال پھیلائے ہوئے تھے اور پوری قوت کے ساتھ ہندوستان میں عیسائیت کی تبلیغ میں لگے ہوئے تھے دوسری طرف سرسید احمد خاں یورپین تہذیب کی نشرواشاعت میں مصروف تھے، ان دونوں باتوں نے ان کو سیماب صفت بنا دیا تھا، شب و روز عیسائیوں سے مناظرے ہوئے ہیں ان کی کتابوں کے رد میں کتابیں لکھ رہے ہیں، اعتراضات کے جوابات دے رہے ہیں اور پلٹ کر ان پر اعتراضات پیش کر رہے ہیں، ردعیسائیت اور سرسید کی کتابوں اور ان کے رسالہ تہذیب الاخلاق اور ان کی تفسیر کی رد میں تصنیفات کا ڈھیر لگا دیا، ان کی تصانیف کی فہرست میں سے چند کتابوں کے نام درج ذیل ہیں، نوید جاوید، دولت فاروق، عقوبۃ الضالین (پادری عمادالدین کی کتاب کے جواب میں) استیصال فی الرد علی المسیح الدجال (رام چند رعیسائی کی کتاب کے جواب میں) رقیمۃ الوداد (صفدر علی پادری کی کتاب نیازنامہ کے جواب میں) محسن داؤدی (پادری صفدر علی کی کتاب نغمہ طنبوری کے جواب میں)۔ انعام عام» (پادری رجب علی کی کتاب آئینۂ اسلام کے جواب میں)۔ انجام الخصام» (راجرس عیسائی کی کتاب تفتیش الاسلام کے جواب میں)۔ السلاق۔ (سرسید کے رسالہ تہذیب الاخلاق کے جواب میں) تنقیح البیان، (سرسید کی تفسیر کے جواب میں) تصحیح التاویل، اعزاز القرآن، میزان المیزان، حرز جان،

التبیان، مصباح الابرار، التادیب وغیرہ وغیرہ۔

وفات دہلی ۱۳۲۰ھ (۱۹۰۲ء)

مولانا ناظر حسن دیوبندی

مولانا خلیل احمد محدث سہارنپوری کے تلامذہ میں سے تھے، جماعت اہلحدیث کے علماء سے بہت سے مناظرے کیے، مدرسۂ عربیہ چھتاری ضلع بلند شہر میں صدر مدرس رہے، اس کے بعد آپ مدرسہ عالیہ کلکتہ چلے گئے اور وہاں استاذ مقرر ہوئے پھر وہاں سے استعفار دے کر مدرسہ عالیہ ڈھاکہ میں تدریسی خدمات انجام دیں وہاں آپ صدرالمدرسین رہے، آپ کی تصانیف میں تین کتابیں بتائی جاتی ہیں۔

وفات یکم ذی الحجہ ۱۳۴۱ھ (۱۹۲۳ء)

مولوی نبی بخش شہر بدایونی

ولادت بدایوں ۱۲۳۸ھ (۱۸۲۲ء)

بدایوں کے رہنے والے سرکاری ملازم تھے، ترقی کر کے صدر الصدور کے عہدے پر پہونچ گئے تھے، اپنی ملازمت کے سلسلہ میں وہ اٹاوہ، بنارس، علی گڈھ، غازی پور اور گورکھپور میں رہے، یہ بھی مولوی امداد علی ڈپٹی کلکٹر کی طرح سرسید احمد خان کی تحریک کے شدید ترین مخالفوں میں تھے، ڈپٹی امداد علی نے تہذیب الاخلاق کے جواب میں، امداد الآفاق، برجم اہل النفاق لکھ کر شائع کیا اور ہندوستان کے ۶۰ مشاہیر اور چوٹی کے علماء سے سرسید کے کفر ونفاق پر فتویٰ حاصل کر کے اس کو شائع کیا اور برملا ان کو خارج از اسلام کہتے تھے اور ہر ہر قدم پر ان کی مخالفت کرتے تھے مولوی نبی بخش بدایونی صدر الصدور نے جو کسر رہ گئی تھی اس کو پورا کر دیا۔

وہ سفر حج میں گئے اور سرسید کے خلاف ایک استفتاء مرتب کر کے اپنے ہمراہ لے گئے تھے اور ایک کتاب انھوں نے سرسید کے خلاف "تائید الاسلام" کے نام سے لکھی تھی اور اس کو ۱۸۷۲ء میں نولکشور پریس لکھنؤ سے چھپوا کر اپنے ساتھ لے گئے اور وہاں خوب تقسیم کیا، پھر انھوں نے حجاز کے مشہور مفتیوں کے سامنے اپنا استفتاء پیش کیا۔ انھوں نے استفتاء

میں درج سوالوں کی روشنی میں وہی جواب لکھا جو ہندوستان کے علمار نے ڈپٹی امداد علی کے استفسار کے جواب میں لکھا تھا، مولوی نبی بخش نے حنفی و مالکی، حنبلی اور شافعی چاروں مکتبہ فکر کے مفتیوں سے دستخط کرائے اور اس کو اپنے ساتھ ہندوستان لائے اور اس کو طبع کرا کے تقسیم کیا حالی نے حیات جاوید میں اس کی پوری تفصیل دی ہے۔

وفات بدایوں ۱۳۰۲ھ (۱۸۸۴ء)

حکیم نجم الغنی رام پوری

ولادت رام پور ۱۲۷۶ھ

مشہور فقیہ مولانا ارشاد حسین رام پوری کے شاگردوں میں ہیں، منطق میں مولانا عبدالحق خیرآبادی کے اور حدیث میں شیخ سید حسن شاہ کے شاگرد تھے، ریاست اُودے پور میں ساری زندگی تعلیم و تدریس اور تصنیف و تالیف میں گذاری حنفی المسلک تھے، بہت سی کتابوں کے مصنف ہیں، اردو بہت صاف ستھری لکھتے تھے، ان کی مشہور اور ضخیم ترین کتاب "تاریخ اودھ" ہے جو پانچ ضخیم جلدوں میں ہے، اس میں نوابان لکھنؤ کے پوست کندہ حالات مستند ذرائع سے پیش کئے گئے ہیں، تاریخ میں ان کی دوسری کتاب "تاریخ روہیلکھنڈ" ہے۔ فن طب میں بھی ان کی کتابیں ہیں۔

وفات ۲۵ صفر ۱۳۵۱ھ (۱۹۳۲ء)

مولانا نجم الدین بجنوری

ولادت سیوہارہ ضلع بجنور ۱۸۶۵ء (۱۲۸۲ھ)

دارالعلوم دیوبند کے فاضل، عربی فارسی کے بہترین عالم تھے، تلاش معاش میں لاہور گئے، سید ممتاز علی کے رفاہ عام پریس میں ملازم ہو گئے، اردو کے اچھے انشاپرداز اور صاحب قلم تھے ان کی تصانیف میں "سیرۃ الشافعی" اور "رسوم جاہلیت" کے نام ملتے ہیں، مولانا سید ممتاز علی کی کتاب "تفصیل البیان فی مقاصد القرآن" کی تصنیف میں بھی معاون رہے۔

وفات لاہور ۱۹۲۸ء (۱۳۴۷ھ)

شاہ نذیر حسین بہاری دہلوی

ولادت سورج گڑھ ضلع مونگیر (بہار) ۱۸۰۵ء (۱۲۲۰ھ)

۱۲۴۲ھ میں مونگیر سے دہلی آئے حدیث و تفسیر شاہ عبد القادر دہلوی شاہ رفیع الدین دہلوی اور شاہ اسحاق محدث دہلوی سے پڑھی، فراغت کے بعد دہلی ہی میں آپ نے سلسلہ تدریس جاری کیا، اور مستقل سکونت اختیار کر لی ان کے شاگردوں کی بڑی تعداد ہے ۱۸۵۷ء کا ہنگامہ ان کی موجودگی میں ہوا، اس دور ابتلا میں انگریزوں کی مدد کی اور کچھ کی جان بچائی تھی، جب ہنگامہ فرو ہوا تو ان کی خدمات کے پیش نظر ان کو شمس العلماء کا خطاب دیا گیا، ہندوستان میں جماعت اہلحدیث کے وہی موسس و بانی کہے جاتے ہیں کئی کتابوں کے مصنف ہیں ان کی کتابوں میں معیار الحق، واقعہ الفتویٰ، واقعہ البلویٰ، ثبوت الحق الحقیق، فلاح الولی باتباع النبی، ابطال عمل المولد وغیرہ شامل ہیں۔

وفات دہلی ۱۳۲۰ھ (۱۹۰۲ء) مدفن قبرستان شیدی پور دہلی

مولوی نذیر احمد دہلوی

ولادت ریہڑ ضلع بجنور ۶ دسمبر ۱۸۳۶ء

عالم فاضل تھے، انگریزی حکومت کی طرف سے شمس العلماء کا خطاب حاصل تھا اور حکومت میں ملازم تھے ڈپٹی کلکٹر کے عہدہ پر فائز تھے، سرکاری ذمہ داریوں کے ساتھ تصنیف و تالیف کا سلسلہ جاری تھا، انھوں نے قرآن پاک کا اردو میں ترجمہ بھی کیا ہے ترجمہ بامحاورہ اردو میں ہے اور سلیس ہے، درس و تدریس کا بھی سلسلہ تھا، بہت سے لوگوں کو ان کی شاگردی حاصل ہے، بہترین مقرر بھی تھے، سرسید اپنے جلسوں میں ان کو اکثر بلاتے تھے اور ساتھ رکھتے تھے کیونکہ چندہ کی اپیل بہترین انداز میں کرتے تھے اور خوب چندہ ہوتا تھا، بہت سی کتابوں کے مصنف ہیں عورتوں کے لیے ان کی دو کتابیں ناول کے انداز پر بہت مقبول اور مشہور ہیں۔ ایک "مرأۃ العروس" اور دوسری "بنات النعش" ان کے علاوہ بھی ان کی کتابیں ہیں۔

وفات دہلی جمادی الاول ۱۳۳۰ھ مئی ۱۹۱۲ء

مولانا نسیم احمد فریدی امروہوی

عالم فاضل تھے۔ ساری زندگی مطالعہ اور تصنیف و تالیف میں گذری، تصوف اور بزرگوں کے مکتوبات کا مطالعہ اور جمع و ترتیب ان کی دلچسپی کے خاص موضوع تھے۔ "مکتوبات امام ربانی" ان کا تحقیقی کارنامہ ہے، اکثر رسالوں میں ان کے مضامین شائع ہوتے رہتے تھے خصوصیت کے ساتھ رسالہ "الفرقان" لکھنؤ کے مضمون نگاروں میں شامل تھے، رسالہ الفرقان کا فریدی نمبر بھی شائع ہوا۔

وفات امروہہ ۴ ربیع الاول ۱۴۰۹ھ ۱۷ اکتوبر ۱۹۸۸ء

نصر اللہ خاں عزیز

ولادت گوجرانوالہ پنجاب ۱۸ فروری ۱۸۹۵ء (۱۳۱۲ھ)

اپنے دور کے مشہور نیشنلسٹ اخبار "مدینہ" بجنور کے ایڈیٹر تھے، تعلیم انگریزی اسکولوں میں پائی تھی، تعلیم سے فراغت کے بعد ایک اسکول میں وہ ماسٹر ہو گئے، یہ نان کو آپریشن تحریک کا زمانہ تھا سرکاری اسکولوں کے مقابلہ میں آزاد اسکول قائم کیے جا رہے تھے، مجلس احرار اسلام کے شعلہ بیان خطیب سید عطاء اللہ شاہ بخاری نے مولانا ابوالکلام آزاد کے نام پر گجرات میں ایک اسکول کھولا تھا، عزیز صاحب اس اسکول کے ٹیچر مقرر ہوئے، یہ اس زمانہ میں مولانا آزاد کا الہلال مولانا محمد علی جوہر کا "ہمدرد" اور مولانا ظفر علی خاں کا اخبار "زمیندار" کا مطالعہ کرتے تھے اس لیے ان کے ذہن و دماغ میں سیاست کے ساتھ صحافت کا شوق بڑھتا گیا یہاں تک کہ ۱۹۲۰ء میں اسکول کی ملازمت چھوڑ دی اور اخبار "مدینہ" بجنور کے ایڈیٹر ہو گئے، کچھ تیز و تند مضامین لکھنے کی وجہ سے ایک بار ان کو جیل بھی جانا پڑا تھا، ۱۹۳۶ء میں وہ لاہور چلے گئے اور مولانا ظفر علی خاں کے اخبار زمیندار میں کام کرنے لگے دو سال بعد ۱۹۳۸ء میں لاہور سے شائع ہونے والے نیشنلسٹ اخبار "زمزم" کے مدیر ہو گئے، اس کے بعد انھوں نے اپنے طور پر کئی اخبار اور رسالے جاری کیے لیکن وہ کچھ زیادہ دنوں نہیں چلے اور بالآخر ان کو بند کرنا پڑا۔

آخر میں وہ جماعت اسلامی کے اخبار "تسنیم" کے ایڈیٹر ہوئے، آزادی کے بعد

۱۹۵۵ء میں انھوں نے رسالہ "ایشیار" جاری کیا اور آخر تک اس کے مدیر رہے، آپ کو شعروشاعری سے دلچسپی رہی بلکہ خود بھی اچھے شاعر تھے ان کے کلام کے دو مجموعے "تیرونشتر" اور "کاروان شوق" شائع ہوچکے ہیں ان کی دو کتابیں بھی ہیں ایک "سیرامام احمد بن حنبل" دوسری "اسلامی زندگی"

وفات لاہور ۲؍جولائی ۱۹۷۶ء (۱۳۹۶ھ)

شیخ نصیر الدین چراغ دہلوی

مشہور شیخ طریقت، دہلی میں مزار ہے۔

وفات ۱۷؍رمضان ۷۵۷ھ (۱۳۵۶ء)

حضرت نظام الدین اولیار محبوب الٰہی

ولادت بدایوں ۶۳۶ھ

ہندوستان کے مشہورترین بزرگ اور ولی کامل تھے، خواجہ فریدالدین گنجشکر کے خلیفہ تھے، ۶۵۲ھ میں بداوں سے دہلی آگئے، مولانا شمس الدین خوارزمی سے علوم عقلیہ ونقلیہ حاصل کیا اور علم حدیث شیخ محمد المارایکلی متوفی ۶۸۳ھ سے حاصل کیا، تعلیم سے فراغت کے بعد بابا فریدالدین گنجشکر سے بیعت ہوئے، آپ سے بیعت ہونے والوں کی تعداد بے شمار ہے آپ عوام وخواص میں "نظام الدین اولیار" کے نام سے مشہور ہیں، بستی نظام الدین دہلی میں ایک عظیم الشان عمارت میں آپ کا مزار ہے، خانقاہ اور مزار تک جانے والے راستے میں دورویہ پھولوں اور بتاشوں کی بہت سی دکانیں ہیں، عقیدتمند پھول بتاشے یہیں سے لیکر قبر پہ چڑھاتے ہیں، قبر پر روزانہ تازہ گلاب کے پھولوں کا انبار پڑا رہتا ہے، مجاورین اور خدام زیارت کرنے والوں سے قدم قدم پر نذرانے وصول کرتے ہیں، نہ دینے والوں کے ساتھ بیدردی کا سلوک کرتے ہیں، تیزوتند اور گرم نگاہوں سے دیکھتے ہیں۔

وفات ۱۸؍ربیع الاول ۷۲۵ھ مارچ ۱۳۲۴ء

مدفن سلطان جی دہلی

مولانا نعیم الدین مرادآبادی

ولادت مرادآباد ر صفر سنہ ۱۳۰۰ھ (سنہ ۱۸۸۲ء)

رضا خانی جماعت میں ان کو صدر الافاضل کہا جاتا ہے اعلیٰحضرت احمد رضا خاں بریلوی کے مرید باصفا اور خلیفہ مجاز تھے، مدرسہ نعیمیہ مرادآباد انھیں کے نام پر ہے، درس و تدریس مشغلہ رہا اور جماعتی تنظیم پر پوری توجہ تھی، ان کا دور مناظروں کا دور تھا لیکن وہ خود مناظروں سے دور رہتے تھے ان کا بڑا کارنامہ یہ ہے کہ انھوں نے مولانا احمد رضا خاں کے ترجمہ قرآن پر "کنز الایمان" کے نام سے حواشی لکھے ہیں، ان کی تصانیف میں ایک رسالہ کا ذکر اور ملتا ہے جس کا نام "الکلمۃ العلیا" کہا جاتا ہے جو کسی رسالہ کے جواب میں ہے آپ شاعر بھی تھے نعیم تخلص تھا میں نے ان کی شاعری کا کوئی نمونہ نہیں دیکھا ہے نہ ان کے اشعار نظر سے گذرے ہیں۔

وفات ۱۸ر ذی الحجہ سنہ ۱۳۶۷ھ (سنہ ۱۹۴۸ء) مدفن مرادآباد

مولانا نعیم فرنگی محلی لکھنوی

فقہ، اصول فقہ اور علم کلام میں دسترس تھی بلکہ درجہ کمال حاصل تھا، علم حدیث میں شیخ احمد بن زین دحلان سے سند و اجازت حاصل تھی، اپنے دور کے ممتاز علماء میں سے تھے۔

وفات فرنگی محل لکھنؤ ۱۲ر ربیع الثانی سنہ ۱۳۱۸ھ (سنہ ۱۹۰۰ء)

قاری محمد نعمان بلیاوی

حضرت علامہ مولانا محمد ابراہیم بلیاوی صدر المدرسین دارالعلوم دیوبند کے بڑے صاحبزادے دارالعلوم دیوبند کے فاضل تھے، ان کی خصوصی دلچسپی تجوید و قرأت سے تھی، اس لئے فراغت کے بعد آپ دارالعلوم میں تجوید و قرأت کے استاذ بنا دیئے گئے، پھر اسی منصب پر وہ زندگی کے اخیر لمحات تک رہے، قد آور گورے چٹے، وجیہ اور خوش آواز تھے، بعمر ۷۰ سال وفات پائی۔

وفات دیوبند ۳۰ر رمضان سنہ ۱۴۰۸ھ (سنہ ۱۹۸۸ء)

میانجی نور محمد جھنجھانوی

ولادت ۱۲۰۱ھ (۱۷۸۶ء)

مشہور شیخ طریقت اور مرشد کامل

وفات جھنجھانہ ضلع مظفر نگر ۴ رمضان ۱۲۵۹ھ (۱۸۸۳ء)

مولانا نور محمد پسروری امرتسری

پسرور ضلع سیالکوٹ آبائی وطن تھا، مظاہر علوم سہارنپور میں مولانا خلیل احمد محدث سہارنپوری سے حدیث پڑھی تھی، فراغت کے بعد مکہ مکرمہ چلے گئے اور وہاں مولانا رحمت اللہ کیرانوی سے دوبارہ حدیث پڑھی اور حاجی امداد اللہ تھانوی مہاجر مکی سے بھی استفادہ کیا، ہندوستان واپسی کے بعد کئی مدرسے قائم کئے، متبحر عالم تھے علوم عقلیہ و نقلیہ میں درجہ کمال حاصل تھا۔

وفات امرتسر ۱۳ شعبان ۱۳۴۹ھ (۱۹۳۰ء)

مولانا نور محمد حقانی

آپ کا وطن رانگٹ ضلع لدھیانہ (پنجاب) تھا، مظاہر علوم سہارنپور کے فیض یافتہ تھے، فراغت کے بعد لدھیانہ میں دینی تعلیم کے فروغ میں بہت اہم کردار انجام دیا، فرق باطلہ بالخصوص عیسائیت کے خلاف جدوجہد میں ایک رسالہ "نور علی نور" کے نام سے جاری کیا تھا اس میں رد عیسائیت میں مسلسل مضامین شائع کرتے تھے، انھوں نے لدھیانہ میں بہت سے مدرسے قائم کئے اور تعلیم و تربیت کا ایسا بہتر طریقہ جاری کیا کہ حضرت تھانوی اور حضرت رائپوری لوگوں سے کہتے تھے کہ ان کے طریقے پر مدرسہ چلائیے۔

وفات ۲۲ ذی الحجہ ۱۳۴۳ھ ۱۵ جولائی ۱۹۲۵ء

مولانا نور محمد ٹانڈوی

ٹانڈہ ضلع فیض آباد وطن تھا مظاہر علوم سہارنپور کے فاضل تھے فراغت کے بعد مدرسہ کے شعبہ تبلیغ سے وابستہ ہو گئے، مشہور مناظر تھے فرق باطلہ کے رد میں دلچسپ انداز میں معرکۃ الآرا تقریریں کرتے اور درجنوں رسالے لکھے، قادیانیوں کے

تعاقب میں ملایا، سنگاپور، افریقہ، کینیا، فرانس تک جا چکے ہیں رد قادیانیت در ضاعات میں ان کے رسالوں کے نام بھی کچھ کم دلچسپ نہیں۔

وفات لکھنؤ ۴ جون ۱۹۸۳ء (۱۴۰۳ھ) مدفن ٹانڈہ

حکیم نورالدین بھیروی

ولادت بھیرہ شاہ پور (پنجاب) ۱۲۵۸ھ (۱۸۴۲ء)

مرزا غلام احمد قادیانی کے خلیفہ اول ہیں، بہت ذہین مختلف علوم و فنون سے واقف تھے ان کی ذہانت و فطانت ہی ان کو ضلالت و گمراہی کی طرف لے گئی، اے روشنی طبع! تو برمن بلا شدی والی بات ہوئی، راولپنڈی کے انگریزی اسکول میں ابتداءً تعلیم حاصل کی اقلیدس، حساب، جغرافیہ وغیرہ میں کمال حاصل تھا، فراغت کے بعد ایک اسکول میں ماسٹر ہو گئے اس دوران عربی صرف و نحو کی کتابیں پڑھ لیں مزید تعلیم کے لئے لاہور گئے وہاں کچھ دنوں تعلیم حاصل کر کے رام پور کا سفر کیا وہاں کے مشاہیر جیسے مولانا ارشاد حسین رام پوری، مولانا حسن شاہ، مفتی سعداللہ کے حلقہ درس میں بیٹھے، تین سال رام پور میں رہے لکھنؤ جا کر طب پڑھی اور درجہ کمال حاصل کیا بھوپال جا کر مفتی عبدالقیوم سے حدیث وفقہ کی تعلیم حاصل کی اس کے بعد ۱۲۸۵ھ (۱۸۶۸ء) میں حج کیا وہاں مولانا رحمت اللہ کیرانوی مولانا عبدالغنی مجددی دہلوی سے حدیث کی سند و اجازت حاصل کی اور شاہ عبدالغنی مجددی مہاجر مکی سے بیعت ہوئے، حج کے بعد بھیرہ (پنجاب) واپس آئے اور ریاست جموں میں سرکاری معالج ہوئے ۱۳۰۹ھ (۱۸۹۱ء) میں مدعی نبوت مرزا غلام احمد قادیانی سے یہیں جموں میں ان کی ملاقات ہوئی اور اس کی کتاب "براہین احمدیہ" پڑھی اور وہیں اس کے ہاتھ پر بیعت ہو گئے، جب ان کو معلوم ہوا کہ مرزا غلام احمد نے نبوت کا دعویٰ کر دیا تو ان کو کوئی حیرت نہ ہوئی، بلکہ اس کی نبوت کی تصدیق کی اور اپنی کتاب "فصل الخطاب" اسی زمانہ میں لکھی، پھر وہ جموں سے مستقل طور پر قادیان آ گئے ان کی موجودگی میں مرزا غلام احمد قادیانی کی موت ہوئی، قادیانیوں نے متفقہ طور پر ان کو مرزا غلام احمد کا خلیفہ اول منتخب کر لیا، کچھ لوگوں نے ان کی خلافت کو تسلیم نہیں کیا پھر بھی مرزا کی موت کے بعد وہ چھ سال

زندہ رہے اور خلیفہ بنے رہے ایک دن گھوڑے سے گر گئے بہت چوٹ آئی زبان بند ہوگئی پھر موت تک زبان نہیں کھلی یہاں تک کہ مر گئے۔

وفات ربیع الثانی ۱۳۳۲ھ (۱۹۱۴ء) مدفن قادیان

مولانا نیاز محمد میواتی

متبحر عالم اور مرشد کامل، دارالعلوم دیوبند کے فاضل تھے۔ مولانا حسین احمد مدنی کے خلیفہ مجاز، جمعیۃ علماء صوبہ ہریانہ کے صدر اور ہریانہ و ہماچل صوبوں کے امیر شریعت تھے۔ تعلیم سے فراغت کے بعد ۵ سال مدرسہ کاشف العلوم بستی نظام الدین دہلی میں بانی تبلیغ مولانا محمد الیاس کاندھلوی کی نگرانی میں تدریسی و تبلیغی خدمات انجام دیں ۱۹۴۷ء میں معین الاسلام قصبہ نوح (میوات) کے صدر المدرسین ہوئے یہاں ۸ سال تدریسی و تبلیغی خدمات انجام دیں پھر اپنے قائم کردہ مدرسہ قاسم العلوم واقع درگاہ حضرت شیخ موسیٰ پلہ نوح کے مہتمم اور صدر ہوگئے اور وہاں دورۂ حدیث تک کی تعلیم کا نظم کیا، تقریباً ڈھائی درجن کتابوں کے مصنف ہیں وہ سب کی سب علمی موضوع پر اہم کتابیں ہیں جن میں الدر المنضد، عمدۃ اللبیب، فتوحات الباری، النجاۃ الکاملہ (تین جلدوں میں) طبع ہو کر منظر عام پر آچکی ہیں ارشاد و سلوک کے سلسلہ میں آپ کا حلقہ بہت وسیع تھا۔ آپ سے بیعت ہونے والوں میں علماء کی ایک بڑی تعداد ہے۔

وفات و مدفن قصبہ نوح (میوات) ۱۶ر جون ۱۹۹۳ء

نیاز فتحپوری

ولادت سنی گھاٹ ضلع بارہ بنکی ۱۳۰۲ھ (۱۸۸۴ء)

اپنے دور کے مشہور رسالہ نگار کے مالک و مدیر، اپنے مذہبی خیالات اور بے لگام تحریروں کی وجہ سے اپنے دور میں وہ کافی بدنام رہے۔ ابتدائی تعلیم گھر پر ہوئی پھر فتحپور کے مدرسہ اسلامیہ میں تعلیم حاصل کی یہیں درس نظامیہ کی تکمیل کی دسویں درجہ تک انگریزی پڑھی، پھر انھوں نے ایک سال ندوۃ العلماء لکھنؤ میں تعلیم حاصل کرکے سرکاری ملازم ہوگئے اور پولیس انسپکٹر ہوکر ہنڈیہ ضلع الہ آباد میں تعینات ہوئے پھر ملازمت

سے استعفا دے کر فتحپور کے مدرسہ اسلامیہ کے ہیڈ ماسٹر ہو گئے ۱۹۱۵ء میں وہ بھوپال چلے گئے اور وہاں پہلے محکمہ اوقاف میں پھر دفتر تاریخ میں ملازم ہو گئے وہیں سے اپنا مشہور رسالہ نگار نکالا انھوں نے کئی کتابیں لکھیں یا ترجمہ کیں جن میں گہوارۂ تمدن، صحابیات، المسئلۃ الشرقیہ، تاریخ الدولتین وغیرہ شائع ہوئیں پھر بھوپال سے وہ ۱۹۲۷ء میں لکھنؤ آگئے اور یہیں سے اپنا رسالہ نگار نکالنے لگے یہاں مذہبیات پر مسلسل ان کے ایسے مضامین شائع ہوئے کہ علما ان کے سخت مخالف ہو گئے یہاں تک کہ ان پر کفر کا فتویٰ لگا دیا گیا، بعد میں انھوں نے رسمی طور پر اپنا معافی نامہ شائع کیا، ان کے قلم سے بعض ناول بھی نکلے۔ قلم میں زور تھا، ادب و انشا کی تیز چاشنی تھی اس لئے ان کی کتابیں شائع ہوتے ہی ملک میں ہاتھوں ہاتھ لی جاتی تھیں، تقسیم ملک کے بعد وہ ۱۹۶۲ء میں کراچی چلے گئے اور وہاں سے نگار شائع کرنا شروع کر دیا اور روزنامہ جنگ میں کالم نویس بھی ہو گئے نیشنل میوزیم کراچی کے مخطوطات کی ترتیب بھی ان کے سپرد ہو گئی دسمبر ۱۹۶۵ء میں بیمار ہوئے اور اسی بیماری میں ۴۸ سال کی عمر میں کراچی میں انتقال کیا۔

وفات کراچی ۱۳۸۶ھ (۱۹۶۶ء)

(و)

مولوی وحید الدین سلیم

(ولادت پانی پت ۱۲۸۳ھ / ۱۸۶۶ء)

مولانا فیض الحسن سہارن پوری کے شاگردوں میں تھے، عربی اور اردو کے ادیب تھے، تعلیم لاہور میں ہوئی وہیں تحریر و انشا پردازی اور ترجمہ و تالیف کی تربیت حاصل کی، فراغت کے بعد تلاش معاش انھیں علی گڈھ لے آئی، یہ وہ زمانہ تھا جب سرسید احمد خاں پورے جوش و خروش کے ساتھ "مدرسۃ العلوم" کی تعمیر و ترقی اور تصنیف و تالیف میں مصروف تھے اور مسلمانوں میں جدید تعلیم اور جدید تہذیب کی نشر و اشاعت کی لگن ان کے دل و دماغ پر مے دو آتشہ کے نشہ کی طرح چھائی ہوئی تھی، مسلمانوں کو قدیم تہذیب اور مذہبی روایات سے ہٹا کر جدید شاہراہ پر لانے کے لئے گہرے مطالعہ کی ضرورت تھی اور سرسید کی سرکاری مصروفیات اس کا موقعہ نہیں دیتی تھیں اس لئے مولوی وحید الدین سلیم کو علمی معاون بنا لیا گیا، سرسید کی تصنیفات اور مضامین کے لئے عربی کتابوں سے معلومات فراہم کرنا ان کے ذمہ ہوا ۱۸۹۰ء کے قریب وہ سرسید سے وابستہ ہوئے، ۱۹۰۳ء میں وہ "علی گڈھ گزٹ" کے ایڈیٹر بنائے گئے لیکن ان کاموں سے وہ زیادہ مطمئن نہیں ہوئے اور علی گڈھ سے چلے آئے، اور لکھنؤ سے شائع ہونے والے "مسلم گزٹ" کے مدیر ہو گئے اور اس کو کامیابی سے چلایا، ۱۹۱۶ء کے کچھ پہلے یا بعد میں وہ حیدرآباد چلے گئے اور عثمانیہ یونیورسٹی میں اردو کے پروفیسر بنا دیئے گئے اب ان کی عمر ستر برس کی ہو چکی تھی اسی منصب پر رہتے ہوئے وفات پائی، ان کے قلم میں بڑی روانی تھی، بیشمار مضامین لکھے اور شائع ہوئے کسی مستقل تصنیف کا موقعہ نہیں ملا، ان کی ایک کتاب "وضع اصطلاحات علمیہ" پائی جاتی ہے حالات اور ضرورت کے تحت وہ اردو میں الفاظ ایجاد کرتے تھے، اصطلاحات وضع کرتے تھے، انگریزی یا عربی

کے اصطلاحی الفاظ کے لئے اُردو میں متبادل الفاظ وضع کرتے اور اس کو استعمال کرتے رہے جو بعد میں سکۂ رائج الوقت ہو گئے۔

وفات ملیح آباد لکھنؤ اگست ۱۹۲۸ء (ربیع الاول ۱۳۴۷ھ)

مولانا وحید الزماں حیدرآبادی

ولادت کانپور ۱۲۶۷ھ (۱۸۵۰ء)

مولانا عبد الحیٔ فرنگی محلی لکھنوی کے شاگردوں میں سے تھے، حدیث کے استاذ شاہ نذیر حسین دہلوی تھے، علمائے حجاز سے بھی ان کو سند و اجازت حدیث حاصل تھی، ریاست حیدرآباد میں وزارت کے عہدے پر فائز تھے، اور ریاست کی طرف سے خطاب حاصل تھا، مطالعہ وسیع تھا، کئی اہم کتابوں کے مصنف ہیں، حدیث کی مشہور کتابوں کے اُردو ترجمے کئے ہیں، شرح عقائد، نور الانوار پر ان کے حواشی ہیں، کئی درسی کتابوں کی شرحیں لکھی ہیں اردو میں "تفسیر وحیدی" ان کی یادگار ہے۔

وفات آصف نگر ۲۶ر شعبان ۱۳۳۸ھ (۱۹۲۰ء) مدفن وقار آباد (حیدرآباد)

مولانا شاہ وصی اللہ فتحپوری

فتح پور ضلع اعظم گڈھ وطن تھا جلیل القدر شیخ و مرشد تھے مصلح الامۃ کہا جاتا تھا، بہت بڑے حلقے کو آپ کی ذات سے فیض پہونچا آبادی کی آبادی آپ کی کوششوں سے اصلاح پذیر ہوئے حکیم الامۃ حضرت تھانوی کے اجلّ خلفاء میں تھے، فتح پور سے بعض حالات کی وجہ سے ترک سکونت کرکے گورکھپور چلے گئے، کچھ دنوں بمبئی میں قیام رہا، آخر میں آپ نے الٰہ آباد کو مرکز بنایا، یہیں آپ کی خانقاہ اور مدرسہ ہے آپ سے بیعت ہونے والوں کی تعداد کثیر ہے، الٰہ آباد سے حج کے ارادہ سے نکلے، سفر پانی کے جہاز سے تھا، اسی جہاز میں بحالتِ احرام سفر آخرت پر روانہ ہو گئے۔

وفات دوران سفر حج ۱۳۸۷ھ (۱۹۶۷ء)

مولانا وقار احمد صدیقی

گھوسی ضلع اعظم گڈھ کے ایک بڑے زمیندار گھرانے کے فرد تھے، ابتدائی تعلیم

متعامی طور پر حاصل کر کے دیوبند گئے اور شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد مدنی سے حدیث پڑھی، بہت ہی ذی استعداد عالم عربی نثر و نظم پر قدرت حاصل تھی، انھیں کے دور میں ملک آزاد ہوا اور زمینداریاں توڑدی گئیں جاگیردار اور زمیندار گھرانے تباہ ہو گئے اس کا اثر ان کے خاندان پر بھی پڑا، پاکستان چلے گئے اور ایک بڑے اور مشہور مدرسہ نے منصب تدریس کی پیشکش کی لیکن قبول نہیں کیا، واپس چلے آئے اور یہیں انتقال کیا۔ انھیں کے صاحبزادے مولانا ڈاکٹر ظفر احمد صدیقی ہیں جو بنارس ہندو یونیورسٹی کے شعبۂ اُردو سے وابستہ ہیں۔

وفات گھوسی جون ۱۹۶۹ء (۱۳۸۹ھ)

نواب وقار الملک (مشتاق احمد)

ولادت سراوہ ضلع میرٹھ ۲۴ر مارچ ۱۸۴۱ء

نام مشتاق احمد ہے ریاست حیدرآباد سے وقار الملک کا خطاب حاصل تھا، سر سید احمد خان کے پرزور حامی اور دست و بازو تھے امروہہ میں سکونت تھی، ابتداءً امروہہ کے ایک اسکول میں دس روپے ماہوار پر مدرس رہے پھر مرادآباد تحصیل میں بیس روپے ماہوار پر محرری مل گئی، اس زمانہ میں سر سید احمد خان بسلسلۂ ملازمت مرادآباد میں تھے یہیں ان کی ملاقات سر سید سے ہوئی، انھیں کی سفارش پر ریاست حیدرآباد میں ان کو بلایا گیا اور چار سو روپے تنخواہ مقرر ہوئی انھوں نے بے پناہ اور شاندار خدمات کی وجہ سے بڑی عزت و شہرت اور نیکنامی حاصل کی مگر ریاستوں میں جو توڑ جوڑ اور اندرونی سازشیں چلتی ہیں حیدرآباد بھی اس سے مستثنیٰ نہیں تھا اس کی زد ان پر بھی پڑی انکو حیدرآباد چھوڑ کر امروہہ آنا پڑا، سر سید نے ان کو علی گڈھ بلا کر کالج کے بورڈنگ ہاؤس کا نگراں بنا دیا۔ کچھ ہی عرصہ بعد حیدرآباد میں پانسہ پلٹا تو وہ پھر حیدرآباد بلائے گئے، اب کی بار ان کی تنخواہ بارہ سو روپے ہو گئی ۱۸۸۸ء میں ان کی ترقی ہوئی اور منصب اونچا ہوا تو تنخواہ بڑھ کر سترہ سو ہو گئی، ان کا اعزاز بڑھتا چلا گیا ان کی شاندار خدمات کے پیش نظر سلطنت حیدرآباد کی طرف سے ان کو "وقار الدولہ وقار الملک نواب انتصار جنگ بہادر" کا خطاب ملا۔

اسی عہدہ پر وہ سبکدوشی کے وقت تک رہے۔

مدت ملازمت پوری ہونے کے بعد جب حیدرآباد سے واپس آئے تو ان کو علی گڈھ میں بلا لیا گیا، اسی زمانہ میں محسن الملک کا انتقال ہوگیا جو کالج کے سکریٹری تھے، ان کی جگہ پر نواب وقار الملک کو کالج کا سکریٹری بنا دیا گیا آخر تک آپ اسی عہدے پر رہے اور کالج کو ترقی دینے میں شب و روز مصروف رہے یہاں تک کہ پیام اجل آگیا۔

وفات امروہہ ضلع مراد آباد، ۲۷ر جنوری ۱۹۱۷ء (۱۳۳۶ھ)

مولانا وکیل احمد سکندر پوری

سکندر پور ضلع بلیا کے رہنے والے تھے، متشدد حنفی تھے، اپنے دور کے مشہور علماء میں ان کا شمار تھا مولانا عبد الحلیم فرنگی محلی لکھنوی اور مولانا محمد یوسف فرنگی محلی لکھنوی کے شاگرد تھے، ریاست حیدرآباد میں ملازم تھے، بہت سی کتابوں کے مصنف ہیں جن کی تعداد سیکڑوں میں بتائی جاتی ہے، میں نے ان کی ایک کتاب "ہدیہ مجددیہ" دیکھی ہے۔

وفات ۱۳۲۲ھ (۱۹۰۴ء)

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی

ولادت دہلی، ۱۱۱۴ھ (۱۷۰۲ء)

اسلامی ہند کی مایہ ناز علمی شخصیت، وہ ہندوستان میں راس المحدثین کے بلند مقام پر فائز تھے، اس ملک میں علم حدیث کو فروغ انھیں کی وجہ سے حاصل ہوا، انھوں نے ہی درس حدیث کا باقاعدہ سلسلہ جاری کیا، اسلئے وہ متحدہ ہندوستان میں سند حدیث کی بنیادی کڑی ہیں، ہند و پاک کے شیوخ حدیث کی سندیں شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کے ذریعہ صحاح ستہ کے مرتبین تک جاتی ہیں، آپ نے حجاز میں مستقل قیام کرکے حدیث کی تعلیم حاصل کی تھی اور ان محدثین سے حدیث پڑھی تھی جن کا سلسلہ سند صحاح ستہ کے مؤلفین تک مربوط ہے۔

آپکے چاروں صاحبزادگان نے قرآن و حدیث کی تعلیم کا بے مثال کارنامہ انجام دیا، پورے ہندوستان میں اسی خانوادۂ فضل وکمال کا فیض جاری ہوا اور اسی آفتاب

کی روشنی پھیلی ہوئی ہے، آپ بہت سی اہم ترین علمی کتابوں کے مصنف ہیں، جن حقائق کی تہ تک پہونچنے کے لئے نگاہ دقیقہ رس اور وسیع علم کی ضرورت ہے، آپ کی تصانیف میں حجۃ اللہ البالغہ، اپنے موضوع پر منفرد کتاب ہے اور ان کے علمی فضل وکمال کا گل سرسبد ہے آپ کی دوسری کتابوں میں مسوی، مصفیٰ وغیرہ شامل ہیں، اسلامی ہند پر ان کا اتنا بڑا احسان ہے کہ ہندوستان کی علمی تاریخ ان کو کبھی فراموش نہیں کرسکتی ہے۔

وفات دہلی ۱۱۷۶ھ (۱۷۶۲ء) مدفن مہندیان نئی دہلی۔

(۵)

پروفیسر ہارون خاں شیروانی

(ولادت دتاؤلی ضلع علی گڈھ ۳۰ مارچ سنہ ۱۸۹۱ء شعبان سنہ ۱۳۰۸ھ)

ضلع علی گڈھ کے مشہور شیروانی خاندان سے تعلق رکھتے ہیں جو اپنی دینی و دنیاوی وجاہت کے لئے مشہور ہے اس خاندان میں جدید تعلیم کے ساتھ مذہبی وابستگی بھی مستحکم تھی۔ ان کے دادا فیض اللہ خاں شیروانی انگریزوں کے معتوب ہوئے تو ہجرت کر گئے اور مکہ مکرمہ میں سکونت اختیار کرلی وہاں کا مشہور مدرسہ صولتیہ پہلے انھیں کے گھر پر قائم ہوا تھا، پروفیسر ہارون کی ابتدائی تعلیم گھر پر مولانا امان اللہ دہلوی کے ذریعہ ہوئی پھر مرادآباد اور علی گڈھ میں تعلیم حاصل کر کے انگلینڈ گئے وہاں تقریباً سات آٹھ سال رہے اور بیرسٹر ہو کر آئے اس کے علاوہ تاریخ، سیاسیات، میں بھی ڈگریاں حاصل کیں، ہندوستان آکر پریکٹس شروع کی لیکن یہ ان کے علمی ذہن و مزاج کو راس نہیں آئی اور جلد ہی اس سے کنارہ کش ہو گئے اور حیدرآباد چلے گئے اور خالص علمی کاموں میں مصروف ہو گئے انگریزی اور اردو میں ان کی درجنوں کتابیں شائع ہوئیں، ہندوستانی آئین کا جو اُردو ترجمہ مولانا آزاد کے مشورہ سے کیا گیا یہ اس ترجمہ میں شریک تھے، تاریخ ان کا خاص موضوع تھا، تاریخ میں ان کی کئی اہم کتابیں ہیں، آزادی سے قبل اور آزادی کے بعد بہت سے معزز عہدوں پر رہے، حکومت کی طرف سے ان کو "پدم بھوشن" کا اعزاز حاصل تھا اسلامیات سے ان کی دلچسپی ہمیشہ باقی رہی اور کبھی وہ ترقی پسندوں کی طرح مذہب بیزار نہیں رہے حج و زیارت سے بھی مشرف ہوئے ایک کتاب اردو میں "قرآنی حکومت" کے نام سے لکھی تھی، جسے مجلس مرکز اشاعت قرآن لاہور نے شائع کیا اور بڑی تعداد میں تقسیم کیا، عمر طویل پائی ۹۰ سال کی عمر میں انتقال کیا۔

(وفات حیدرآباد ۱۵ ستمبر سنہ ۱۹۸۰ء ذی قعدہ سنہ ۱۴۰۰ھ)

مولانا ہدایت اللہ رام پوری

رام پور آپ کا وطن تھا، اپنے دور کے امام المعقولات کہے جاتے تھے، مولانا فضل حق خیرآبادی کے تلامذہ میں سے تھے، ایک عرصہ تک رام پور میں تدریسی خدمات انجام دیں پھر آپ مدرسہ حنفیہ جونپور آگئے اور پھر یہیں کے ہو کر رہ گئے، ایک عرصہ تک مدرسہ حنفیہ میں منطق و فلسفہ کی تعلیم دیتے رہے آپ کی وفات بھی جونپور ہی میں ہوئی۔

وفات جونپور ۱۱ رمضان ۱۳۲۶ھ (۱۹۰۸ء)

www.kitaab

(ی)

مولانا محمد یحییٰ کاندھلوی

ولادت کاندھلہ ضلع مظفر نگر

مولانا رشید احمد گنگوہی کے ارشد تلامذہ میں ہیں، آپ کے جاں نثار خادم تھے۔ حضرت گنگوہی کی زندگی کے اخیر لمحہ تک آپ کے آستانہ سے جدائی گوارا نہیں کی، ہر سال ان کے درس حدیث میں شریک ہوکر تمام حدیث کی کتابوں کی درسی تقریروں کو قلمبند کرتے رہے اس طرح آپ کے پاس حضرت گنگوہی کے علمی افادات کا ایک دفتر جمع ہوگیا، حضرت گنگوہی کی وفات کے بعد آپ مظاہر علوم سہارنپور میں چلے آئے، یہیں آپ کی قلمبند تقریروں کو آپ کے صاحبزادے مولانا زکریا صاحب شیخ الحدیث نے ترتیب و تہذیب کے بعد شائع کیا، "الکوکب الدری، لامع الدراری علی جامع البخاری، الحل المفہم شائع ہوچکی ہیں یہ سب کتابیں حضرت گنگوہی کے افادات پر مشتمل ہیں۔

وفات ۱۳۳۴ھ (۱۹۱۵ء)

مولانا محمد یحییٰ صادق پوری۔

بہت ہی ذہین و فطین، انتہائی متقی اور محتاط زندگی گذارنے والے عالم فاضل تھے، ایک رئیس اور جاگیردار خاندان کے فرد تھے، سید احمد شہید رائے بریلوی کے خلیفہ تھے، مجاہدین سرحد کی امداد کے لئے ہندوستان میں جو مرکز تھا وہ صادق پور پٹنہ ہی میں تھا آپ اس کے ذمہ دار تھے، یہیں سے مجاہدین بھیجے جاتے اور مالیات کا نظم بھی ہوتا تھا۔

اتفاقاً جس آدمی کے ذریعہ رقم بھیجی جارہی تھی وہ گرفتار ہوگیا تو اس مرکز کا بھی پولیس کو پتہ چل گیا پولیس صادق پور پہونچی اور آپ کو گرفتار کرکے انبالہ لے گئی،

وہاں انگریز مجسٹریٹ کی عدالت میں ان پر سازش اور گورنمنٹ برطانیہ کے خلاف بغاوت پھیلانے کا الزام لگا کر مقدمہ چلایا گیا، انگریز جج نے حبس دوام بعبور دریائے شور (کالے پانی) کی سزا سنائی، مولانا موصوف کو انبالہ سے لاہور ملتان کراچی اور بمبئی کی جیلوں میں منتقل کرتے ہوئے ۱۱ر جنوری ۱۸۶۶ء کو کالے پانی بھیجا گیا اور جزیرہ روس آئی لینڈ میں رکھا گیا، آپ سرکاری کاموں کے بعد تلاوت قرآن اور ذکر و دعا میں مصروف رہتے تھے اور قیدیوں کو نیک کاموں کی تلقین کرتے رہتے، کالے پانی پہونچنے کے دو سال بعد بیمار ہو گئے، بیماری شدید ہو گئی حلق سے پانی نہیں اترتا تھا پھر بھی ذکر اللہ جاری تھا اسی حال میں انتقال کیا ان کی وفات کا قریب کے تمام جزیروں میں اعلان کر دیا گیا اور ہر جزیرے سے مسلمان جنازہ اور تجہیز و تکفین میں شرکت کے لئے آئے، جنازہ میں تقریباً پانچ ہزار مسلمان شریک ہوئے جن کو انگریزی حکومت نے سزا کے طور پر وہاں بھیجا تھا۔

وفات جزیرہ انڈمان ۲۰ر فروری ۱۸۶۸ء (۱۲۸۴ھ)

مولانا یعقوب نانوتوی

ولادت نانوتہ ضلع سہارن پور ۱۲۴۹ھ (۱۸۳۳ء)

دار العلوم دیوبند کے سب سے پہلے صدر المدرسین آپ کے شاگردوں میں اکابر علماء دیوبند شامل ہیں، آپ نے بانی دار العلوم مولانا قاسم نانوتوی کے حالات میں بیس پچیس صفحے کا ایک رسالہ لکھا تھا مولانا مناظر احسن گیلانی نے اس کو پھیلا کر تین جلدوں میں "سوانح قاسمی" مرتب کی، مولانا مملوک علی نانوتوی استاذ عربک کالج دہلی کے صاحبزادے تھے اور مولانا خلیل احمد محدث سہارن پوری کے حقیقی ماموں تھے، آپ جید عالم تھے آپ پر جذب و سلوک کا غلبہ تھا فقہ و حدیث میں کمال حاصل تھا۔

وفات دیوبند ۱۳۰۲ھ (۱۸۸۴ء)

مولانا محمد یوسف کاندھلوی

ولادت کاندھلہ ضلع مظفر نگر سنہ ۱۹۱۷ء (سنہ ۱۳۳۶ھ)

بانی تبلیغ مولانا محمد الیاس کاندھلوی کے صاحبزادے ہیں، والد کے انتقال کے بعد تبلیغی جماعت کے نظام کو آپ نے سنبھالا اور اس کے دائرہ عمل کو عرب ممالک اور یورپین ملکوں تک وسیع کر دیا، خود بھی کئی ملکوں کے دورے کئے، جید الاستعداد عالم تھے حدیث اور اسماء الرجال کا مطالعہ وسیع تھا آپ کی تصانیف میں "امانی الاحبار فی شرح معانی الآثار" آپ کی علمی صلاحیتوں کا بہترین نمونہ ہے، کتاب عربی زبان میں ہے اگر پھر سے ٹائپ میں طبع کرائی جائے تو دس ضخیم جلدوں میں آئے گی، آپ کی زندگی اور کارناموں پر ایک ضخیم کتاب "سوانح یوسف" شائع ہو چکی ہے۔

وفات لاہور سنہ ۱۳۸۴ھ (سنہ ۱۹۶۵ء) مدفن بنگلہ والی مسجد دہلی

مولانا محمد یوسف بنوری

ولادت سنہ ۱۳۲۶ھ (سنہ ۱۹۰۸ء)

پاکستان کے محدث جلیل، علامہ انور شاہ کشمیری کے ارشد تلامذہ میں ان کا شمار ہے اور ان کے جانشین اور ان کے علوم کے وارث و امین ہوئے، پاکستان میں ایک عظیم الشان اور معیاری مدرسہ قائم کیا جہاں وہ تا زندگی حدیث کا درس دیتے رہے، علم حدیث سے انتہائی شغف تھا، عربی ادب میں نظم و نثر پر قدرت تامہ حاصل تھی، علامہ کشمیری کے علمی افادات کی نشر و اشاعت میں آپ نے بڑی جد و جہد کی۔ "فیض الباری" جس کے مرتب مولانا بدر عالم میرٹھی مہاجر مدنی تھے لیکن اس کا بار اشاعت آپ نے اٹھایا، مولانا موصوف کا علمی جوہر ان کی اہم ترین کتاب "معارف السنن" میں کھلتا ہے، ترمذی شریف کی یہ شرح چھ ضخیم جلدوں میں شائع ہوئی ہے جس میں بڑی معرکۃ الآرا بحثیں کی ہیں، ان کی زندگی کا ایک بڑا کارنامہ یہ ہے کہ انھوں نے پاکستان حکومت کو قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دینے پر مجبور کیا، اس راہ میں انھوں نے اپنی

بھرپور توانائیاں صرف کیں بالآخر کئی سالوں کی جدوجہد کے بعد قادیانیوں کو پاکستان حکومت سے غیر مسلم اقلیت منظور کرا کے مسلمانان عالم کی راہ سے کانٹا دور کر دیا۔

وفات کراچی ۱۳۹۷ھ (۱۹۷۶ء)

www.kitaa